تفسیر ابنِ کثیر

عصر حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

جدید محقق ایڈیشن

از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مھدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفیٰ السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

1 2 3 4 5 6



تالیف
حافظ عماد الدین ابنِ کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام
تخریج و تحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

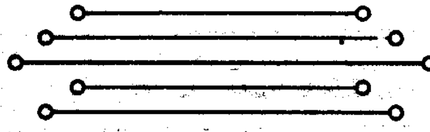


ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com



ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

اور (حرام کی گئیں) شوہر والی عورتیں مگر وہ جو تمہاری ملکیت میں آ جائیں' اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کر دیئے ہیں' ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو برے کام سے بچنے کے لیے نہ کہ شہوت رانی کے لیے' پس جن سے تم فائدہ اٹھاؤ انہیں ان کا مقرر کیا ہوا مہر دے دو' اور مہر مقرر ہو جانے کے بعد تم آپس کی رضامندی سے جو طے کر لو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں' اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے ○

جنگی قیدی خواتین اور متعہ: یعنی خاوندوں والی عورتیں بھی حرام ہیں' ہاں کفار کی جو عورتیں میدان جنگ میں قید ہو کر تمہارے قبضے میں آئیں تو ایک حیض گذارنے کے بعد وہ تم پر حلال ہیں' مسند احمد میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ اوطاس میں قید ہو کر ایسی عورتیں آئیں جو خاوندوں والیاں تھیں تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بابت سوال کیا تب یہ آیت اتری ہم پر ان سے ملنا حلال کیا گیا[1] ترمذی ابن ماجہ اور صحیح مسلم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے'[2] طبرانی کی روایت میں ہے کہ یہ واقعہ جنگ خیبر کا ہے' سلف کی ایک جماعت اس آیت کے عموم سے استدلال کر کے فرماتی ہے کہ لونڈی کو بیچ ڈالنا ہی اس کے خاوند کی طرف سے اسے طلاق کامل کے مترادف ہے' ابراہیم رحمہ اللہ سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے حضرت عبداللہ کا یہی فتویٰ بیان کیا اور اس آیت کی تلاوت فرمائی اور سند سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب کوئی خاوند والی لونڈی بیچی جائے تو اس کے جسم کا زیادہ حقدار اس کا مالک ہے' حضرت ابی بن کعب' حضرت جابر بن عبداللہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ اس کا بکنا ہی اس کی طلاق ہے' ابن جریر میں ہے کہ لونڈی کی طلاقیں چھ ہیں' بیچنا بھی طلاق ہے آزاد کرنا بھی ہبہ کرنا بھی برات کرنا بھی اور اس کے خاوند کا طلاق دینا بھی (یہ پانچ صورتیں تو بیان ہوئیں چھٹی صورت نہ تفسیر ابن کثیر میں ہے نہ ابن جریر میں۔ مترجم)

حضرت ابن المسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خاوند والی عورتوں سے نکاح حرام ہے لیکن لونڈیاں کہ ان کی طلاق ان کا بک جانا ہے' حضرت معمر اور حضرت حسن رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں ان بزرگوں کا تو یہ قول ہے لیکن جمہور ان کے مخالف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ بیچنا طلاق نہیں اس لیے کہ خریدار بیچنے والے کا نائب ہے اور بیچنے والا اس نفع کو اپنی ملکیت سے نکال کر بیچ رہا ہے' ان کی دلیل حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے جو بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے کہ ام

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۳/۷۲)، (۱۱۷۰۸)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الرضاع: باب جواز وطء المسبیة بعد الاستبراء (۱۴۵۶) ترمذی (۱۱۳۲) ابوداود (۲۱۵۵) تفسیر عبدالرزاق (۱/۱۵۳)]

المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب انہیں خرید کر آزاد کر دیا تو ان کا نکاح مغیث سے فسخ نہیں ہوا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فسخ کرنے اور باقی رکھنے کا اختیار دیا اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے فسخ کرنے کو پسند کیا[1] یہ واقعہ مشہور ہے اگر بک جانا ہی طلاق ہوتا جیسے ان بزرگوں کا قول ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بک جانے کے بعد اپنے نکاح کے باقی رکھنے نہ رکھنے کا اختیار نہ دیتے' اختیار دینا نکاح کے باقی رہنے کی دلیل ہے' تو آیت میں مراد صرف وہ عورتیں ہیں جو جہاد میں قبضہ میں آئیں واللہ اعلم۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ محصنات سے مراد پاک دامن عورتیں ہیں یعنی عفیفہ عورتیں جو تم پر حرام ہیں جب تک کہ تم نکاح اور گواہ اور مہر اور ولی سے ان کی عصمت کے مالک نہ بن جاؤ خواہ ایک ہو خواہ دو خواہ تین خواہ چار ابو العالیہ اور طاؤس رحمہما اللہ یہی مطلب بیان فرماتے ہیں۔ عمر اور عبیدہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ چار سے زائد عورتیں تم پر حرام ہیں ہاں کنیزوں میں یہ گنتی نہیں۔ پھر فرمایا کہ حکم اللہ تعالیٰ نے تم پر لکھ دیا ہے یعنی چار کا۔ پس تم اس کی کتاب کو لازم پکڑ و اور اس کی حد سے آگے نہ بڑھو اس کی شریعت اور اس کے فرائض کے پابند رہو یہ بھی کہا گیا ہے کہ حرام عورتیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ظاہر کر دیں۔

پھر فرماتا ہے کہ جن عورتوں کا حرام ہونا بیان کر دیا گیا ان کے علاوہ اور سب حلال ہیں' ایک مطلب یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان چار سے کم تم پر حلال ہیں' لیکن یہ قول دور کا قول ہے اور صحیح مطلب پہلا ہی ہے اور یہی حضرت عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد لونڈیاں ہیں' یہی آیت ان لوگوں کی دلیل ہے جو دو بہنوں کے جمع کرنے کی حلت کے قائل ہیں اور ان کی بھی جو کہتے ہیں کہ ایک آیت اسے حلال کرتی ہے اور دوسری حرام۔ پھر فرمایا تم ان حلال عورتوں کو اپنے مال سے حاصل کرو چار تک تو آزاد عورتیں اور لونڈیاں بغیر تعین کے لیکن ہو بطریق شرع۔ اسی لیے فرمایا زناکاری سے بچنے کے لیے اور صرف شہوت رانی مقصود نہیں ہونا چاہیے۔ پھر فرمایا کہ جن عورتوں سے تم فائدہ اٹھاؤ ان کے اس فائدہ کے مقابلہ میں مہر دے دیا کرو جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ﴾[2] یعنی تم مہر کو عورتوں سے کیسے لوگے حالانکہ ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور فرمایا ﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾[3] عورتوں کے مہر بخوشی دے دیا کرو اور جگہ فرمایا ﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا﴾[4] الخ تم نے جو کچھ عورتوں کو دے دیا ہو اس میں سے واپس لینا تم پر حرام ہے۔

اس آیت سے نکاح متعہ پر استدلال کیا ہے بیشک متعہ ابتداء اسلام میں مشروع تھا لیکن پھر منسوخ ہو گیا' امام شافعی اور علماء کرام رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے فرمایا ہے کہ دو مرتبہ متعہ مباح ہوا پھر منسوخ ہوا۔ بعض کہتے ہیں

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المکاتب : باب استعانة المکاتب (۲۵٦۳) صحیح مسلم : کتاب العتق : باب بیان انما الولاء لمن اعتق (۱۵۰٤) ترمذی : کتاب الرضاع : باب ماجآء فی المرأة تعتق (۱۱۵٤) ابوداؤد : کتاب الطلاق : باب فی المملوکة تعتق (۲۲۳۳)]

(2) [سورۃ النسآء : آیت ۲۱]

(3) [سورۃ النسآء : آیت ٤]

(4) [سورۃ البقرہ : آیت ۲۲۹]

اس سے بھی زیادہ بار مباح اور منسوخ ہوا' اور بعض کا قول ہے کہ صرف ایک بار مباح ہوا پھر منسوخ ہو گیا پھر مباح نہیں ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ضرورت کے وقت اس کی اباحت مروی ہے' حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت ایسی ہی مروی ہے ابن عباس ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سعید بن جبیر اور سدی رحمۃ اللہ علیہما سے "مِنْهُنَّ" کے بعد ﴿إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ کی قرات مروی ہے[1] مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت نکاح متعہ کی بابت نازل ہوئی ہے' لیکن جمہور اس کے برخلاف ہیں اور اس کا بہترین فیصلہ بخاری و مسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ والی روایت کر دیتی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والے دن نکاح متعہ سے اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا'[2] اس حدیث کے الفاظ کتب احکام میں مقرر ہیں' صحیح مسلم شریف میں حضرت ربیع بن سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے غزوہ میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگو میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی رخصت دی تھی یاد رکھو بیشک اب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے جس کے پاس اس قسم کی کوئی عورت ہو تو اسے چاہیے کہ اسے چھوڑ دے اور تم نے جو کچھ انہیں دے رکھا ہو اس میں سے ان سے کچھ نہ لو'[3] صحیح مسلم شریف کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع میں یہ فرمایا تھا' یہ حدیث کئی الفاظ سے مروی ہے' جن کی تفصیل کی جگہ احکام کی کتابیں ہیں۔

پھر فرمایا کہ تقرر کے بعد بھی اگر تم بہ رضا مندی کچھ طے کر لو تو کوئی حرج نہیں' اگلے جملے کو متعہ پر محمول کرنے والے تو اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جب مدت مقررہ گذر جائے تو پھر مدت کو بڑھا لینے اور جو دیا ہو اس کے علاوہ اور کچھ دینے میں کوئی گناہ نہیں' سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں اگر چاہے تو پہلے کے مقرر مہر کے بعد جو دے چکا ہے وقت کے ختم ہونے سے پیشتر پھر کہہ دے کہ میں اتنی مدت کے لیے پھر متعہ کرتا ہوں پس اگر اس نے رحم کی پاکیزگی سے پہلے دن بڑھا لیے تو جب مدت پوری ہو جائے تو پھر اس کا کوئی دباؤ نہیں وہ عورت الگ ہو جائے گی اور حیض تک ٹھہر کر اپنے رحم کی صفائی کر لے گی ان دونوں میں میراث نہیں نہ یہ عورت اس مرد کی وارث نہ یہ مرد اس عورت کا' اور جن حضرات نے اس جملہ کو نکاح مسنون کی بابت کہا ہے ان کے نزدیک تو مطلب صاف ہے کہ اس مہر کی ادائیگی تاکیداً بیان ہو رہی ہے جیسے فرمایا مہر بہ آسانی اور بہ خوشی دے دیا کرو' اگر مہر کے مقرر ہو جانے کے بعد عورت اپنے پورے حق کو یا تھوڑے سے حق کو چھوڑ دے معاف کر دے اس سے دست بردار ہو جائے تو میاں بیوی

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٧٦/٨)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوۃ خیبر (٤٢١٦) و کتاب النکاح (٥١١٥) صحیح مسلم: کتاب النکاح: باب نکاح المتعة (١٤٠٧) نسائی: کتاب النکاح: باب تحریم المتعة (٣٣٦٨) ابن ماجه: کتاب النکاح: باب النهی عن نکاح المتعة (١٩٦١) ترمذی: کتاب النکاح: باب ماجاء فی تحریم نکاح المتعة (١١٢١)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب النکاح: باب نکاح المتعة (١٤٠٦) ابن ماجه: کتاب النکاح: باب النهی عن نکاح المتعة (١٩٦٢) عبد الرزاق (١٤٠٤١) مسند احمد (٣/٤٠٤)]

میں سے کسی پر کوئی گناہ نہیں' حضرت حضرمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ مہر مقرر کر دیتے ہیں پھر ممکن ہے کہ تنگی ہو جائے تو اگر عورت اپنا حق چھوڑ دے تو جائز ہے' امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی قول کو پسند کرتے ہیں۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ مہر کی رقم پوری پوری اس کے حوالے کر دے پھر اسے بسنے اور الگ ہونے کا پورا پورا اختیار دے' پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ علیم و حکیم ہے ان کا احکام میں جو حلت و حرمت کے متعلق ہیں جو رحمتیں ہیں اور جو مصلحتیں ہیں انہیں وہی بخوبی جانتا ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع

اور تم میں سے جس کسی کو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی پوری وسعت و طاقت نہ ہو تو وہ مسلمان لونڈیوں سے جن کے تم مالک ہو (اپنا نکاح کر لے) اللہ تمہارے اعمال کو بخوبی جاننے والا ہے' تم سب آپس میں ایک ہی ہو' تو ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کر لو اور قاعدے کے مطابق ان کے مہر انہیں دو وہ پاک دامن ہوں نہ علانیہ بدکاری کرنے والیاں نہ خفیہ آشنائی کرنے والیاں' جب یہ لونڈیاں نکاح میں آ گئیں پھر اگر بے حیائی کا کام کریں تو انہیں آدھی سزا ہے اس سزا کی جو آزاد عورتوں پر ہے۔ کنیزوں کے نکاح کا یہ حکم تم میں سے ان کے لیے ہے جنہیں گناہ اور تکلیف کا اندیشہ ہو' اور تمہارا ضبط کرنا بہت بہتر ہے' اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے ○

آزاد عورتوں سے نکاح کی طاقت نہ ہو تو لونڈیوں سے نکاح: ارشاد ہوتا ہے کہ جسے آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی وسعت قدرت نہ ہو' ربیعہ فرماتے ہیں ﴿طَوْلٌ﴾ سے مراد قصد و خواہش یعنی لونڈی سے نکاح کی خواہش' ابن جریر رحمہ اللہ نے اس قول کو وارد کر کے پھر اسے خود ہی توڑ دیا ہے' مطلب یہ ہے کہ ایسے حالات میں مسلمانوں کی ملکیت میں جو مسلمان لونڈیاں ہیں ان سے وہ نکاح کر لیں' تمام کاموں کی حقیقت اللہ تعالیٰ پر واضح ہے' تم حقائق کو صرف سطحی نگاہ سے دیکھتے ہو' تم سب آزاد اور غلام ایمانی رشتے میں ایک ہو۔

لونڈیوں سے نکاح کے لیے ان کے مالکوں سے اجازت: لونڈی کا ولی اس کا سردار ہے اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح منعقد نہیں ہو سکتا' اسی طرح غلام بھی اپنے سردار کی رضامندی حاصل کیے بغیر اپنا نکاح نہیں کر سکتا۔

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۸/ ۱۷۰)]

حدیث میں ہے جو غلام بغیر اپنے آقا کی اجازت کے اپنا نکاح کر لے وہ زانی ہے"[1] ہاں اگر کسی لونڈی کی مالکہ کوئی عورت ہو تو اس کی اجازت سے اس لونڈی کا نکاح وہ کرائے جو عورت کا نکاح کرا سکتا ہے' کیونکہ حدیث میں ہے عورت عورت کا نکاح نہ کرائے نہ عورت اپنا نکاح کرائے' وہ عورتیں زناکار ہیں جو اپنا نکاح آپ کرتی ہیں۔[2]

پھر فرمایا عورتوں کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو' گھٹا کر کم کر کے تکلیف پہنچا کر لونڈی سمجھ کر کمی کر کے نہ دو' پھر فرماتا ہے کہ دیکھ لیا کرو یہ عورتیں بدکاری کی طرف از خود مائل نہ ہوں' نہ ایسی ہوں اگر کوئی ان کی طرف مائل ہو تو یہ جھک جائیں یعنی نہ تو علانیہ زناکار ہوں نہ خفیہ بدکردار ہوں کہ ادھر ادھر آشنائیاں کرتی پھریں اور چپ چاپ دوست آشنا بناتی پھریں' جو ایسی بداطوار ہوں ان سے نکاح کرنے کو اللہ تعالیٰ منع فرما رہا ہے ﴿اُحْصِنَّ﴾ کی دوسری قرات ﴿اَحْصَنَّ﴾ بھی ہے کہا گیا ہے کہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے' یہاں احصان سے مراد اسلام ہے یا نکاح والی ہو جانا ہے'[3] ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ان کا احصان اسلام اور عفت ہے لیکن یہ حدیث منکر ہے اس میں ضعف بھی ہے اور ایک راوی کا نام نہیں' ایسی حدیث حجت کے لائق نہیں ہوتی' دوسرا قول یعنی احصان سے مراد نکاح ہے[4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد' عکرمہ' طاؤس' سعید بن جبیر' حسن' قتادہ رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی قول ہے' امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی ابوعلی طبری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ایضاح میں یہی نقل کیا ہے' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں لونڈی کا محصن ہونا یہ ہے کہ وہ کسی آزاد کے نکاح میں چلی جائے' اسی طرح غلام کا احصان یہ ہے کہ وہ کسی آزاد مسلمہ سے نکاح کر لے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ منقول ہے' شعبی اور نخعی رحمہما اللہ بھی یہی کہتے ہیں' یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں قراتوں کے اعتبار سے معنی بھی بدل جاتے ہیں' ﴿اُحْصِنَّ﴾ سے مراد تو نکاح ہے اور ﴿اَحْصَنَّ﴾ سے مراد اسلام ہے' امام ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو پسند فرماتے ہیں' لیکن بظاہر مراد یہاں نکاح کرنا ہے واللہ اعلم۔ اس لیے کہ سیاق آیات کی دلالت اسی پر ہے' ایمان کا ذکر تو لفظوں میں موجود ہے بہر دو صورت جمہور کے مذہب کے مطابق آیت کے معنی میں ابھی بھی اشکال باقی ہے اس لیے کہ جمہور کا قول ہے کہ لونڈی کو زنا کی وجہ سے پچاس کوڑے لگائے جائیں گے خواہ وہ مسلمہ ہو یا کافرہ ہو شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو باوجود یہ کہ آیت کے مفہوم کا تقاضا یہ

---

[1] [صحیح : ابوداؤد : کتاب النکاح : باب فی نکاح العبد بغیر اذن موالیه (۲۰۷۸) ترمذی : کتاب النکاح : باب ماجاء فی نکاح العبد بغیر اذن سیده (۱۱۱۱) مسند احمد (۳۰۱/۳) دارمی (۱۵۲/۲)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ امام حاکمؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : ابن ماجه : کتاب النکاح : باب لا نکاح الا بولی (۱۸۸۲) ابن عدی فی الکامل (۲۲۶۷/۶) دارقطنی (۲۲۷/۳) بیهقی فی السنن الکبری (۱۱۰/۷)] زنا والے جملے کے علاوہ باقی روایت صحیح ہے۔[ارواء الغلیل (۱۸۴۱)]

[3] [تفسیر ابن ابی حاتم (۹۲۳/۳)] اس کی سند میں جابر جعفی راوی ضعیف ہے۔]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری ([illegible]) معرفة السنن والآثار ([illegible])]

ہے کہ غیر محصنہ لونڈی پر حد ہی نہ ہو، پس اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں، جمہور کا قول ہے کہ بیشک "جو بولا گیا" مفہوم پر مقدم ہے اس لیے ہم نے ان عام احادیث کو جن میں لونڈیوں کو حد مارنے کا بیان ہے اس آیت کے مفہوم پر مقدم کیا، صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں فرمایا لوگو اپنی لونڈیوں پر حدیں قائم رکھو خواہ وہ محصنہ ہوں یا نہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی لونڈی کے زنا پر حد مارنے کو فرمایا چونکہ وہ نفاس میں تھی اس لیے مجھ ڈر لگا کہ کہیں حد کے کوڑے لگنے سے یہ مر نہ جائے چنانچہ میں نے اس وقت اسے حد نہ لگائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا جب تک وہ ٹھیک ٹھاک نہ ہو جائے حد نہ مارنا۔ (1)

مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا جب یہ نفاس سے فارغ ہو تو اسے پچاس کوڑے لگانا۔ (2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے اور زنا ظاہر ہو جائے تو اسے وہ حد مارے اور برا بھلا نہ کہے پھر اگر دوبارہ زنا کرے تو بھی حد لگائے اور ڈانٹ جھڑک نہ کرے، پھر اگر تیسری مرتبہ زنا کرے اور ظاہر ہو تو اسے بیچ ڈالے اگرچہ بالوں کی رسی کے بدلے ہی ہو (3) اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب تین بار یہ فعل اس سے سرزد ہو تو چوتھی دفعہ فروخت کر ڈالے (4) عبداللہ بن عیاش بن ابو ربیعہ مخزومی فرماتے ہیں کہ ہم چند قریشی نوجوانوں کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امارت کی لونڈیوں میں سے کئی ایک پر حد جاری کرنے کو فرمایا ہم نے انہیں زنا کی حد میں پچاس پچاس کوڑے لگائے (5) دوسرا جواب ان کا ہے جو اس بات کی طرف گئے ہیں کہ لونڈی پر احصان بغیر حد نہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ مارنا صرف بطور ادب سکھانے اور باز رکھنے کے ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی طرف گئے ہیں طاؤس، سعید، ابو عبید، داؤد ظاہری رحمہم اللہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ ان کی بڑی دلیل مفہوم آیت ہے اور یہ شرط کے مفہوموں میں سے ہے اور اکثر کے نزدیک یہ محض حجت ہے اس لیے ان کے نزدیک ایک عموم پر مقدم ہو سکتا ہے اور ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما کی حدیث جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جب لونڈی زنا کرے اور وہ محصنہ نہ ہو یعنی اس کا نکاح نہ ہوا ہو تو کیا کیا جائے؟ آپ نے فرمایا اگر وہ زنا کرے تو اسے حد لگاؤ پھر زنا کرے تو پھر کوڑے لگاؤ پھر بیچ ڈالو اگر ایک بالوں کی رسی کے عوض ہی کیوں نہ بیچنا پڑے، راوی حدیث ابن شہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ تیسری مرتبہ کے بعد یہ فرمایا یا چوتھی مرتبہ کے بعد۔ (6)

---

(1) [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الحدود: باب تاخير الحد عن النفساء (١٧٠٥) ترمذی: كتاب الحدود: باب ماجاء في اقامة الحد (١٤٤١) مسند احمد (١/٨٩)]

(2) [عبدالله بن احمد في زوائد المسند (١/١٣٦)، (١١٤٦)]

(3) [صحیح: صحيح بخاری: كتاب الحدود: باب لا يثرب على الامة اذا زنت ولا تنفى (٦٨٣٩)]

(4) [صحیح: صحيح مسلم: كتاب الحدود: باب رجم اليهود اهل الزمة في الزنى (١٧٠٣) ابوداؤد: كتاب الحدود: باب في الامة تزني ولم تحصن (٤٤٧٠)]

(5) [موقوف صحیح: بیهقی (٨/٢٤٢) مؤطا (١٦٠٨)]

(6) [صحیح: صحيح بخاری: كتاب البيوع: باب بيع العبد الزاني (٢١٥٣) صحيح مسلم: كتاب الحدود: باب رجم اليهود (١٧٠٤) ابوداؤد: كتاب الحدود (٤٤٦٩) ابن حبان (٤٤٤٤) بیهقی (٨/٢٤٢) مسند احمد (٤/١١٦)]

پس اس حدیث کے مطابق وہ جواب دیتے ہیں کہ دیکھو یہاں حد کی مقدار اور کوڑوں کی تعداد بیان نہیں فرمائی جیسے کہ محصنہ کے بارے میں صاف فرما دیا ہے اور جیسے کہ قرآن میں مقرر طور پر فرمایا گیا کہ محصنات کی نسبت نصف حد ان پر ہے، پس آیت و حدیث میں اس طرح تطبیق دینا واجب ہوگئی واللہ اعلم۔ اس سے بھی زیادہ صراحت والی وہ روایت ہے جو سعید بن منصور نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی لونڈی پر حد نہیں جب تک کہ وہ احصان والی نہ ہو جائے یعنی جب تک نکاح والی نہ ہو جائے پس جب خاوند والی بن جائے تو اس پر آدھی حد ہے بہ نسبت اس حد کے جو آزاد نکاح والیوں پر ہے۔[1] یہ حدیث ابن خزیمہ میں بھی ہے لیکن وہ فرماتے ہیں اسے مرفوع کہنا خطا ہے یہ موقوف ہے یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، بیہقی میں بھی یہ روایت ہے اور آپ کا بھی یہی فیصلہ ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما والی حدیثیں ایک واقعہ کا فیصلہ ہیں، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث دوسرے واقعہ کا فیصلہ ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کے بھی کئی جوابات ہیں ایک تو یہ کہ یہ محمول ہے اس لونڈی پر جو شادی شدہ ہو اس طرح ان دونوں احادیث میں تطبیق اور جمع ہو جاتی ہے دوسرے یہ کہ اس حدیث میں لفظ حد کسی راوی کا داخل کیا ہوا ہے اور اس کی دلیل جواب کا فقرہ ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث دو صحابیوں کی ہے اور وہ حدیث صرف ایک صحابی کی ہے اور ایک والی پر دو والی مقدم ہے، اور اسی طرح یہ حدیث نسائی میں بھی مروی ہے اور مسلم کی شرط پر اس کی سند ہے کہ حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا سے جو بدری صحابی رضی اللہ عنہ تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب لونڈی زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ پھر جب زنا کرے تو کوڑے مارو پھر جب زنا کرے تو کوڑے لگاؤ پھر جب زنا کرے تو بیچ دو اگرچہ بالوں کی اک رسی کے بدلے ہی بیچنا پڑے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ بھی بعید نہیں کہ کسی راوی نے جلد کو حد خیال کر لیا ہو یا لفظ حد کا اطلاق تادیب کے طور پر سزا دینے پر کر دیا ہو جیسے کہ لفظ حد کا اطلاق اس سزا پر بھی کیا گیا ہے جو بیمار زانی کو کھجور کا ایک خوشہ مارا گیا تھا جس میں ایک سو چھوٹی چھوٹی شاخیں تھیں، اور جیسے کہ لفظ حد کا اطلاق اس شخص پر بھی کیا گیا ہے کہ جس نے اپنی بیوی کی اس لونڈی کے ساتھ زنا کیا جسے بیوی نے اس کے لیے حلال کر دیا تھا حالانکہ اسے سو کوڑوں کا لگنا تعزیر کے طور پر صرف ایک سزا ہے جیسے کہ امام احمد وغیرہ سلف کا خیال ہے۔ حد حقیقی صرف یہ ہے کہ کنوارے کو سو کوڑے اور بیاہے ہوئے کو یا لوطی کو رجم۔ واللہ اعلم۔

ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ لونڈی نے جب تک نکاح نہیں کیا اسے زنا پر مارا نہ جائے، اس کی اسناد تو صحیح ہے لیکن معنی دو ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ بالکل مارا ہی نہ جائے نہ حد نہ اور کچھ تو یہ قول بالکل غریب ہے، ممکن ہے آیت کے الفاظ پر نظر کر کے یہ فتویٰ دے دیا ہو اور حدیث نہ پہنچی ہو، دوسرے معنی یہ ہیں کہ حد کے طور پر نہ مارا جائے اگر یہ معنی مراد لیے جائیں تو یہ اس کے خلاف نہیں کہ اور کوئی سزا کی جائے، پس یہ

---

[1] [طبرانی اوسط (۱/ ۱۵۳) بیهقی فی معرفة السنن والآثار (٦/ ٣٦٤) تهذيب السنن والآثار (٥٠٩٩) العلل المتناهية لابن الجوزی (١٣٢٧)] امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حسن اور راجح اس کا موقوف ہونا ہے۔ [مجمع الزوائد (٦/ ٢٦٤) فتح الباری (١٢/ ١٦٦)]

قیاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کے فتوے کے مطابق ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آیت میں دلالت ہے کہ محصنہ لونڈی پر بہ نسبت آزاد عورت کے آدھی حد ہے، لیکن محصنہ ہونے سے پہلے کتاب وسنت کے عموم میں یہ بھی شامل ہے کہ اسے بھی سو کوڑے مارے جائیں جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ (1) یعنی زنا کار عورت زنا کار مرد ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور جیسے حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری بات لے لو میری بات سمجھ لو اللہ نے ان کے لئے راستہ نکال لیا اگر دونوں جانب غیر شادی شدہ ہیں تو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی اور اگر دونوں طرف شادی شدہ ہیں تو سو کوڑے اور پتھروں سے رجم کر دینا۔ (2) یہ حدیث صحیح مسلم شریف کی ہے اور اسی طرح کی اور حدیثیں بھی ہیں، حضرت ابوداؤد بن علی ظاہری رحمہ اللہ کا یہی قول ہے لیکن یہ سخت ضعیف ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے محصنہ لونڈیوں کو بہ نسبت آزاد کے آدھے کوڑے مارنے کا عذاب بیان فرمایا یعنی پچاس کوڑے تو پھر جب تک وہ محصنہ نہ ہوں اس سے بھی زیادہ سزا کی سزاوار وہ کیسے ہو سکتی ہیں؟ حالانکہ قاعدہ شریعت یہ ہے کہ احصان سے پہلے کم سزا ہے اور احصان کے بعد زیادہ سزا ہے پھر اس کے برعکس کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ دیکھئے شارع علیہ السلام سے آپ کے صحابہ غیر شادی شدہ لونڈی کے زنا کی سزا پوچھتے ہیں اور آپ انہیں جواب دیتے ہیں کہ اسے کوڑے مارو لیکن یہ نہیں فرماتے کہ ایک سو کوڑے لگاؤ پس اگر اس کا حکم وہی ہوتا جو داؤد رحمہ اللہ سمجھتے ہیں تو اسے بیان کر دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا اس لئے کہ ان کا یہ سوال تو صرف اسی وجہ سے تھا کہ لونڈی کے شادی شدہ ہو جانے کے بعد اسے کوڑے مارنے کا بیان نہیں ورنہ اس قید کے لگانے کی کیا ضرورت تھی کہ سوال میں کہتے وہ غیر شادی شدہ ہے کیونکہ پھر تو شادی شدہ اور غیر شادی شدہ میں کوئی فرق ہی نہ رہا اگر یہ آیت اتری ہوئی نہ ہوتی لیکن چونکہ ان دونوں صورتوں میں سے ایک کا علم تو انہیں ہو چکا تھا۔

اس لئے دوسری کی بابت سوال کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دے کر معلوم کرا دیا جیسے بخاری ومسلم میں ہے کہ جب صحابہ نے حضور سے آپ پر درود پڑھنے کی نسبت پوچھا تو آپ نے اسے بیان فرمایا اور فرمایا سلام تو اسی طرح ہے جس طرح تم خود جانتے ہو اور ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (3) نازل ہوا اور صلوٰۃ وسلام آپ پر بھیجنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ سلام کا طریقہ اور اس کے الفاظ تو ہمیں معلوم ہیں صلوۃ کی کیفیت بیان فرمائیے۔ (4) پس ٹھیک اسی طرح

---

(1) [سورة النور : آيت ٢]

(2) [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الحدود : باب حد الزنى (١٦٩٠) ابوداؤد : كتاب الحدود : باب فى الرجم (٤٤١٥) ترمذى : كتاب الحدود : باب ماجاء فى الرجم على الثيب (١٤٣٤) ابن حبان (٤٤٢٥) بيهقى (٢٢٢/٨) مسند احمد (٣١٣/٥)]

(3) [سورة الاحزاب : آيت ٥٦]

(4) [صحيح : صحيح بخارى : كتاب التفسير : باب ان الله وملائكة (٤٧٩٨) صحيح مسلم : كتاب الصلاة : باب الصلاة على النبى (٤٠٦)]

یہ سوال ہے مفہوم آیت کا چوتھا جواب ابوثور رحمہ اللہ کا ہے جو داؤد رحمہ اللہ کے جواب سے زیادہ بودا ہے وہ فرماتے ہیں جب لونڈیاں شادی شدہ ہو جائیں تو ان کی زنا کاری کی حد ان پر آدھی ہے اس حد کی جو شادی شدہ آزاد عورتوں کی زنا کاری کی حد ہے تو ظاہر ہے کہ آزاد عورتوں کی حد اس صورت میں رجم ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ رجم آدھا نہیں ہوسکتا تو لونڈی کو اس صورت میں رجم کرنا پڑے گا اور شادی سے پہلے اسے پچاس کوڑے لگیں گے کیونکہ اس حالت میں آزاد عورت پر سو کوڑے ہیں۔ پس دراصل آیت کا مطلب سمجھنے میں اس سے خطا ہوئی اور اس میں جمہور کا بھی خلاف ہے بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کسی مسلمان کا اس میں اختلاف ہی نہیں کہ مملوک پر زنا کی سزا میں رجم ہے ہی نہیں اس لیے کہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ان پر محصنات کا نصف عذاب ہے اور محصنات کے لفظ میں جو الف لام ہے وہ عہد کا ہے یعنی وہ محصنات جن کا بیان آیت کے شروع میں ہے ﴿اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ﴾ میں گذر چکا ہے مراد صرف آزاد عورتیں ہیں۔ اس وقت یہاں آزاد عورتوں کے نکاح کے مسئلہ کی بحث نہیں بحث یہ ہے کہ پھر آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے کہ ان پر زنا کاری کی جو سزا تھی اس سے آدھی سزا ان لونڈیوں پر ہے تو معلوم ہوا کہ یہ اس سزا کا ذکر ہے جو آدھی ہو سکتی ہو اور وہ کوڑے ہیں کہ سو سے آدھے پچاس رہ جائیں گے رجم یعنی سنگسار کرنا ایسی سزا ہے جس کے حصے نہیں ہو سکتے۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد میں ایک واقعہ ہے جو ابوثور کے مذہب کی پوری تردید کرتا ہے اس میں ہے کہ صفیہ لونڈی نے ایک غلام سے زنا کاری کی اور اسی زنا سے بچہ ہوا جس کا دعویٰ زانی نے کیا مقدمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا تصفیہ سونپا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس میں وہی فیصلہ کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے بچہ تو اس کا سمجھا جائے گا جس کی یہ لونڈی ہے اور زانی کو پتھر مارے جائیں گے پھر ان دونوں کو پچاس پچاس کوڑے لگائے۔[1] یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد مفہوم سے تنبیہ ہے اعلیٰ کے ساتھ ادنیٰ پر یعنی جب کہ وہ شادی شدہ ہوں تو ان پر بہ نسبت آزاد عورتوں کے آدھی حد ہے پس ان پر رجم تو سرے سے کسی صورت میں ہے ہی نہیں نہ قبل از نکاح نہ بعد نکاح دونوں حالتوں میں صرف کوڑے ہیں جس کی دلیل حدیث ہے صاحب الایضاح یہی فرماتے ہیں اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی اسی کو ذکر کرتے ہیں امام بیہقی اپنی کتاب سنن و آثار میں بھی اسے لائے ہیں لیکن یہ قول لفظ آیت سے بہت دور ہے اس طرح کہ آدھی حد کی دلیل صرف آیت ہے اس کے سوا کچھ نہیں پس اس کے علاوہ میں آدھا ہونا کس طرح سمجھا جائے گا؟ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ شادی شدہ ہونے کی حالت میں صرف امام ہی حد قائم کرسکتا ہے اس لونڈی کا مالک اس حال میں اس پر حد جاری نہیں کرسکتا امام احمد رحمہ اللہ کے مذہب میں ایک قول یہی ہے ہاں شادی سے پہلے اس کے مالک کو حد جاری کرنے کا اختیار ہے بلکہ حکم ہے لیکن

---

[1] [ضعیف وله شواهد: مسند احمد (۱/۱۰٤) طحاوی فی شرح معانی الآثار (۳/۱۰٤) بیهقی فی السنن الکبری (۷/۳۰۲) ابوداود طیالسی (۸٦)] اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ راوی مدلس ہے۔ تاہم حدیث کے یہ الفاظ ﴿الولد للفراش وللعاهر الحجر﴾ صحیح ثابت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے: صحیح بخاری (٦٧٥٠) صحیح مسلم (۱٤٥۸)]

دونوں صورتوں میں حد آدھی ہی آدھی رہے گی اور یہ بھی دور کی بات ہے اس لیے کہ آیت میں اس کی دلالت بھی نہیں، اور اگر یہ آیت نہ ہوتی تو ہم نہیں جان سکتے تھے کہ لونڈیوں کے بارے میں آدھی حد ہے اور اس صورت میں انہیں بھی عموم میں داخل کر کے پوری حد یعنی سو کوڑے اور رجم ان پر بھی جاری کرنا واجب ہو جاتا جیسے کہ عام روایتوں سے ثابت ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگو اپنے ماتحتوں پر حدیں جاری کرو شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ اور وہ عام حدیثیں جو پہلے گذر چکی ہیں جن میں خاوندوں والی اور بغیر خاوندوں والیوں کی کوئی تفصیل نہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت والی حدیث جس سے جمہور نے دلیل پکڑی ہے یہ ہے کہ جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے اور پھر اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اس پر حد جاری کرے اور ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے۔ (ملخص)

الغرض لونڈی کی زنا کاری کی حد میں کئی قول ہیں ایک تو یہ کہ جب تک اس کا نکاح نہیں ہوا اسے پچاس کوڑے مارے جائیں گے اور نکاح ہو جانے کے بعد بھی یہی حد رہے گی اور اسے جلاوطن بھی کیا جائے گا یا نہیں؟ اس میں تین قول ہیں ایک یہ کہ جلاوطنی ہوگی دوسرے یہ کہ نہ ہوگی تیسرے یہ کہ جلاوطنی میں آدھے سال کو ملحوظ رکھا جائے گا یعنی چھ مہینے کا دیس نکالا دیا جائے گا پورے سال کا نہیں، پورا سال آزاد عورتوں کے لیے ہے۔

یہ تینوں قول امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب میں ہیں، لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جلاوطنی تعزیر کے طور پر ہے وہ حد میں سے نہیں امام کی رائے پر موقوف ہے اگر چاہے جلاوطنی دے یا نہ دے مرد وعورت سب اسی حکم میں داخل ہیں ہاں امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب میں ہے کہ جلاوطنی صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں پر نہیں اس لیے کہ جلاوطنی صرف اس کی حفاظت کے لیے ہے اور اگر عورت کو جلاوطن کیا گیا تو حفاظت میں سے نکل جائے گی اور مردوں یا عورتوں کے بارے میں دیس نکالے کی حدیث صرف حضرت عبادہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زانی کے بارے میں جس کی شادی نہیں ہوئی تھی حد مارنے اور ایک سال دیس نکالا دینے کا حکم فرمایا تھا[1] (بخاری) اس سے معنی مراد یہی ہے کہ اس کی حفاظت رہے اور عورت کو وطن سے نکالے جانے میں یہ حفاظت بالکل ہی نہیں ہو سکتی واللہ اعلم۔

دوسرا قول یہ ہے کہ لونڈی کو اس کی زنا کاری پر شادی کے بعد پچاس کوڑے مارے جائیں گے اور ادب سکھانے کے طور پر اسے کچھ مار پیٹ کی جائے گی لیکن اس کی کوئی مقرر گنتی نہیں پہلے گذر چکا ہے کہ شادی سے پہلے اسے مارا نہ جائے گا جیسے حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کا قول ہے لیکن اگر اس سے یہ مراد لی جائے کہ سرے سے کچھ مارنا ہی نہ چاہیے تو یہ محض تاویل ہی ہوگی ورنہ قول ثانی میں اسے داخل کیا جا سکتا ہے اور قول یہ ہے کہ شادی سے پہلے سو کوڑے اور شادی کے بعد پچاس جیسے کہ داود کا قول ہے اور یہ تمام اقوال سے بودا قول ہے اور یہ کہ شادی سے پہلے پچاس کوڑے اور شادی کے بعد رجم جیسے کہ ابو ثور کا قول ہے لیکن یہ قول بھی بودا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔ پھر فرمان ہے کہ لونڈیوں سے نکاح کرنا ان شرائط کی موجودگی میں جو بیان ہوئیں ان کے لیے ہے

---

[1] صحیح: صحیح بخاری: کتاب الحدود: باب البکران یجلدان وینفیان (٦٨٣٣) صحیح مسلم: کتاب الحدود: باب من اعترف علی نفسه بالزنی (١٦٩٨)

جنہیں زنا میں واقع ہونے کا خطرہ ہو اور تجرد اس پر بہت شاق گذر رہا ہو اور اس کی وجہ سے سخت تکلیف میں ہو تو بیشک اسے انہیں پاکدامن لونڈیوں سے نکاح کر لینا جائز ہے گو اس حالت میں بھی اپنے نفس کو روکے رکھنا اور ان سے نکاح نہ کرنا بہت بہتر ہے اس لیے کہ اس سے جو اولاد ہوگی وہ اس کے مالک کی لونڈی غلام ہوگی۔

ہاں اگر خاوند غریب ہو تو اس کی یہ اولاد اس کے آقا کی ملکیت امام شافعی رحمہ اللہ کے قول قدیم کے مطابق نہ ہوگی۔ پھر فرمایا اگر تم صبر کرو تو تمہارے لیے افضل ہے اور اللہ غفور و رحیم ہے' جمہور علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ لونڈی سے نکاح جائز ہے لیکن یہ اس وقت جب آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو اور نہ ہی رکے رہنے کی طاقت ہو' بلکہ زنا واقع ہو جانے کا خوف ہو۔ کیونکہ اس میں ایک خرابی تو یہ ہے کہ اولاد غلامی میں جاتی ہے دوسرے ایک طرح کی سبکی ہے کہ آزاد عورت کو چھوڑ کر لونڈیوں کی طرف متوجہ ہونا۔

ہاں جمہور کے مخالف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے ساتھی کہتے ہیں یہ دونوں باتیں شرط نہیں بلکہ جس کے نکاح میں کوئی آزاد عورت نہ ہو اسے لونڈی سے نکاح کرنا جائز ہے وہ لونڈی خواہ مومنہ ہو خواہ اہل کتاب میں سے ہو۔ چاہے اسے آزاد عورت سے نکاح کرنے کی طاقت بھی ہو اور اسے بدکاری کا خوف بھی نہ ہو' اس کی بڑی دلیل یہ آیت ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ [1] یعنی آزاد عورتیں ان میں سے جو تم سے پہلے کتاب اللہ دیئے گئے۔ پس وہ کہتے ہیں یہ آیت عام ہے جس میں آزاد اور غیر آزاد سب ہی شامل ہیں اور محصنات سے مراد پاکدامن باعصمت عورتیں ہیں لیکن اس کی ظاہری دلالت بھی اسی مسئلہ پر ہے جو جمہور کا مذہب ہے۔ واللہ اعلم۔

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ
وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۖ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ
الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ
الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے واسطے خوب کھول کر بیان کرے اور تمہیں تم سے پہلے (نیک) لوگوں کی راہ چلائے اور تم پر اپنی رحمت لوٹائے' اللہ تعالیٰ پورے علم و حکمت والا ہے ○ اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے اور جو لوگ خواہشات کے پیرو ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم اس سے بہت دور ہٹ جاؤ ○ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے بالکل تخفیف کر دے' کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے ○

اللہ تعالیٰ تخفیف کرنا چاہتا ہے: فرمان ہوتا ہے کہ اے مومنو! اللہ تعالیٰ ارادہ کر چکا ہے کہ حلال و حرام تم پر کھول کھول کر بیان فرما دے جیسے کہ اس سورت میں اور دوسری سورتوں میں اس نے بیان فرمایا وہ چاہتا ہے کہ سابقہ لوگوں کی قابل تعریف راہیں تمہیں سمجھا دے تا کہ تم بھی اس کی اس شریعت پر عمل کرنے لگ جاؤ جو اس کی محبوب اور

---

[1] [سورۃ المائدہ: آیت ۵]

اس کی پسندیدہ ہے وہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول فرمالے جس گناہ سے جس حرام کاری سے تم توبہ کرو وہ فوراً قبول فرمالیتا ہے وہ علم وحکمت والا ہے اپنی شریعت اپنے اندازے اپنے کام اور اپنے فرمان میں وہ صحیح علم اور کامل حکمت رکھتا ہے' خواہش نفسانی کے پیروکار یعنی شیطانوں کے غلام یہود ونصاریٰ اور بدکار لوگ تمہیں حق سے ہٹانا اور باطل کی طرف جھکانا چاہتے ہیں' اللہ تعالیٰ اپنے حکم احکام میں یعنی روکنے اور ہٹانے میں' شریعت اور اندازہ مقرر کرنے میں تمہارے لیے آسانیاں چاہتا ہے اور اسی بنا پر چند شرائط کے ساتھ اس نے لونڈیوں سے نکاح کر لینا تم پر حلال کر دیا۔ انسان چونکہ پیدائشی کمزور ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام میں کوئی سختی نہیں رکھی۔ یہ فی نفسہ بھی کمزور اس کے ارادے اور حوصلے بھی کمزور یہ عورتوں کے بارے میں بھی کمزور' یہاں آ کر بالکل بیوقوف بن جانے والا۔

چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ سے لوٹے اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ نے دریافت کیا کہ آپ پر کیا فرض کیا گیا؟ فرمایا ہر دن رات میں پچاس نمازیں تو کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا واپس جائیے اور اللہ کریم سے تخفیف طلب کیجیے آپ کی امت میں اس کی طاقت نہیں میں اس سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں وہ اس سے بہت کم میں گھبرا گئے تھے اور آپ کی امت تو کانوں آنکھوں اور دل کی کمزوری میں ان سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔

چنانچہ آپ واپس گئے دس معاف کرالائے پھر بھی یہی باتیں ہوئیں پھر گئے پھر دس کم ہوئیں' یہاں تک کہ آخری مرتبہ پانچ رہ گئیں۔ [1]

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً
عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ
ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ
تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

اے ایمان والو! مت کھاؤ اپنے آپس کے مال ناجائز طریقہ سے مگر یہ کہ ہو خرید وفروخت تمہاری آپس کی رضامندی سے اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے ○ اور جو شخص کرے گا یہ سرکشی اور ظلم تو عنقریب ہم اس کو داخل کریں گے آگ میں۔ اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے ○ اگر تم بچتے رہو گے ان بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ دور کر دیں گے اور عزت وبزرگی کی جگہ داخل کریں گے ○

خرید وفروخت کے شرعی قوانین: اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو ایک دوسرے کے مال باطل کے ساتھ کھانے کی ممانعت فرما رہا ہے خواہ اس کمائی کے ذریعہ سے ہو جو شرعاً حرام ہے جیسے سود خوری قمار بازی اور ایسے ہی ہر طرح

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الصلاۃ: باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء (۳۴۹) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الاسراء برسول اللہ (۱۶۳)]

کی حیلہ سازی چاہے اسے جواز کی شرعی صورت دے دی ہو اللہ کو خوب معلوم ہے کہ اصل حقیقت کیا ہے‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص کپڑا خریدتا ہے اور کہتا ہے اگر مجھے پسند آیا تو رکھ لوں گا ورنہ کپڑا اور ایک درہم واپس کردوں گا آپ نے اس آیت کی تلاوت کردی یعنی اسے باطل مال کھانے میں شامل کیا۔ (۱) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت محکم ہے یعنی منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوسکتی ہے‘ آپ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو مسلمانوں نے ایک دوسرے کے ہاں کھانا چھوڑ دیا جس پر یہ آیت ﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ﴾ (۲) اتری ﴿تِجَارَةً﴾ کو ﴿تِجَارَةٌ﴾ بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ استثناء منقطع ہے گویا یوں فرمایا جا رہا ہے کہ حرمت والے اسباب سے مال نہ ہو ہاں شرعی طریق پر تجارت سے نفع اٹھانا جائز ہے جو خریدار اور بیچنے والے کی باہم رضامندی سے ہو۔ جیسے دوسری جگہ ہے کسی بے گناہ جان کو نہ مارو ہاں حق کے ساتھ ہو تو جائز ہے (۳) اور جیسے دوسری آیت میں ہے وہاں موت نہ چکھیں گے مگر پہلی بار کی موت۔ (۴) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اس آیت سے استدلال کر کے فرماتے ہیں خرید و فروخت بغیر قبولیت کے صحیح نہیں ہوتی اس لیے کہ رضامندی کی پوری سند یہی ہے کہ صرف لین دین کر لینا کبھی بھی رضامندی پر پوری دلیل نہیں بن سکتا اور جمہور اس کے برخلاف ہیں‘ تینوں اماموں کا قول ہے کہ جس طرح زبانی بات چیت رضامندی کی دلیل ہے اسی طرح لین دین بھی رضامندی کی دلیل ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کم قیمت کی معمولی چیزوں میں تو صرف دینا لینا ہی کافی ہے اور اس طرح بیوپار کا جو طریقہ بھی ہو لیکن صحیح مذہب میں احتیاطی نظر سے تو بات چیت میں قبولیت کا ہونا اور بات ہے واللہ اعلم۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں خرید و فروخت ہو یا بخشش ہو سب کے لیے یہ حکم شامل ہے۔ ابن جریر کی مرفوع حدیث میں ہے تجارت ایک دوسرے کی رضامندی ہے اور بیوپار کے بعد اختیار رہے گویا کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان کو تجارت کے نام سے دھوکہ دے‘ یہ حدیث مرسل ہے پوری رضامندی میں مجلس کے خاتمہ تک کا اختیار بھی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دونوں بائع مشتری جب تک جدا نہ ہوں با اختیار رہیں۔ (۵) بخاری شریف میں ہے جب دو شخص خرید و فروخت کریں تو ہر ایک کو اختیار ہے جب تک الگ الگ نہ ہوں۔ (۶) اسی حدیث کے مطابق امام احمد‘ امام شافعی اور ان کے سب ساتھیوں کا فتویٰ ہے جمہور سلف و خلف رحمہم اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے اور اس پوری رضامندی میں شامل ہے خرید و فروخت کے تین دن بعد تک اختیار دینا رضامندی میں شامل

(۱) [تفسیر ابن جریر الطبری (۸/۲۱۷)]
(۲) [سورۃ النور: آیت ۶۱]
(۳) [سورۃ الانعام: آیت ۱۵۱]
(۴) [سورۃ الدخان: آیت ۵۶]
(۵) [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب البیوع: باب کم یجوز الخیار (۲۱۰۸) صحیح مسلم: کتاب البیوع: باب الصدق فی البیع والبیان (۱۵۳۲)]
(۶) [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب البیوع: باب اذا لم یوقت الخیار (۲۱۰۹، ۲۱۱۱) صحیح مسلم: کتاب البیوع: باب ثبوت خیار المجلس (۱۵۳۱) نسائی: کتاب البیوع: باب ذکر الاختلاف علی نافع (۴۴۸۱) ابوداؤد: کتاب الاجارۃ: باب فی خیار المتبایعین (۳۴۵۴) مسند احمد (۲/۷۳)]

ہے۔ بلکہ یہ مدت گاؤں کی رسم کے مطابق سال بھر کی بھی ہوسکتی ہے امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور مذہب یہی ہے گو اس کے نزدیک صرف لین دین سے ہی بیع صحیح ہو جاتی ہے۔ اور شافعی مذہب میں بھی ایک قول یہ ہے اور ان میں سے بعض فرماتے ہیں کہ معمولی کم قیمت چیزوں میں جنہیں لوگ بیوپار کے لیے رکھتے ہوں صرف لین دین ہی کافی ہے۔ بعض اصحاب کا اختیار سے مراد یہی ہے جیسے کہ متفق علیہ ہے۔

پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ حرام کاموں کا ارتکاب کر کے اور اس کی نافرمانیاں کر کے اور ایک دوسرے کا بیجا طور پر مال کھا کر اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو اللہ تم پر رحیم ہے ہر حکم اور ہر ممانعت رحمت والی ہے۔

احترام زندگی: مسند احمد میں ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو ذات السلاسل والے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا آپ فرماتے ہیں مجھے ایک رات احتلام ہو گیا سردی بہت سخت تھی یہاں تک کہ مجھے نہانے میں اپنی جان جانے کا خطرہ ہو گیا تو میں نے تیمّم کر کے اپنی جماعت کو صبح کی نماز پڑھائی جب وہاں سے واپس ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے یہ واقعہ کہہ سنایا آپ نے فرمایا کیا تو نے اپنے ساتھیوں کو جنبی ہونے کی حالت میں نماز پڑھادی؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاڑا سخت تھا اور مجھے اپنی جان جانے کا اندیشہ تھا تو مجھے یاد پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے تئیں ہلاک نہ کرڈالو اللہ رحیم ہے پس میں نے تیمّم کر کے نماز صبح پڑھا دی تو آپ ہنس دیئے اور مجھے کچھ نہ فرمایا۔ [1] ایک روایت میں ہے کہ اور لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تب آپ کے دریافت کرنے پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے عذر پیش کیا۔ [2]

بخاری و مسلم میں ہے جو شخص کسی لوہے سے خودکشی کرے گا وہ قیامت تک جہنم کی آگ میں لوہے سے خودکشی کرتا رہے گا' اور جو جان بوجھ کر مر جانے کی نیت سے زہر کھالے گا [3] وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں زہر کھاتا رہے گا اور روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے تئیں جس چیز سے قتل کرے گا وہ قیامت والے دن اسی چیز سے عذاب کیا جائے گا۔ [4]

---

[1] [صحیح : بخاری تعلیقا : کتاب التیمم : باب اذا خاف الجنب علی نفسه (قبل الحدیث / ٣٤٥) ابوداؤد : کتاب الطهارة : باب اذا خاف الجنب البرد (٣٣٤) مسند احمد (٢٠٣/٤) بیهقی (٢٢٥/١) مستدرك حاكم (١٧٧/١)] حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو قوی کہا ہے۔ [فتح الباری (٤٥٤/١)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [ارواء الغلیل (١٥٤)]

[2] [ضعیف جدا : اس کی سند میں یوسف بن خالد راوی سخت ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الطب : باب شرب السم والدواء به (٥٧٧٨) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسه (١٠٩) ابن ماجه : کتاب الطب : باب النص عن الدواء الخبیث (٣٤٦٠) نسائی : کتاب الجنائز : باب ترك الصلاة علی من قتل نفسه (١٩٦٧) ابوداؤد : کتاب الطب : باب فی الادویة (٣٨٧٢) ترمذی : کتاب الطب : باب ماجاء فیمن (٢٠٤٣_ ٢٠٤٤) مسند احمد (٢٥٤/٢)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب ماجاء فی قاتل النفس (١٣٦٣) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان غلظ تحریم قتل النفس (١١٠) ابوداؤد : کتاب الایمان والنذور : باب ماجاء فی الحلف بالبراءة (٣٢٥٧) مسند احمد (٣٣/٤)]

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم سے پہلے کے لوگوں میں سے ایک شخص کو زخم لگے اس نے چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا تمام خون بہہ گیا اور وہ اسی میں مر گیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا میرے بندے نے اپنے تئیں فنا کرنے میں جلدی کی اسی وجہ سے میں نے اس پر جنت کو حرام کیا[1] اسی لیے اللہ تعالیٰ یہاں فرماتا ہے جو شخص بھی ظلم وزیادتی کے ساتھ حرام جانتے ہوئے اس کا ارتکاب کرے دلیرانہ طور سے حرام پر کاربند رہے وہ جہنمی ہے' پس ہر عقل مند کو اس سخت تنبیہہ سے ڈرنا چاہیے دل کے کان کھول کر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سن کر حرام کاریوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف فرمادیں گے اور تمہیں جنتی بنادیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اس طرح کی کوئی سخت وعید نہیں ملی جس کی تعمیل میں تمہیں اپنے اہل ومال سے الگ ہو جانا چاہیے۔ پھر ہم اس کے لیے اپنے اہل ومال سے جدا نہ ہو جائیں کہ وہ ہمارے کبیرہ گناہوں کو ہمارے چھوٹے موٹے گناہوں سے معاف فرماتا ہے پھر اس آیت کی تلاوت کی۔ اس آیت کے متعلق بہت سی حدیثیں بھی ہیں تھوڑی بہت ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔ مسند احمد میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو جمعہ کا دن کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ کو پیدا کیا آپ نے فرمایا مگر اب جو میں جانتا ہوں وہ بھی سن لو جو شخص اس دن اچھی طرح غسل کر کے نماز جمعہ کے لیے مسجد میں آئے اور نماز ختم ہونے تک خاموش رہے تو اس کا یہ عمل اگلے جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے جب تک کہ وہ قتل سے بچا ہوا ہے۔[2] ابن جریر میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ سناتے ہوئے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تین مرتبہ یہی فرمایا پھر سر نیچا کر لیا اور ہم نے بھی سر نیچا کر لیا اور ہم لوگ سب رونے لگے ہمارے دل کانپنے لگے کہ اللہ جانے اللہ کے رسول ﷺ نے کس چیز کے لیے قسم کھائی ہے اور پھر کیوں خاموشی اختیار کی ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سر اٹھایا اور آپ کا چہرہ بشاش تھا جس سے ہم اس قدر خوش ہوئے کہ اگر ہمیں سرخ رنگ کے اونٹ ملتے تو اس قدر خوش نہ ہوتے' اب آپ فرمانے لگے جو بندہ پانچوں نمازیں پڑھے' رمضان کے روزے رکھے' زکوۃ ادا کرتا رہے اور سات کبیرہ گناہوں سے بچا رہے اس کے لیے جنت کے سب دروازے کھل جائیں گے اور اسے کہا جائے گا کہ سلامتی کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔[3]

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب ماجاء فی قاتل النفس (١٣٦٤) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسه (١١٣)]

[2] [**حسن**: مسند احمد (٤٣٩/٥) طبرانی کبیر (٦٠٨٩)] امام ہیثمیؒ اور شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (١٧٤/٢) صحیح الترغیب (٦٨٩)] مزید اس کے شواھد کے لیے دیکھیں : صحیح بخاری (٩١٠) نسائی (١٤٠٤)]

[3] [**ضعیف**: نسائی : کتاب الزکاة : باب وجوب الزکاة (٢٤٤٠) تفسیر ابن جریر الطبری (٩١٨٦) بخاری فی التاریخ الکبیر (٣١٦/٤) مستدرک حاکم (٢٤٠/٢) المزی فی تهذیب الکمال (٢٤٥/١٣) صحیح ابن خزیمة (٣١٥) بیهقی فی السنن الکبری (١٨٧/١٠)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف نسائی، التعلیق الرغیب (١/ ٤٠١)]

سات ہلاک کرنے والے گناہ: جن سات گناہوں کا اس میں ذکر ہے ان کی تفصیل بخاری و مسلم کی حدیث میں اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا گناہوں سے بچو جو ہلاک کرنے والے ہیں پوچھا گیا کہ حضور ﷺ وہ کون سے گناہ ہیں؟ فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جس کا قتل حرام ہوا سے قتل کرنا ہاں کسی شرعی وجہ سے اس کا خون حلال ہو گیا ہو تو اور بات ہے۔ جادو کرنا' سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور میدان جنگ سے کفار کے مقابلے میں پیٹھ دکھانا اور بھولی بھالی پاک دامن مسلمان عورتوں کو تہمت لگانا۔ [1] ایک روایت میں جادو کے بدلے ہجرت کر کے پھر واپس اپنے دیس میں قیام کر لینا ہے۔ [2] یہ یاد رہے کہ ان سات گناہوں کو کبیرہ کہنے سے یہ مطلب نہیں کہ کبیرہ گناہ صرف یہی ہیں جیسے کہ بعض اور لوگوں کا خیال ہے جن کے نزدیک مفہوم مخالف معتبر ہے۔ دراصل یہ بہت انتہائی بے معنی قول اور غلط اصول ہے بالخصوص اس وقت جبکہ اس کے خلاف دلائل موجود ہوں اور یہاں تو صاف لفظوں میں اور کبیرہ گناہوں کا بھی ذکر موجود ہے۔ مندرجہ ذیل حدیثیں ملاحظہ ہوں۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول مقبول ﷺ نے فرمایا لوگو سن لو اللہ تعالیٰ کے ولی صرف نمازی ہی ہیں جو پانچوں وقت کی فرض نمازوں کو باقاعدہ بجالاتے ہیں جو رمضان شریف کے روزے رکھتے ہیں فرض جان کر اور ثواب حاصل کرنے کی نیت رکھ کر ہنسی خوشی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ان تمام کبیرہ گناہوں سے دور رہتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ کبیرہ گناہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا شرک' قتل' میدان جنگ سے بھاگنا' مال یتیم کھانا' سود خوری' پاکدامنوں پر تہمت لگانا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' بیت اللہ الحرام کی حرمت کو توڑنا جو زندگی اور موت میں تمہارا قبلہ ہے سنو جو شخص مرتے دم تک ان بڑے گناہوں سے اجتناب کرتا رہے اور نماز و زکوٰۃ کی پابندی کرتا رہے وہ نبی ﷺ کے ساتھ جنت میں سونے کے محلوں میں ہوگا۔ [3]

حضرت طیسلہ بن میاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھ سے ایک گناہ ہو گیا جو میرے نزدیک کبیرہ تھا' میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا وہ کبیرہ گناہ نہیں کبیرہ گناہ نو ہیں۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا' کسی کو بلاوجہ مار ڈالنا' میدان جنگ میں دشمنان دین کو پیٹھ دکھانا' پاکدامن عورتوں کو تہمت لگانا' سود کھانا' یتیم کا مال ظلم سے کھا جانا' مسجد حرام میں الحاد پھیلانا اور جادو جائز جاننا اور ماں باپ کو نافرمانی کے سبب رلانا' حضرت

---

(1) [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الوصایا (٢٧٦٦) و کتاب الطب (٥٧٦٤) و کتاب الحدود: باب رمی المحصنات (٦٨٥٧) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان الکبائر و اکبرھا (٨٩) نسائی: کتاب الوصایا: باب اجتناب اکل مال الیتیم (٣٧٠١) ابوداؤد: کتاب الوصایا: باب ماجاء فی التشدید فی اکل مال الیتیم (٢٨٧٤)]

(2) [**ضعیف**: بزار فی کشف الاستار (١٠٩) تفسیر ابن ابی حاتم (٥٢٠٢/٣) الدر المنثور للسیوطی (٢٦٢/٢) فتح الباری (١٨٢/١٢)] اس کی سند میں عمر بن ابی سلمہ راوی ضعیف ہے۔]

(3) [**حسن**: ابوداؤد: کتاب الوصایا: باب ماجاء فی التشدید فی اکل مال الیتیم (٢٨٧٥) نسائی: کتاب تحریم الدم: باب ذکر الکبائر (٤٠١٧) تفسیر ابن ابی حاتم (٥٢٠٠/٣) العقیلی فی الضعفاء (٤٥/٣) المزی فی تہذیب الکمال (٤٣٨/١٦) مستدرک حاکم (٥٩/١) شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

طیسلہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بیان کے بعد بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے محسوس کیا کہ خوف کم نہیں ہوا تو فرمایا کیا تمہارے دل میں جہنم کی آگ میں داخل ہونے کا ڈر اور جنت میں جانے کی چاہت ہے؟ میں نے کہا بہت زیادہ فرمایا کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ میں نے کہا صرف والدہ حیات ہیں' فرمایا تم ان سے نرم کلامی سے بولا کرو اور انہیں کھانا کھلاتے رہا کرو اور ان کبیرہ گناہوں سے بچتے رہا کرو تو تم یقیناً جنت میں جاؤ گے۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت طیسلہ بن علی نہدی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے میدان عرفات میں عرفہ کے دن پیلو کے درخت تلے ملے تھے اس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے سر اور چہرے پر پانی بہا رہے تھے اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تہمت لگانے کا ذکر کیا تو میں نے پوچھا کیا یہ بھی مثل قتل کے بہت بڑا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں اور ان گناہوں کے ذکر میں جادو کا ذکر بھی ہے۔ [1] اور روایت میں ہے کہ میری ان کی ملاقات شام کے وقت ہوئی تھی اور میں نے ان سے کبائر کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کبائر سات ہیں میں نے پوچھا کیا کیا؟ تو فرمایا شرک اور تہمت لگانا میں نے کہا کیا یہ بھی مثل خون ناحق کے ہے؟ فرمایا ہاں ہاں اور کسی مومن کو بے سبب مار ڈالنا' لڑائی سے بھاگنا' جادو اور سود خوری' مال یتیم کھانا' والدین کی نافرمانی اور بیت اللہ میں الحاد پھیلانا جو زندگی میں اور موت میں تمہارا قبلہ ہے۔ [2]

مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کا بندہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے نماز قائم رکھے زکوٰۃ ادا کرے رمضان کے روزے رکھے اور کبیرہ گناہوں سے بچے وہ جنتی ہے' ایک شخص نے پوچھا کبائر کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا مسلمان کو قتل کرنا لڑائی والے دن بھاگ کھڑا ہونا۔ [3] ابن مردویہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو ایک کتاب لکھوا کر بھجوائی جس میں فرائض اور سنن کی تفصیلات تھیں دیت یعنی جرمانوں کے احکام تھے اور یہ کتاب حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اہل یمن کو بھجوائی گئی تھی اس کتاب میں یہ بھی تھا کہ قیامت کے دن تمام کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ انسان اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے اور ایماندار شخص کا قتل بغیر حق کے کرنا اور اللہ کی راہ میں جہاد کے میدان میں جا کر لڑتے ہوئے نامردی سے جان بچانے کی خاطر بھاگ کھڑا ہونا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور ناکردہ گناہ عورتوں پر الزام لگانا اور جادو سیکھنا اور سود کھانا اور مال یتیم برباد کرنا۔ [4] ایک اور روایت میں کبیرہ گناہوں کے بیان میں جھوٹی بات یا جھوٹی شہادت بھی ہے [5] اور

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۹۱۸۹)] اس کی سند میں ایوب راوی ضعیف ہے۔]

[2] [أیضا]

[3] [حسن بالشواھد : مسند احمد (۴۱۳/۵) طبرانی کبیر (۳۸۸۵/۴) نسائی (۸۸/۷) وفی الکبری (۸۶۵۵)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۲۳۵۰۶)] حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

[4] [صحیح بالشواھد : مستدرك حاکم (۳۹۵/۱) صحیح ابن حبان (۶۵۲۵)]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب عقوق الوالدین من الکبائر (۵۹۷۷) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب الکبائر واکبرھا (۸۸)]

حدیث میں ہے کہ کبیرہ گناہوں کے بیان کے وقت آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے لیکن جب یہ بیان فرمایا کہ جھوٹی گواہی اور جھوٹ بات اس وقت آپ تکیے سے ہٹ گئے اور بڑے زور سے اس بات کا بیان فرمایا اور بار بار اسی کو دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے دل میں کہا اب تو آپ نہ دوہرائیں۔ (1) بخاری و مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک کرے یہ جانتے ہوئے کہ تجھے صرف اسی نے پیدا کیا ہے؟ میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے بچے کو اس ڈر سے قتل کر دے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گا' میں نے پوچھا پھر کون سا گناہ بڑا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی پڑوسن سے بدکاری کرے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ سے ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ﴾ (2) تک پڑھی۔ (3)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مسجد الحرام میں حطیم کے اندر بیٹھے ہوئے تھے جو ایک شخص نے شرابی کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا مجھ جیسا بوڑھا بڑی عمر کا آدمی اس جگہ بیٹھ کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں بول سکتا شراب کا پینا تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے؟ یہ کام تمام خباثتوں کی ماں ہے شرابی تارک نماز ہوتا ہے وہ اپنی ماں اور خالہ اور پھوپھی سے بھی بدکاری کرنے سے نہیں چوکتا (4) یہ حدیث غریب ہے۔

ابن مردویہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق اور دوسرے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم ایک مرتبہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے وہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر نکلا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ تو کسی کے پاس مصدقہ جواب نہ تھا اس لیے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ تم جا کر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے دریافت کر آؤ میں گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ سب سے بڑا گناہ شراب پینا ہے میں نے واپس آ کر اس مجلس میں یہ جواب سنا دیا اس پر اہل مجلس کو تسکین نہ ہوئی اور سب حضرات اٹھ کر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے گھر چلے اور خود ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک واقعہ بیان کیا کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک نے ایک شخص کو گرفتار کیا پھر اس سے کہا کہ یا تو تو اپنی جان سے ہاتھ دھو ڈال یا ان کاموں میں سے کسی ایک کو کر یعنی یا تو شراب پی یا خون ناحق کر یا زنا کر یا سور کا گوشت کھا اس نے غور و تفکر کے بعد جان جانے کے ڈر سے شراب کو ہلکی چیز سمجھ کر پینا منظور کر لیا جب شراب پی لی تو پھر نشہ میں

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الشهادات : باب ماقیل فی شهادة الزور (٢٦٥٤) و کتاب الادب (٥٩٧٦) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الکبائر و اکبرها (٨٧) ترمذی (١٩٠١)]

(2) [سورة الفرقان : آیت ٦٨۔ ٧٠]

(3) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب قتل الولد خشیة ان یاکل معه (٦٠٠١) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان کون الشرك اقبح الذنوب (٨٦) نسائی فی السنن الکبری (٣٤٧٨) مسند احمد (١/ ٤٣١)]

(4) [حسن : تفسیر ابن ابی حاتم (٥١٩٧/٣) طبرانی کبیر (١١٣٧٢۔ ١١٤٩٨) طبرانی اوسط (٣٢٨٥)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ابوامیہ راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (٥/ ٦٧)] تاہم شیخ البانیؒ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔[السلسلة الصحیحة (١٨٥٣)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔]

وہ ان تمام کاموں کو کر گذرا جن سے وہ پہلے رکا تھا حضور ﷺ نے یہ واقعہ گوش گذار فرما کر ہم سے فرمایا جو شخص شراب پیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نمازیں چالیس رات تک قبول نہیں فرماتا اور جو شراب پینے کی حالت میں ہی مرجائے اور اس کے مثانہ میں تھوڑی سی شراب ہو اس پر اللہ جنت کو حرام کر دیتا ہے۔ اگر شراب پینے کے بعد چالیس راتوں کے اندر اندر مرے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے' (1) یہ حدیث غریب ہے' ایک اور حدیث میں جھوٹی قسم کو بھی رسول اللہ ﷺ نے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے۔ (2) (بخاری وغیرہ) ابن ابی حاتم میں جھوٹی قسم کے بیان کے بعد یہ فرمان بھی ہے کہ جو شخص اللہ کی قسم کھا کر کوئی بات کہے اور اس نے مچھر کے پر برابر زیادتی کی اس کے دل میں ایک سیاہ داغ ہو جاتا ہے جو قیامت تک باقی رہتا ہے۔ (3)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ انسان کا اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے لوگوں نے پوچھا حضور ﷺ اپنے ماں باپ کو کیسے گالی دے گا؟ آپ نے فرمایا اس طرح کہ اس نے دوسرے کے باپ کو گالی دی اس نے اس کے باپ کو اس نے اس کی ماں کو برا کہا اس نے اس کی ماں کو۔ بخاری شریف میں ہے سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ پر لعنت کرے لوگوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے فرمایا دوسرے کے ماں باپ کو کہہ کر اپنے ماں باپ کو کہلوانا۔ (4) صحیح حدیث میں ہے مسلمان کو گالی دینا فاسق بنا دیتا ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔ (5) ابن ابی حاتم میں ہے کہ اکبر الکبائر یعنی تمام کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ کسی مسلمان کی آبروریزی کرنا ہے اور ایک گالی کے

---

(1) [حسن: طبرانی اوسط (٣٦٥) مستدرك حاكم (١٤٧/٤)] امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ امام منذریؒ نے طبرانی کی سند کو حسن کہا ہے۔ [الترغيب (٢٨٥/٣)] امام ہیثمیؒ نے بھی اس کے راویوں کو صحیح کے رواۃ قرار دیا ہے سوائے داؤد بن صالح کے اور فرماتے ہیں کہ وہ بھی ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (٨١٧٣)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(2) [صحيح: صحيح بخارى: كتاب الايمان والنذور: باب اليمين الغموس (٦٦٧٥) وكتاب الديات (٦٨٧٠) نسائى: كتاب تحريم الدم: باب ذكر الكبائر (٤٠١٦) ترمذى: كتاب تفسير القرآن (٣٠٢١) مسند احمد (٢٠١/٢)]

(3) [حسن: ترمذى: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة النسآء (٣٠٢٠) مستدرك حاكم (٢٩٦/٤) ابو نعيم فى الحلية (٣٢٧/٧) مسند احمد (٤٩٥/٣) تفسير ابن ابى حاتم (٥١٩٩/٣) الدر المنثور للسيوطى (٢٦٣/٢) طبرانى اوسط (٣٢٣٧/٣)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [فتح البارى (١١٠/١٠)] شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں [المشكاة (٣٧٧٧)]

(4) [صحيح: صحيح بخارى: كتاب الأدب: باب لا يسب الرجل والدية (٥٩٧٣) صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب الكبائر واكبرها (٩٠) ترمذى: كتاب البر والصلة: باب ماجآء فى عقوق الوالدين (١٩٠٢) ابوداؤد: كتاب الادب: باب فى بر الوالدين (٥١٤١) مسند احمد (٢١٤/٢)]

(5) [صحيح: صحيح بخارى: كتاب الايمان: باب خوف المؤمن من ان يحبط عمله (٤٨) صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب بيان قول النبى سباب المسلم (٦٤) نسائى: كتاب التحريم: باب قتال المسلم (٤١٠٩) ابن ماجه: مقدمه (٦٩) مسند احمد (٣٨٥/١)]

بدلے دوگا لیاں دینا ہے۔ (۱)

ترمذی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے دو نمازوں کو عذر کے بغیر جمع کیا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں گھسا۔ (۲) ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی کتاب جو ہمارے سامنے پڑھی گئی اس میں یہ بھی تھا کہ دو نمازیں بغیر شرعی عذر کے جمع کرنا کبیرہ گناہ ہے' اور لڑائی کے میدان سے بھاگ کھڑا ہونا اور لوٹ کھسوٹ کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے' الغرض ظہر عصر یا مغرب عشاء پہلے وقت یا پچھلے وقت بغیر کسی شرعی رخصت کے جمع کر کے پڑھنا کبیرہ گناہ ہے۔ پھر جو شخص کہ بالکل ہی نہ پڑھے اس کے گناہ کا تو کیا ٹھیک ہے؟ چنانچہ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ بندے اور شرک کے درمیان نماز کا چھوڑ دینا ہے' (۳) سنن کی ایک حدیث میں ہے کہ ہم میں اور کافر میں فرق کرنے والی چیز نماز کا چھوڑ دینا ہے' جس نے اسے چھوڑا اس نے کفر کیا' (۴) اور روایت میں آپ کا یہ فرمان بھی منقول ہے کہ جس نے عصر کی نماز ترک کر دی اس کے اعمال غارت ہوئے (۵) اور حدیث میں ہے جس سے عصر کی نماز فوت ہوئی گویا اس کا مال اس کا اہل وعیال بھی ہلاک ہو گئے۔ (۶)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کبیرہ گناہ کیا کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا' اللہ کی نعمت اور اس کی رحمت سے ناامید ہونا اور اس کی خفیہ تدبیروں سے بے خوف ہو جانا اور یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ (۷) اسی کے مثل ایک روایت اور بھی بزار میں مروی ہے لیکن زیادہ ٹھیک یہ ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ ابن مردویہ میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سب سے کبیرہ

---

(۱) [ضعیف : ابوداؤد : کتاب الادب : باب فی الغیبة (٤٨٧٧)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود ، التعلیق الترغیب (٢٩٦/٣)]

(۲) [ضعیف : ترمذی : کتاب الصلاة : باب ماجآء فی الجمع بین الصلاتین (١٨٨) بیهقی (١٦٩/٣) مستدرك حاکم (٢٧٥/١)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔[١٠١/٢] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف ترمذی ، السلسلة الضعیفة (٤٥٨١)] اس کی سند میں ابوعلی رجبی راوی ضعیف ہے۔]

(۳) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترك الصلاة (٨٢)]

(۴) [صحیح : ترمذی : کتاب الایمان : باب ماجآء فی ترك الصلاة (٢٦٢١) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاة : باب ماجآء فیمن ترك الصلاة (١٠٧٩) نسائی : کتاب الصلاة : باب الحکم فی تارك الصلاة (٤٦٤) مسند احمد (٣٤٦/٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[المشکاة (٧٥٤)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۵) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مواقیت الصلاة : باب من ترك العصر (٥٥٣) ابن ماجه (٦٩٤)]

(۶) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مواقیت الصلاة : باب اثم من فاتة العصر (٥٥٢) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب التغلیظ فی تفویت صلاة العصر (٦٢٦) ابن ماجه : کتاب الصلاة : باب المحافظة علی صلاة العصر (٦٨٥) نسائی : کتاب المواقیت : باب التشدید فی تأخیر العصر (٥١٣)]

(۷) [حسن : تفسیر ابن ابی حاتم (٥٢٠١/٣) بزار فی کشف الاستار (١٠٦)] امام سیوطیؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[الدر المنثور (٢٦٤/٢)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

گناہ اللہ عزوجل کے ساتھ بدگمانی کرنا ہے'[1] یہ روایت بہت ہی غریب ہے' پہلے وہ حدیث بھی گذر چکی ہے جس میں ہجرت کے بعد کفرستان میں آ کر بسنے کو بھی کبیرہ گناہ فرمایا ہے' یہ حدیث ابن مردویہ میں ہے' سات کبیرہ گناہوں میں اسے بھی گنا گیا ہے[2] لیکن اس کی اسناد میں اختلاف ہے اور اسے مرفوع کہنا بالکل غلط ہے ٹھیک بات وہی ہے جو تفسیر ابن جریر میں مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفے کی مسجد میں ایک مرتبہ منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ سنا رہے تھے جس میں فرمایا لوگو کبیرہ گناہ سات ہیں اسے سن کر لوگ چیخ اٹھے آپ نے اسی کو پھر دوہرایا پھر دوہرایا پھر فرمایا تم مجھ سے ان کی تفصیل کیوں نہیں پوچھتے؟ لوگوں نے کہا امیر المومنین فرمائیے وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جس جان کو مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اسے مار ڈالنا' پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا' یتیم کا مال کھانا' سودخوری کرنا' لڑائی کے دن پیٹھ دکھانا اور ہجرت کے بعد پھر دارلکفر میں آ بسنا۔ راوی حدیث حضرت محمد بن سہل رحمہ اللہ نے اپنے والد حضرت سہل بن خیثمہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اسے کبیرہ گناہوں میں کیسے داخل کیا تو جواب ملا کہ پیارے بچے اس سے بڑھ کر ستم کیا ہوگا؟ کہ ایک شخص ہجرت کر کے مسلمانوں میں ملے مال غنیمت میں اس کا حصہ مقرر ہو جائے مجاہدین میں اس کا نام درج کر دیا جائے پھر وہ ان تمام چیزوں کو چھوڑ کر اعرابی بن جائے اور دارالکفر میں چلا جائے اور جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا خبردار ہو جاؤ وہ چار ہیں۔ خبردار اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو خون ناحق سے بچو (ہاں شرعی اجازت اور چیز ہے) زناکاری نہ کرو چوری نہ کرو۔[3] وہ حدیث پہلے گذر چکی ہے جس میں ہے کہ وصیت کرنے میں کسی کو نقصان پہنچانا بھی کبیرہ گناہ ہے[4] ابن جریر میں ہے کہ صحابہ نے ایک مرتبہ کبیرہ گناہوں کو دہرایا کہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا' یتیم کا مال کھانا' لڑائی سے بھاگ کھڑا ہونا' پاکدامن بے گناہ عورتوں پر تہمت لگانا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' جھوٹ بولنا' دھوکہ دینا' خیانت کرنا' جادو کرنا' سود کھانا' یہ سب کبیرہ گناہ ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس گناہ کو کیا کہو گے؟ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی

---

[1] [ضعیف : حافظ ابن حجرؒ اور امام عجلونیؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [فتح الباری (٤١١/١٠) کشف الخفاء (١٥٩/١)] اس کی سند میں ابوحذیفہ بخاری راوی (جس کا نام اسحٰق بن بشر ہے) بھی ضعیف ہے۔ امام ابن جوزیؒ نے فرمایا ہے کہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ کذاب ہے۔ امام ابن مدینیؒ، امام ابن عدیؒ اور امام دارقطنیؒ نے بھی اسے کذاب کہا ہے۔[الکامل لابن عدی (٣٣١/١)]

[2] [ضعیف : طبرانی کبیر (١٠٣/١) تفسیر ابن جریر الطبری (٩١٨٠) مجمع الزوائد (١٠٨/١)] اس کی سند میں ابن لھیعہ راوی ضعیف ہے۔]

[3] [حسن : مسند احمد (٣٣٩/٤) نسائی فی السنن الکبری (١١٣٧٣/٦) ابن ابی عاصم فی السنۃ (٩٧٠/٢) طبرانی کبیر (٦٣١٦/٧)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔[مجمع الزوائد (١٠٩/١)] امام حاکمؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[المستدرک (٣٥١/٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [ضعیف : دارقطنی (١٥٧/٤)] حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

قسموں کو تھوڑی تھوڑی قیمت پر بیچتے پھرتے ہیں آخر آیت تک آپ نے تلاوت کی۔ [1] اس کی اسناد میں ضعف ہے اور یہ حدیث حسن ہے پس ان تمام احادیث میں کبیرہ گناہوں کا ذکر موجود ہے۔

اب اس بارے میں سلف صالحین رحمہم اللہ کے جو اقوال ہیں وہ ملاحظہ ہوں ابن جریر میں منقول ہے چند لوگوں نے مصر میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ بہت سی باتیں کتاب اللہ میں ہم ایسی پاتے ہیں کہ جن پر ہمارا عمل نہیں اس لیے ہم امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دریافت کرنا چاہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرو انہیں لے کر مدینہ آئے آپ سے ملے آپ نے پوچھا کب آئے ہو؟ جواب دیا کہ چند دن ہوئے۔ پوچھا اجازت سے آئے ہو؟ اس کا جواب دیا پھر اپنے ساتھ آنے والے لوگوں کا ذکر اور مقصد بیان کیا آپ نے فرمایا انہیں جمع کرو سبھی کو ان کے پاس لائے۔ پھر ان کے پاس آئے پھر ان میں سے ایک سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تجھے اللہ اور اسلام حق کی قسم بتاؤ تم نے پورا قرآن کریم پڑھا ہے؟ اس نے کہا ہاں فرمایا کیا تو نے اسے اپنے دل میں محفوظ کرلیا ہے اسنے کہا نہیں اور اگر ہاں کہتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے کماحقہ دلائل سے عاجز کر دیتے پھر فرمایا کیا تم سب نے قرآن حکیم کے مفہوم کو نگاہوں میں زبان میں اور اعمال میں ڈھال لیا ہے پھر ایک ایک سے یہی سوال کیا پھر فرمایا تم عمر کو اس مشقت میں ڈالنا چاہتے ہو کہ لوگوں کو بالکل کتاب اللہ کے مطابق ہی ٹھیک ٹھاک کر دے ہمارے رب کو پہلے سے ہی ہماری خطاؤں کا علم تھا پھر آپ نے آیت ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا﴾ الخ کی تلاوت کی۔ پھر فرمایا کیا اہل مدینہ کو تمہارے آنے کا مقصد معلوم ہے؟ انہوں نے کہا نہیں فرمایا اگر انہیں بھی اس کا علم ہوتا تو مجھے اس بارے میں انہیں بھی وعظ کرنا پڑتا۔ اس کی اسناد حسن ہیں اور متن بھی حسن ہے گو یہ روایت حسن رحمہ اللہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے جس میں انقطاع ہے لیکن اتنے سے نقصان کو اس کی پوری شہرت کافی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کبیرہ گناہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ شریک کرنا کسی کو مار ڈالنا یتیم کا مال کھانا پاکدامن عورتوں کو تہمت لگانا لڑائی سے بھاگ جانا ہجرت کے بعد دار الکفر میں قیام کر لینا جادو کرنا ماں باپ کی نافرمانی کرنا سود کھانا جماعت سے جدا ہونا خرید و فروخت کا عہد توڑ دینا پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بڑے سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کشادگی سے مایوس ہونا اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا ہے اور اللہ عزوجل کی پوشیدہ تدبیروں سے بے خوف ہونا ہے۔ ابن جریر میں آپ ہی سے روایت ہے کہ سورۂ نساء کی شروع آیت سے لے کر تیس آیتوں تک کبیرہ گناہ کا بیان ہے پھر آپ نے آیت ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا﴾ الخ کی تلاوت کی۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کبیرہ گناہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا ماں باپ کو ناخوش کرنا آسودگی کے بعد کے بچے ہوئے پانی کو حاجت مندوں سے روک رکھنا اپنے پاس کے نر جانور کو کسی کی مادہ کے لیے بغیر کچھ لیے نہ دینا بخاری و مسلم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے بچا ہوا پانی نہ روکا جائے اور نہ بچی ہوئی گھاس روکی جائے [2] اور

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۹۲۲۷)] اس کی سند میں جعفر بن زبیر راوی کذاب ہے۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المساقاۃ : باب من قال ان صاحب الماء احق بالماء (۲۳۵۳) صحیح مسلم : کتاب المساقاۃ : باب تحریم بیع فضل الماء (۱۵۶۶) ترمذی : کتاب البیوع : باب ماجآء فی بیع فضل الماء (۱۲۷۲) مسند احمد (۲/۲۴۴)]

روایت میں ہے تین قسم کے گنہگاروں کی طرف قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہیں ایک وہ شخص جو جنگل میں بچے ہوئے پانی پر قبضہ کر کے مسافروں کو اس سے روکے۔ (۱) مسند احمد میں ہے جو شخص زائد پانی کو اور زائد گھاس کو روکے رکھے اللہ قیامت کے دن اس پر اپنا فضل نہیں کرے گا۔ (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کبیرہ گناہ وہ ہیں جو عورتوں سے بیعت لینے کے ذکر میں بیان ہوئے ہیں یعنی آیت ﴿عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا﴾ (۳) الخ میں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس آیت کو اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان احسانوں میں بیان فرماتے ہیں اور اس پر بڑی خوشنودی کا اظہار فرماتے ہیں یعنی آیت ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا﴾ کو۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے لوگوں نے کہا کبیرہ گناہ سات ہیں آپ نے کئی کئی مرتبہ فرمایا سات سے بھی زیادہ ہیں دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا سات ہلکا درجہ ہے ورنہ ستر ہیں، ایک اور شخص کے کہنے پر آپ نے فرمایا وہ سات سو تک ہیں اور سات بہت ہی قریب ہیں ہاں یہ یاد رکھو کہ استغفار کے بعد کبیرہ گناہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار ہمیشگی اور دوام کرنے سے صغیرہ گناہ صغیرہ نہیں رہتا، اور سند سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جس گناہ پر بھی جہنم کی وعید ہے اللہ تعالیٰ کے غضب یا لعنت یا عذاب کی وعید ہے وہ کبیرہ گناہ ہے اور روایت میں ہے جس کام سے اللہ منع فرمائے اس کا کرنا کبیرہ گناہ ہے یعنی جس کام میں بھی اللہ عزوجل کی نافرمانی ہو وہ بڑا گناہ ہے۔

تابعین کے اقوال بھی ملاحظہ ہوں۔ عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کبیرہ گناہ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، قتل نفس بغیر حق، میدان جہاد میں پیٹھ پھیرنا، یتیم کا مال اڑانا، سود خوری، بہتان بازی، ہجرت کے بعد وطن دوستی، راوی حدیث ابن عون نے اپنے استاد محمد سے پوچھا کیا جادو کبیرہ گناہ میں نہیں؟ فرمایا یہ بہتان میں آ گیا، یہ لفظ بہت سی برائیوں پر مشتمل ہے، حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ نے کبیرہ گناہوں پر آیات قرآنی بھی تلاوت کر کے سنائیں شرک پر ﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ﴾ (۴) الخ، یعنی اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا اور اسے پرندے لپک لے جائیں یا ہوا اسے دور دراز نامعلوم اور بدترین جگہ پھینک دے۔ یتیم کے مال پر ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا﴾ (۵) الخ یعنی جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال ہڑپ کر لیتے ہیں وہ سب پیٹ میں جہنم کے انگارے بھرتے ہیں۔ سود خواری پر ﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا﴾ (۶) الخ، یعنی جو لوگ سود خواری کرتے ہیں وہ قیامت کے دن مخبوط الحواس اور پاگل بن کر کھڑے ہوں گے۔ بہتان پر

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المساقاۃ: باب اثم من منع ابن السبیل من الماء (۲۳۵۸) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمن (۱۰۸) ابن ماجہ: کتاب التجارات: باب ماجاء فی کراھیۃ الایمان (۲۲۰۷)]

(۲) [حسن بالشواھد: مسند احمد (۲/۲۲۱)] شیخ البانی رحمہ اللہ اور شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح الترغیب (۸۹۷) الموسوعۃ الحدیثیۃ (۶۶۷۳)]

(۳) [سورۃ الممتحنۃ: آیت ۱۲] (۴) [سورۃ الحج: آیت ۳۱]

(۵) [سورۃ النسآء: آیت ۱۰] (۶) [سورۃ البقرہ: آیت ۲۷۵]

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ﴾ (١) الخ جولوگ پاکدامن بے خبر باایمان عورتوں پر تہمت لگائیں۔ میدان جنگ سے بھاگنے پر ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا﴾ (٢) الخ۔ ایمان والو! جب کافروں سے مقابلہ ہو جائے تو پیٹھ نہ دکھاؤ۔ ہجرت کے بعد کفرستان میں قیام کرنے پر ﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ﴾ (٣) یعنی لوگ ہدایت کے بعد مرتد ہو جائیں، قتل مومن پر ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا﴾ (٤) یعنی جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر مار ڈالے اس کی سزا جہنم کا ابدی داخلہ ہے۔ حضرت عطا رحمہ اللہ سے بھی کبیرہ گناہوں کا بیان موجود ہے اور اس میں جھوٹی گواہی ہے، حضرت مغیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ کہا جاتا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو برا کہنا بھی کبیرہ گناہ ہے، میں کہتا ہوں علماء کی ایک جماعت نے اسے کافر کہا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہے۔

حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے یہ مروی ہے، امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں یہ باور نہیں کر سکتا کہ کسی کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے (٥) (ترمذی) حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کبائر یہ ہیں۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ کی آیتوں اور اس کے رسولوں سے کفر کرنا، جادو کرنا، اولاد کو مار ڈالنا، اللہ تعالیٰ سے اولاد اور بیوی کو نسبت دینا اور اسی جیسے وہ اعمال اور وہ اقوال ہیں جن کے بعد کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی ہاں کئی ایسے گناہ ہیں جن کے ساتھ دین رہ سکتا ہے اور عمل قبول کیا جا سکتا ہے ایسے گناہوں کو نیکی کے بدلے اللہ عزوجل معاف فرما دیتا ہے، حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا وعدہ ان سے کیا ہے جو کبیرہ گناہوں سے بچیں اور ہم سے یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کبیرہ گناہوں سے بچو ٹھیک ٹھاک اور درست رہو اور خوشخبری سنو۔ مسند عبدالرزاق میں بہ سند صحیح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے بھی ہے۔ (٦)

امام ترمذی رحمہ اللہ بھی اسے حسن صحیح فرماتے ہیں گو اس روایت کی اور سندیں ضعف سے خالی نہیں مگر اس کے جو شواہد ہیں ان میں سے بھی صحیح روایات ہیں مثلاً ایک حدیث میں ہے کیا تم یہ جانتے ہو کہ میری شفاعت صرف متقیوں اور مومنوں کے لیے ہے؟ نہیں نہیں بلکہ وہ خطا کاروں اور گناہوں سے آلودہ لوگوں کے لیے بھی ہے۔ (٧)

---

(١) [سورة النور: آيت ٢٣]
(٢) [سورة الانفال : آيت ١٥]
(٣) [سورة محمد : آيت ٢٥]
(٤) [سورة النسآء : آيت ٩٣]
(٥) [صحيح مقطوع : ترمذى : كتاب المناقب : باب فى مناقب ابى حفص عمر بن الخطاب (٣٦٨٥)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح الاسناد مقطوع کہا ہے۔ [صحيح ترمذى]
(٦) [صحيح : ترمذى : كتاب صفة القيامة والرقائق (٢٤٣٥ ـ ٢٤٣٦) ابن ماجه : كتاب الزهد : باب ذكر الشفاعة (٤٣١٠) مستدرك حاكم (١/٦٩) ابو نعيم فى الحليلة (٣/٢٠٠) صحيح ابن حبان (٦٤٦٧) مسند احمد (٣/٢١٣)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [المشكاة (٥٥٩٩)]
(٧) [صحيح : ابن ماجه: كتاب الزهد : باب ذكر الشفاعة (٤٣١١) مسند احمد (٢/٧٥)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس ﴿ لأنها ﴾ کے جملہ کے علاوہ باقی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجہ]

اب علماء کرام کے اقوال سنیے۔ جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ کبیرہ گناہ کسے کہتے ہیں؟ بعض تو کہتے ہیں کبیرہ گناہ وہ ہیں جس پر حد شرعی ہو۔ بعض کہتے ہیں جس پر قرآن میں یا حدیث میں کسی سزا کا ذکر ہو۔ بعض کا قول ہے جس سے دین داری کم ہوتی ہو اور دیانت داری میں کمی واقع ہوتی ہو۔ قاضی ابو سعید ہروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کا حرام ہونا لفظوں سے ثابت ہو اور جس نافرمانی پر کوئی حد ہو جیسے قتل وغیرہ اسی طرح ہر فریضہ کا ترک اور جھوٹی گواہی اور جھوٹی روایت اور جھوٹی قسم۔ قاضی رویانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کبائر سات ہیں بے وجہ کسی کو مار ڈالنا' زنا' لواطت' شراب نوشی' چوری' غصب' تہمت۔

اور ایک آٹھویں چیز بھی دوسری روایت میں مروی ہے یعنی جھوٹی گواہی اور اسی کے ساتھ یہ بھی شامل کیے گئے ہیں سود خواری' رمضان کے روزے کا بلا عذر ترک کر دینا' جھوٹی قسم' قطع رحمی' ماں باپ کی نافرمانی' جہاد سے بھاگنا' یتیم کا مال کھانا' ماپ تول میں خیانت کرنا' نماز وقت سے پہلے یا وقت گذار کر بے عذر ادا کرنا' مسلمان کو بے وجہ مارنا' رسول اللہ ﷺ پر جان کر جھوٹ باندھنا آپ کے صحابیوں کو گالی دینا اور بے سبب گواہی چھپانا' رشوت لینا' مردوں عورتوں میں ناچاقی کرا دینا' بادشاہ کے پاس چغل خوری کرنا' زکوٰۃ روک لینا' باوجود قدرت کے بھلی باتوں کا حکم نہ کرنا بری باتوں سے نہ روکنا' قرآن سیکھ کر بھول جانا' جاندار چیز کو آگ سے جلانا' عورت کا اپنے خاوند کے پاس بے سبب نہ آنا' رب کی رحمت سے ناامید ہو جانا' اللہ کے مکر سے بے خوف ہو جانا' اہل علم اور عاملان قرآن کی برائیاں کرنا' ظہار کرنا' سور کا گوشت کھانا' مردار کھانا' ہاں اگر بوجہ ضرورت اور اضطرار کے کھایا ہو تو اور بات ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان میں سے بعض میں توقف کی گنجائش ہے؟ کبائر کے بارے میں بزرگان دین نے بہت سی کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں ہمارے شیخ حافظ ابو عبداللہ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی ایک کتاب لکھی ہے جس میں ستر کبیرہ گناہ گنوائے ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے جس پر شارع علیہ السلام نے جہنم کی وعید سنائی ہو۔ اس قسم کے گناہ ہی اگر گنے جائیں تو بہت نکلیں گے اور اگر کبیرہ گناہ ہر اس کام کو کہا جائے جس سے شارع علیہ السلام نے روک دیا ہے تو بہت ہی ہو جائیں گے۔ واللہ اعلم۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا
اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۭ وَسْـَٔـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

اس چیز کی آرزو نہ کرو جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر بزرگی دی ہے' مردوں کا حصہ ہے جو ان کا کیا دھرا ہے' اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا' اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگتے رہو' یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

عورتیں مردوں کے مساوی نہیں: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ مرد جہاد کرتے

ہیں اور ہم عورتیں اس ثواب سے محروم ہیں اسی طرح میراث میں بھی ہمیں بہ نسبت مردوں کے آدھا ملتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [1] (ترمذی) اور روایت میں ہے کہ اس کے بعد پھر آیت ﴿ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ﴾ [2] الخ، اتری۔ [3] اور یہ روایت میں ہے کہ عورتوں نے یہ آرزو کی تھی کہ کاش کہ ہم بھی مرد ہوتے تو جہاد میں جاتے اور روایت میں ہے کہ ایک عورت نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر کہا تھا کہ دیکھئے مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملتا ہے دو عورتوں کی شہادت مثل ایک مرد کے سمجھی جاتی ہے پھر عمل اس طرح ہے ایک نیکی کی آدھی نیکی رہ جاتی ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی، [4] سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مردوں نے کہا تھا کہ جب دوہرے حصے کے مالک ہم ہیں تو دوہرا اجر بھی ہمیں کیوں نہ ملے؟ اور عورتوں نے درخواست کی تھی کہ جب ہم پر جہاد فرض ہی نہیں ہمیں تو شہادت کا ثواب کیوں نہیں ملتا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے دونوں کو روکا اور حکم دیا کہ میرا فضل طلب کرتے رہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسان یہ آرزو نہ کرے کہ کاش کہ فلاں کا مال اور اولاد میرا ہوتا؟ اس پر اس حدیث سے کوئی اشکال ثابت نہیں ہو سکتا جس میں ہے کہ حسد کے قابل صرف دو ہیں ایک مالدار جو راہ اللہ اپنا مال لٹاتا ہے [5] اور دوسرا کہتا ہے کاش کہ میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں بھی اسی طرح فی سبیل اللہ خرچ کرتا رہتا پس یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر میں برابر ہیں اس لیے کہ یہ ممنوع نہیں یعنی ایسی نیکی کی حرص بری نہیں، کسی نیک کام کو حاصل کرنے کی تمنا یا حرص کرنا محمود ہے اس کے برعکس کسی کی چیز اپنے قبضے میں لینے کی نیت کرنا ہر طرح مذموم ہے۔ جس طرح دینی فضیلت حاصل کرنے کی حرص جائز رکھی ہے اور دنیوی فضیلت کی تمنا ناجائز ہے، پھر فرمایا ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا خیر کے بدلے خیر اور شر کے بدلے شر اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق ورثہ دیا جاتا ہے، پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ہم سے ہمارا فضل مانگتے رہا کرو آپس میں ایک دوسرے کی فضیلت کی تمنا بے سود امر ہے ہاں مجھ سے میرا فضل طلب کرو تو میں بخیل نہیں کریم ہوں وہاب ہوں دوں گا اور بہت کچھ دوں گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لوگو! اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب

---

[1] [مسند احمد (۳۲۲/۶) تفسیر ابن جریر الطبری (۹۲۴۱/۸) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة النسآء (۳۰۲۲) طبرانی کبیر (۶۰۹/۲۳) مستدرك حاکم (۳۰۵/۲)] امام حاکمؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ جبکہ امام ترمذیؒ نے اسے مرسل کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، تخریج الظلال (ص : ۲۰۴)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط بھی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۶۷۳۶)]

[2] [سورة ال عمران : آیت ۱۹۵]

[3] [تفسیر ابن ابی حاتم (۵۲۲۴/۳) مستدرك حاکم (۳۰۵/۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۹۲۳۸)]

[4] [تفسیر ابن ابی حاتم (۵۲۲۳/۳)]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب الاغتباط فی العلم والحکمة (۷۳) و کتاب الزکاة (۱۴۰۹) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب فضل من یقوم بالقرآن (۸۱۶) ابن ماجه : کتاب الزهد، باب الحسد (۴۲۰۸) مسند احمد (۳۵۸/۱)]

کرو اللہ سے مانگنا اللہ کو بہت پسند ہے یاد رکھو سب سے اعلیٰ عبادت کشادگی اور وسعت ورحمت کا انتظار کرنا اور اس کی امید رکھنا ہیں۔ (۱) اور روایت میں ہے ایسی امید رکھنے والے اللہ کو بہت بھاتے ہیں۔ اللہ علیم ہے اسے خوب معلوم ہے کہ کون دیئے جانے کے قابل ہے اور کون فقیری کے لائق ہے اور کون آخرت کی نعمتوں کا مستحق ہے اور کون وہاں کی رسوائیوں کا سزاوار ہے اسے اس کے اسباب اور اسے اس کے وسائل وہ مہیا اور آسان کر دیتا ہے۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٣٣﴾ ع ۵

ماں باپ اور قرابت دار جو چھوڑ مریں اس کے وارث ہم نے ہر شخص کے مقرر کر دیئے ہیں' اور جن سے تم نے اپنے ہاتھوں گرہ باندھی انہیں ان کا حصہ دو' حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر ہے ○

وراثت میں موالی' وارث اور عصبہ کی توضیح: بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ موالی سے مراد وارث ہے (۲) بعض کہتے ہیں عصبہ مراد ہے' چچا کی اولاد کو بھی موالی کہا جاتا ہے جیسے حضرت فضل بن عباس کے شعر میں ہے۔ پس مطلب آیت کا یہ ہوا کہ اے لوگو! تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے عصبہ مقرر کر دیئے ہیں جو اس مال کے وارث ہوں گے جسے ان کے ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ مریں اور تمہارے منہ بولے بھائی ہیں تم جن کی قسمیں کھا کر بھائی بنے ہو اور وہ تمہارے بھائی بنے ہیں انہیں ان کی میراث کا حصہ دو جیسے کہ قسموں کے وقت تم میں عہد و پیمان ہو چکا تھا' یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا اور حکم ہوا کہ جن سے عہد و پیمان ہوئے وہ نبھائے جائیں اور بھولے نہ جائیں' لیکن میراث انہیں نہیں ملے گی صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ موالی سے مراد وارث ہیں اور بعد کے جملہ سے مراد یہ ہے کہ مہاجرین جب مدینہ شریف میں تشریف لائے تو یہ دستور تھا کہ ہر مہاجر اپنے انصاری بھائی بند کا وارث ہوتا اس کے ذورحم رشتہ دار وارث نہ ہوتے پس آیت نے اس طریقے کو منسوخ قرار دیا اور حکم ہوا کہ ان کی مدد کرو انہیں فائدہ پہنچاؤ ان کی خیر خواہی کرو لیکن میراث انہیں نہیں ملے گی ہاں وصیت کر جاؤ۔ (۳)

قبل از اسلام یہ دستور تھا کہ دو شخصوں میں عہد و پیمان ہو جاتا تھا کہ میں تیرا وارث اور تو میرا وارث اسی طرح قبائل عرب عہد و پیمان کر لیتے تھے پس حضور علیہ السلام نے فرمایا: جاہلیت کی قسمیں اور عہد و پیمان کو اسلام اور مضبوط کرتا ہے لیکن اب اسلام میں قسمیں اور اس قسم کے عہد نہیں اسے اس آیت نے منسوخ قرار دے دیا اور فرمایا معاہدوں والوں کی بہ نسبت ذی رحم رشتہ دار کتاب اللہ کے حکم سے زیادہ ترجیح کے مستحق ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ

---

(۱) [ضعیف : ترمذی : کتاب الدعوات : باب فی انتظار الفرج وغیر ذلك (۳۵۷۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، السلسلة الضعیفة (۴۹۲)] اس کی سند میں حماد صفار راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

(۲) [تفسیر ابن جریر الطبری (۸/۲۷۰)]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب ولکل جعلنا موالی : ۴۵۸۰]

حضور ﷺ نے جاہلیت کی قسموں اور عہدوں کے بارے میں یہاں تک تاکید فرمائی کہ اگر مجھے سات سرخ اونٹ دیئے جائیں اور اس قسم کے توڑنے کو کہا جائے جو دار الندوہ میں ہوئی تھی تو میں اسے بھی پسند نہیں کرتا۔ (1) ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میں اپنے بچپنے میں اپنے ماموؤں کے ساتھ حلف طیبین میں شامل تھا میں اس قسم کو سرخ اونٹوں کے بدلے میں بھی توڑنا پسند نہیں کرتا پس یاد رہے کہ قریش و انصار میں جو تعلق رسول اللہ ﷺ نے قائم کیا تھا وہ صرف الفت و یگانگت پیدا کرنے کے لیے تھا' (2) لوگوں کے سوال کے جواب میں بھی حضور ﷺ کا یہ فرمان مروی ہے کہ جاہلیت کے حلف نبھاؤ۔ (3) فتح مکہ والے دن بھی آپ نے کھڑے ہو کر اپنے خطبہ میں اسی بات کا اعلان فرمایا۔ (4)

داؤد بن حصین رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت ام سعد بنت ربیع رضی اللہ عنہا سے قرآن پڑھتا تھا میرے ساتھ ان کے پوتے موسیٰ بن سعد بھی پڑھتے تھے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں یتیمی کے ایام گذار رہے تھے میں نے جب اس آیت میں ﴿عَاقَدَتْ﴾ پڑھا تو مجھے میری استانی جی نے روکا اور فرمایا ﴿عَقَدَتْ﴾ پڑھو اور یاد رکھو یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب عبدالرحمٰن اسلام کے منکر تھے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ اسے وارث نہ کریں گے بالآخر جب یہ مسلمانوں کی بے پناہ تلواروں سے اسلام کی طرف آمادہ ہوئے اور مسلمان ہو گئے تو جناب صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ انہیں ان کے ورثے کے حصے سے محروم نہ فرمائیں (5) لیکن یہ قول غریب ہے اور صحیح قول پہلا ہی ہے الغرض اس آیت اور ان احادیث سے ان کا قول ردّ ہوتا ہے جو قسم اور وعدوں کی بنا پر آج بھی ورثہ پہنچنے کے قائل ہیں جیسے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کا خیال ہے اور امام احمد رحمہ اللہ سے بھی اس قسم کی ایک روایت ہے۔

جسے جمہور اور امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ سے صحیح قرار دیا ہے اور مشہور قول کی بنا پر امام احمد رحمہ اللہ بھی اسے صحیح مانتے ہیں' پس آیت میں ارشاد ہے کہ ہر شخص کے وارث اس کے قرابتی لوگ ہیں اور کوئی نہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں حصہ دار وارثوں کو ان کے حصوں کے مطابق دے کر پھر جو بچ رہے تو عصبہ کو ملے (6) اور وارث وہ ہیں جن کا ذکر فرائض کی دو آیتوں میں ہے اور جن سے تم نے مضبوط عہد و پیمان اور قسموں کا تبادلہ کیا ہے یعنی اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے سے انہیں ان کا حصہ دو یعنی میراث کا اور اس کے بعد جو حلف ہو وہ کالعدم ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواہ اس سے پہلے کے وعدے اور قسمیں ہوں خواہ اس آیت کے اترنے کے

---

(1) [صحیح : مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب مواخاة النبی بین اصحابه (۲۵۳۰)]

(2) [صحیح بالشواهد : تفسیر ابن جریر الطبری (۹۲۹۷)]

(3) [صحیح بالشواهد : مسند احمد (۶۱/۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۹۲۹۳)]

(4) [حسن بالشواهد : تفسیر ابن جریر الطبری (۹۲۹۹)]

(5) [ضعیف : اس کی سند میں ابن اسحاق مدلس راوی ہے اور اس نے عن سے روایت بیان کی ہے۔]

(6) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الفرائض : باب میراث الولد من ابیه وامه (۶۷۳۲)، (۶۷۲۵) صحیح مسلم : کتاب الفرائض : باب الحقوا الفرائض باهلها فما بقی (۱۶۱۵) ترمذی : کتاب الفرائض : باب فی میراث العصبة (۲۰۹۸) مسند احمد (۲۹۲/۱)]

بعد ہوں سب کا یہی حکم ہے کہ ایسے حلف برداروں کو میراث نہ ملے۔ اور بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کا حصہ نصرت امداد خیر خواہی اور وصیت ہے میراث نہیں۔ آپ فرماتے ہیں لوگ عہد و پیمان کر لیا کرتے تھے کہ ان میں سے جو پہلے مرے گا بعد والا اس کا وارث بنے گا پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت ﴿ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ ﴾ [1] الخ نازل فرما کر حکم دیا کہ ذی رحم محرم ایک سے ایک اولیٰ ہے البتہ اپنے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرو یعنی اگر ان سے مال کا تیسرا حصہ دینے کی وصیت کر جاؤ تو جائز ہے۔ یہی معروف ومشہور امر اور بہت سے سلف سے بھی مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور ناسخ آیت ﴿ اُولُوا الْاَرْحَامِ ﴾ والی ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہیں ان کا حصہ دو یعنی میراث۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک صاحب کو اپنا مولیٰ بنایا تھا تو انہیں وارث بنایا۔

ابن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت ان لوگوں کے حق میں اتری ہے جو اپنے بیٹوں کے سوا اوروں کو اپنا بیٹا بناتے تھے اور انہیں اپنی جائیداد کا جائز وارث قرار دیتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے ان کا حصہ وصیت میں سے دینے کو فرمایا اور میراث کو موالی یعنی ذی رحم محرم رشتہ داروں کی اور عصبہ کی طرف لوٹا دیا' اور اس سے منع فرمایا اور اسے ناپسند فرمایا کہ صرف زبانی دعوؤں اور بنائے ہوئے بیٹوں کو ورثہ دیا جائے ہاں ان کے لیے وصیت میں سے دینے کو فرمایا۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ انہیں حصہ دو یعنی نصرت نصیحت اور معونت کا یہ نہیں کہ انہیں ان کے ورثہ کا حصہ دو تو یہ معنی کرنے سے پھر آیت کو منسوخ بتلانے کی وجہ باقی نہیں رہتی نہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ حکم پہلے تھا اب نہیں رہا۔ بلکہ آیت کی دلالت صرف اسی امر پر ہے کہ جو عہد و پیمان آپس کی امداد واعانت کے خیر خواہی اور بھلائی کے ہوتے تھے انہیں وفا کرو پس یہ آیت محکم اور غیر منسوخ ہے۔ لیکن امام صاحب کے قول میں ذرا اشکال ہے اس لیے کہ اس میں تو شک نہیں کہ بعض عہد و پیمان صرف نصرت وامداد کے ہی ہوتے تھے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ بعض عہد و پیمان ورثے کے بھی ہوتے تھے جیسے کہ بہت سے سلف صالحین سے مروی ہے اور جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں منقول ہے۔ جس میں انہوں نے صاف فرمایا ہے کہ مہاجر انصار کا وارث ہوتا تھا اس کے قرابتی لوگ وارث نہیں ہوتے تھے نہ ذی رحم رشتہ دار وارث ہوتے تھے یہاں تک کہ یہ منسوخ ہو گیا پھر امام صاحب کیسے فرما سکتے ہیں کہ یہ آیت محکم اور غیر منسوخ ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے

[1] [سورة الانفال: آیت ۷۵]

اپنے مال خرچ کیے ہیں' پس نیک عورتیں فرمانبردار خاوند کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت الٰہی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں' اور جن عورتوں کی نافرمانی اور بددماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو' پھر اگر وہ تابعداری کرنے لگیں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے ○

مردوں کی عورتوں پر افضلیت کی وجوہ: جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ مرد عورت کا حاکم رئیس اور سردار ہے اسے درست اور ٹھیک ٹھاک رکھنے والا ہے اس لیے کہ مرد عورتوں سے افضل ہیں یہی وجہ ہے کہ نبوت ہمیشہ مردوں میں ہی رہی بعینہٖ شرعی طور پر خلیفہ بھی مرد ہی بن سکتا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں وہ لوگ کبھی نجات نہیں پا سکتے جو اپنا والی کسی عورت کو بنائیں۔ [1] (بخاری) اسی طرح ہر طرح کا منصب قضا وغیرہ بھی صرف مردوں کے لائق ہی ہیں۔ دوسری وجہ افضلیت کی یہ ہے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں جو کتاب وسنت سے ان کے ذمہ ہے مثلاً مہر' نان نفقہ اور دیگر ضروریات کا پورا کرنا۔ پس مرد فی نفسہ بھی افضل ہے اور بہ اعتبار نفع کے اور حاجت براری کے بھی اس کا درجہ بڑا ہے۔ اسی بنا پر مرد کو عورت پر سردار مقرر کیا گیا جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ [2] الخ' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو مردوں کی اطاعت کرنی پڑے گی' اس کے بال بچوں کی نگہداشت اس کے مال کی حفاظت وغیرہ اس کا کام ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک عورت نے نبی ﷺ کے سامنے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ اس نے اسے تھپڑ مارا ہے پس آپ نے بدلہ لینے کا حکم دیا ہی تھا جو یہ آیت اتری اور بدلہ نہ دلوایا گیا [3] ایک اور روایت میں ہے کہ ایک انصاری رضی اللہ عنہ اپنی بیوی صاحبہ کو لیے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اس عورت نے حضور ﷺ سے کہا یارسول اللہ ﷺ میرے اس خاوند نے مجھے تھپڑ مارا جس کا نشان اب تک میرے چہرے پر موجود ہے آپ ﷺ نے فرمایا اسے حق نہ تھا وہیں یہ آیت اتری کہ ادب سکھانے کے لیے مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ تو آپ نے فرمایا میں نے اور چاہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اور چاہا۔ [4] شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مال خرچ کرنے سے مراد مہر کا ادا کرنا ہے دیکھو اگر مرد عورت پر زناکاری کی تہمت لگائے تو لعان کا حکم ہے اور اگر عورت اپنے مرد کی نسبت یہ بات کہے اور ثابت نہ کر سکے تو اسے کوڑے لگیں گے۔ پس عورتوں میں سے نیک نفس وہ ہیں جو اپنے خاوندوں کی اطاعت گذار ہوں اپنے نفس اور خاوند کے مال کی حفاظت رکھنے والیاں ہوں جسے خود اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بہتر عورت وہ ہے کہ جب اس کا خاوند اس کی طرف دیکھے وہ اسے خوش کر دے اور جب حکم دے بجا لائے اور جب کہیں باہر جائے تو

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب کتاب النبی الی کسری وقیصر (٤٤٢٥) و کتاب الفتن (٧٠٩٩) نسائی: کتاب آداب القضاۃ: باب النھی عن استعمال النسآء فی الحکم (٥٣٩٠) ترمذی: کتاب الفتن: باب ما جآء من یفلح قوم (٢٢٦٢) مسند احمد (٥/٤٣)]

[2] [سورۃ البقرۃ: آیت ٢٢٨]

[3] [مرسل وضعیف: الواحدی فی اسباب النزول (٣١١) تفسیر ابن جریر الطبری (٩٣٠٥)]

[4] [ضعیف: اس کی سند میں محمد بن محمد بن اشعث راوی ضعیف ہے۔ میزان (٤/ ٣١)]

اپنے نفس کو برائی سے محفوظ رکھے اور اپنے خاوند کے مال کی محافظت کرے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ [1] مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا جب کوئی عورت پانچوں وقت کی نماز ادا کرے رمضان کے روزے رکھے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے تو چاہ جنت میں چلی جا۔ [2]

پھر فرمایا جن عورتوں کی سرکشی سے تم ڈرو یعنی جو تم سے بلند ہونا چاہتی ہو نافرمانی کرتی ہو بے پرواہی برتتی ہو دشمنی رکھتی ہو تو پہلے تو اسے زبانی نصیحت کرو ہر طرح سمجھاؤ اتار چڑھاؤ بتاؤ اللہ کا خوف دلاؤ حقوق زوجیت یاد دلاؤ اس سے کہو کہ دیکھو خاوند کے اتنے حقوق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اگر میں کسی کو حکم کرسکتا کہ وہ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرے کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ سب سے بڑا حق اس پر اسی کا ہے' [3] بخاری شریف میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ [4] صحیح مسلم میں ہے کہ جس رات کوئی عورت روٹھ کر اپنے خاوند کے بستر کو چھوڑے رہے تو صبح تک اللہ کی رحمت کے فرشتے اس پر لعنتیں نازل کرتے رہتے ہیں' [5] تو یہاں ارشاد فرماتا ہے کہ ایسی نافرمان عورتوں کو پہلے تو سمجھاؤ' بجھاؤ پھر بستروں سے الگ کرو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی سلائے تو بستر ہی پر مگر خود اس سے کروٹ موڑ لے اور مجامعت نہ کرے' بات چیت اور کلام بھی ترک کرسکتا ہے اور یہ عورت کی بڑی بھاری سزا ہے' بعض مفسرین فرماتے ہیں ساتھ سلانا ہی چھوڑ دے' حضور علیہ السلام سے سوال ہوتا ہے کہ عورت کا حق اس کے میاں پر کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ جب تو کھا تو اسے بھی کھلا جب تو پہن تو اسے بھی پہنا اس کے منہ پر نہ مار گالیاں نہ دے اور گھر سے الگ نہ کر غصہ میں اگر تو اس سے بطور سزا

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۹۳۲۹) مسند طیالسی (۲۳۲۵)] آیت کے ذکر کے علاوہ باقی روایت صحیح ہے۔ملاحظہ فرمائیے: مسند احمد (۱/۲ ۱۹۱) نسائی فی السنن الکبری (۸۹۶۱) مستدرك حاكم (۱٦١/۲) السلسلة الصحيحة للألبانی (۱۸۳۸)]

[2] [حسن لغیرہ : مسند احمد (۱۹۱/۱) مجمع (۳۰٦/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔[صحيح الترغيب (۲٤۱۱) آداب الزفاف (ص : ۲۱٤)]

[3] [صحیح : مسند احمد (۳۸۱/٤) ابن ماجه : كتاب النكاح : باب حق الزوج على المرأة (۱۸۵۳) مستدرك حاكم (۱۸۷/۲) ابن حبان (الموارد ـ ۱۲۹۱)] امام حاکمؒ ،امام ذہبیؒ اور امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔۔[ارواء الغليل (۷۵۵/۷) السلسلة الصحيحة (۱۲۰۳)]

[4] [صحیح : صحيح بخاری : كتاب بدء الخلق : باب اذا قال احدكم (۳۲۳۷) و كتاب النكاح : باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها (۵۱۹۳) صحيح مسلم : كتاب النكاح : باب تحريم امتناعها من فراش زوجها (۱٤۳٦) ابوداؤد : كتاب النكاح : باب فی حق الزوج على المرأة (۲۱٤۱) مسند احمد (٤۳۹/۲)]

[5] [صحیح : صحیح مسلم (۱٤۳٦ـ ۱۲۰) صحیح بخاری (۵۱۹٤) احمد (۲۵۵/۲)]

بات چیت ترک کرے تو بھی اسے گھر سے نہ نکال (۱) پھر فرمایا اس سے بھی اگر ٹھیک ٹھاک نہ ہو تو تمہیں اجازت ہے کہ یونہی سی ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ سے بھی راہ راست پر لاؤ۔

صحیح مسلم میں نبی ﷺ کے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ہے کہ عورتوں کے بارے میں فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو وہ تمہاری خدمت گذار اور ماتحت ہیں تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ جس کے آنے جانے سے تم خفا ہو اسے نہ آنے دیں اگر وہ ایسا نہ کریں تو انہیں یونہی سی تنبیہہ بھی تم کر سکتے ہو لیکن سخت مار جو ظاہر ہو نہیں مار سکتے تم پر ان کا حق یہ ہے کہ انہیں کھلاتے پلاتے پہناتے اوڑھاتے رہو۔ (۲) پس ایسی مار نہ مارنی چاہیے جس کا نشان باقی رہے جس سے کوئی عضو ٹوٹ جائے یا کوئی زخم آئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر بھی اگر وہ باز نہ آئے تو فدیہ لو اور طلاق دے دو۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کی لونڈیوں کو مارو نہیں اس کے بعد ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ عورتیں آپ کے اس حکم کو سن کر اپنے مردوں پر دلیر ہو گئیں اس پر حضور ﷺ نے انہیں مارنے کی اجازت دی اب مردوں کی طرف سے دھڑ ادھڑ مار پیٹ شروع ہوئی اور بہت سی عورتیں شکایتیں لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں تو آپ نے لوگوں سے فرمایا سنو میرے پاس عورتوں کی فریاد پہنچی یاد رکھو تم میں سے جو اپنی عورتوں کو زدوکوب کرتے ہیں وہ اچھے آدمی نہیں۔ (۳) (ابوداؤد وغیرہ)

حضرت اشعث رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مہمان ہوا اتفاقاً اس روز میاں بیوی میں کچھ ناچاقی ہو گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی صاحبہ کو مارا پھر مجھ سے فرمانے لگے اشعث تین باتیں یاد رکھ جو میں نے آنحضرت ﷺ سے سن کر یاد رکھی ہیں ایک تو یہ کہ مرد سے یہ نہ پوچھا جائے کہ اس نے اپنی عورت کو کس بنا پر مارا؟ دوسری یہ کہ وتر پڑھے بغیر سو نامت اور تیسری بات راوی کے ذہن سے نکل گئی۔ (۴) (نسائی) پھر فرمایا اگر اب بھی عورتیں

---

(۱) [صحیح : ابوداؤد : کتاب النکاح : باب فی حق المرأۃ علی زوجها (۲۱۴۲) ابن ماجه : کتاب النکاح : باب حق المرأة علی الزوج (۱۸۵۰) دارقطنی (۲۶/۳) مسند ابو یعلی (۱۵۶۹/۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، ارواء الغلیل (۲۰۳۳)]

(۲) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الحج : باب حجة النبی (۱۲۱۸) ابن ماجه : کتاب المناسك : باب حجة رسول الله (۳۰۷۴) ابوداؤد : کتاب المناسك : باب صفة حجة النبی (۱۹۰۵)]

(۳) [صحیح : ابوداؤد : کتاب النکاح : باب فی ضرب النساء (۲۱۴۶) ابن ماجه : کتاب النکاح : باب ضرب النسآء (۱۹۸۵) طبرانی کبیر (۷۸۵) حمیدی (۸۷۶/۲) مستدرك حاکم (۱۸۸/۲) بخاری فی التاریخ الکبیر (۴۴۰/۱)] امام حاکمؒ ، امام ذہبیؒ اور امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔[غایة المرام (۲۵) المشکاة (۳۲۶۱)] شیخ عبدالرزاق مہدی، حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۴) [ضعیف : ابوداؤد (۲۱۴۷) ابن ماجه (۱۹۸۶) نسائی فی السنن الکبری (۹۱۶۸/۵) مسند احمد (۲۰/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ارواء (۲۰۳۴) السلسلة الضعیفة (۴۷۷۶)] اس کی سند میں عبد الرحمن مسلی راوی مجہول ہے۔[تہذیب الکمال للمزی]

تمہاری فرمانبردار بن جائیں تو تم ان پر کسی قسم کی سختی نہ کرو نہ مارو پیٹو نہ بیزاری کا اظہار کرو۔ اللہ بلندیوں اور بڑائیوں والا ہے۔ یعنی اگر عورتوں کی طرف سے قصور سرزد ہوئے بغیر یا قصور کے بعد ٹھیک ہو جانے کے باوجود بھی تم نے انہیں ستایا تو یاد رکھو ان کی مدد پر اور ان کا انتقام لینے کے لیے اللہ تعالیٰ ہے اور یقیناً وہ بہت زور آور اور زبردست ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝۳۵

اگر تمہیں میاں بیوی کی آپس کی ان بن کا خوف ہو تو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک عورت کی طرف والوں میں سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ دونوں میں ملاپ کرا دے گا یقیناً اللہ تعالیٰ پورے علم والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے ○

زوجین کے مابین مصالحت: اوپر اس صورت کو بیان فرمایا کہ اگر نافرمانی اور کج بحثی عورتوں کی جانب سے ہو اب یہاں اس صورت کا بیان ہو رہا ہے کہ اگر دونوں ایک دوسرے سے نالاں ہوں تو کیا کیا جائے؟ پس علماء کرام فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں حاکم ثقہ اور سمجھدار شخص کو مقرر کرے جو یہ دیکھے کہ ظلم وزیادتی کس طرف سے ہے؟ پس ظالم کو ظلم سے روکے، اگر اس پر بھی کوئی بہتری کی صورت نہ نکلے تو عورت والوں میں سے ایک اس کی طرف سے اور مرد والوں میں سے ایک بہتر شخص اس کی جانب سے منصف مقرر کر دے اور دونوں مل کر تحقیقات کریں اور جس امر میں مصلحت سمجھیں اس کا فیصلہ کر دیں یعنی خواہ الگ کرا دیں خواہ میل ملاپ کرا دیں۔

لیکن شارع علیہ السلام نے تو اسی امر کی طرف ترغیب دلائی ہے کہ جہاں تک ہو سکے کوشش کریں کہ کوئی شکل نباہ کی نکل آئے۔ اگر ان دونوں کی تحقیق میں خاوند کی طرف سے برائی بہت ہو تو اس کی عورت کو اس سے الگ کر لیں اور اسے مجبور کریں گے کہ اپنی عادت ٹھیک ہونے تک اس سے الگ رہے اور اس کے خرچ اخراجات ادا کرتا رہے اور اگر شرارت عورت کی طرف سے ہو تو اسے نان نفقہ نہیں دلائیں اور خاوند سے ہنسی خوشی بسر کرنے پر مجبور کریں گے۔ اسی طرح اگر وہ طلاق کا فیصلہ دیں تو خاوند کو طلاق دینی پڑے گی۔ اگر وہ آپس میں بسنے کا فیصلہ کریں تو بھی انہیں ماننا پڑے گا' بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو فرماتے ہیں اگر دونوں پنچ اس امر پر متفق ہوں گئے کہ انہیں رضامندی کے ساتھ ایک دوسرے سے اپنے تعلقات نباہنے چاہئیں اور اس فیصلہ کو ایک نے منظور کر لیا اور دوسرا نہیں کرتا اور اسی حالت میں ایک کا انتقال ہو گیا تو جو راضی تھا وہ اس کی جائیداد کا وارث بنے گا لیکن جو ناراض تھا اسے اس کا ورثہ نہیں ملے گا جو راضی تھا۔ (ابن جریر) [1] ایک ایسے ہی جھگڑے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو منصف مقرر کیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر تم ان میں میل ملاپ کرانا چاہو تو میل ہو گا اور اگر جدائی کرانا چاہو تو جدائی ہو جائے گی' ایک روایت میں ہے کہ عقیل بن ابوطالب نے فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ سے نکاح کیا تو اس نے کہا تو میرے پاس آئے گا بھی اور میں ہی تیرا خرچ بھی برداشت کروں گی؟ اب یہ

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۸/۳۲۵)]

ہونے لگا کہ جب عقیل انکے پاس آنا چاہتے تو وہ پوچھتی عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کہاں ہیں؟ یہ فرماتے تیرے بائیں جانب جہنم میں اس پر وہ بگڑ کر اپنے کپڑے ٹھیک کر لیتیں ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور یہ واقعہ بیان کیا خلیفۃ المسلمین اس پر ہنسے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کا پنچ مقرر کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو فرماتے تھے ان دونوں میں علیحدگی کرادی جائے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے بنو عبد مناف میں یہ علیحدگی میں ناپسند کرتا ہوں۔ اب یہ دونوں حضرات حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے گھر آئے دیکھا تو دروازہ بند ہے اور دونوں میاں بیوی اندر ہیں یہ دونوں لوٹ گئے۔ مسند عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ایک میاں بیوی اپنی ناچاقی کا جھگڑا لے کر آئے اس کے ساتھ اس کی برادری کے لوگ تھے اور اس کے ہمراہ اس کے گھرانے کے لوگ بھی، علی رضی اللہ عنہ نے دونوں جماعتوں میں سے ایک ایک کو چنا اور انہیں منصف مقرر کر دیا پھر دونوں پنچوں سے کہا جانتے بھی ہو تمہارا کام کیا ہے؟ تمہارا منصب یہ ہے کہ اگر چاہو دونوں میں اتفاق کرا دو اور اگر چاہو تو الگ الگ کرا دو یہ سن کر عورت نے تو کہا میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی ہوں خواہ ملاپ کی صورت میں ہو خواہ جدائی کی صورت میں مرد کہنے لگا مجھے جدائی نامنظور ہے اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا نہیں نہیں اللہ کی قسم تجھے دونوں صورتیں منظور کرنی پڑیں گی۔

پس علماء کا اجماع ہے کہ ایسی صورت میں ان دونوں منصفوں کو دونوں اختیار رہیں یہاں تک کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ چاہیں دو اور تین طلاقیں بھی دے سکتے ہیں، حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے، ہاں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہیں اجتماع کا اختیار ہے تفریق کا نہیں، حضرت قتادہ اور زید بن اسلم رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے، امام احمد اور ابوثور اور داود رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے ان کی دلیل ﴿اِنۡ يُّرِيۡدَاۤ اِصۡلَاحًا﴾ الخ، والا جملہ ہے کہ ان میں تفریق کا ذکر نہیں، ہاں اگر یہ دونوں دونوں جانب سے وکیل ہیں تو بیشک ان کا حکم جمع اور تفریق دونوں میں نافذ ہوگا تو کسی سے خلاف منقول بھی نہیں اس میں کسی کو پھر یہ بھی خیال رہے کہ یہ دونوں پنچ حاکم کی جانب سے مقرر ہوں گے اور فیصلہ کریں گے چاہے ان سے فریقین ناراض ہوں یا یہ دونوں میاں بیوی کی طرف سے ان کے بنائے ہوئے وکیل ہوں گے، جمہور کا مذہب تو پہلا ہے اور دلیل یہ ہے کہ ان کا نام قرآن حکیم نے حکم رکھا ہے اور حکم کے فیصلے سے کوئی خوش ہو یا ناخوش بہر صورت اس کا فیصلہ قطعی ہوگا آیت کے ظاہری الفاظ بھی جمہور کے ساتھ ہی ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا نیا قول بھی یہی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے، لیکن مخالف گروہ کہتا ہے کہ اگر یہ حکم کی صورت میں ہوتے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خاوند کو کیوں فرماتے؟ کہ جس طرح عورت نے دونوں صورتوں کو ماننے کا اقرار کیا ہے اور اسی طرح تو بھی نہ مانے تو تو جھوٹا ہے۔ واللہ اعلم۔

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں علماء کرام کا اجماع ہے کہ دونوں پنچوں کا قول جب مختلف ہو تو دوسرے کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور اس امر پر بھی اجماع ہے کہ یہ اتفاق کرانا چاہیں تو ان کا فیصلہ نافذ ہے ہاں اگر وہ جدائی کرانا چاہیں تو بھی ان کا فیصلہ نافذ ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے لیکن جمہور کا مذہب یہی ہے کہ اس میں بھی ان کا فیصلہ نافذ ہے گو انہیں وکیل نہ بنایا گیا ہو۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴿۳۶﴾

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ماں باپ سے سلوک و احسان کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں' یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا○

اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق: اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی عبادت کا حکم دیتا ہے اور اپنی توحید کے ماننے کو فرماتا ہے اور اپنے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے روکتا ہے اس لئے کہ جب خالق رزاق نعمتیں دینے والا تمام مخلوق پر ہر وقت ہر حال میں انعام کی بارش برسانے والا صرف وہی ہے تو لائق عبادت بھی صرف وہی ہوا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جانتے ہو اللہ عزوجل کا حق بندوں پر کیا ہے؟ آپ جواب دیتے ہیں اللہ اور اس کا رسول بہت زیادہ جاننے والے ہیں آپ نے فرمایا یہ کہ وہ اسی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں پھر فرمایا جانتے ہو جب بندے یہ کریں تو ان کا حق اللہ تعالیٰ کے ذمہ کیا ہے؟ یہ کہ انہیں وہ عذاب نہ کرے' (۱) پھر فرماتا ہے ماں باپ کے ساتھ احسان کرتے رہو وہی تمہارے عدم سے وجود میں آنے کا سبب بنے ہیں۔ قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ہی ماں باپ سے سلوک و احسان کرنے کا حکم دیا ہے جیسے فرمایا ﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ﴾ (۲) اور ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (۳) یہاں بھی یہ فرما کر پھر حکم دیتا ہے کہ اپنے رشتہ داروں سے بھی سلوک و احسان کرتے رہو۔ حدیث میں ہے مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہی ہے لیکن قریبی رشتہ داروں کو دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے' (۴) پھر حکم ہوتا ہے کہ یتیموں کے ساتھ بھی سلوک و احسان کرو' اس لئے کہ ان کی

---

(۱) [صحيح : صحيح بخاري : كتاب الرقاق : باب من جاهد نفسه في طاعة الله (۶۵۰۰) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب الدليل على أن من مات على التوحيد (۳۰)]

(۲) [سورة لقمان : آيت ۱۴]

(۳) [سورة بني اسرائيل: آيت ۲۳]

(۴) [صحيح : ترمذي : كتاب الزكاة : باب ماجاء في الصدقة على ذي القرابة (۶۵۸) ابن ماجه : كتاب الزكاة : باب فضل الصدقة (۱۸۴۴) نسائي : كتاب الزكاة : باب الصدقة على الاقارب (۲۵۸۳) مسند احمد (۱۷/۴) صحيح ابن خزيمة (۲۳۸۵)] امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ، امام ذہبیؒ اور شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ابن حبان (۳۳۴۴/۸) مستدرك حاكم (۴۰۷/۱) ارواء الغليل (۸۸۳) التعليق الرغيب (۳۲/۲)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔

خبر گیری کرنے والا ان کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنے والا، ان کے ناز، لاڈ اٹھانے والا، انہیں محبت کے ساتھ کھلانے پلانے والا ان کے سر سے اٹھ گیا ہے۔ پھر مسکینوں کیساتھ نیکی کرنے کا ارشاد کیا کہ وہ حاجت مند ہیں خالی ہاتھ ہیں محتاج ہیں ان کی ضرورتیں تم پوری کرو ان کا احتیاج تم رفع کرو ان کے کام تم کر دیا کرو۔ فقیر و مسکین کا پورا بیان سورۂ براۃ کی تفسیر میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

حقوق ہمسائیگی: اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو ان کے ساتھ بھی برتاؤ اور نیک سلوک رکھو خواہ وہ قرابت دار ہوں یا نہ ہوں، خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی و نصرانی ہوں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿جَارِ ذِی الْقُرْبٰی﴾ سے مراد بیوی ہے اور ﴿جَارِ الْجُنُبِ﴾ سے مراد مرد رفیق سفر ہے[1] پڑوسیوں کے حق میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں کچھ سن لیجئے مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام پڑوسیوں کے بارے میں یہاں تک وصیت و نصیحت کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ شاید یہ پڑوسیوں کو وارث بنا دیں گے،[2] فرماتے ہیں بہتر ساتھی اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ خوش سلوک زیادہ ہو اور پڑوسیوں میں سے سب سے بہتر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو ہمسایوں سے نیک سلوک میں زیادہ ہو،[3] فرماتے ہیں انسان کو نہ چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی آسودگی بغیر خود شکم سیر ہو جائے۔[4] ایک مرتبہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا وہ حرام ہے اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے اسے حرام کیا ہے اور قیامت تک وہ حرام رہے گا، آپ نے فرمایا سنو دس عورتوں سے زنا کاری کرنے والا اس شخص سے کم گنہگار ہے جو اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرے پھر دریافت فرمایا تم چوری کی نسبت کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔ اور وہ بھی قیامت تک حرام ہے آپ نے فرمایا سنو دس گھروں سے چوری کرنے والے کا

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۸/۳۴۱)]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب الوصاۃ بالجار (۶۰۱۵) صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ: باب الوصیۃ بالجار والاحسان (۲۶۲۵)]

[3] [**صحیح**: ترمذی: کتاب البر والصلۃ: باب ماجاء فی حق الجوار (۱۹۴۴) مسند احمد (۲/۱۶۷) الادب المفرد (۱۱۵) مستدرک حاکم (۱/۴۴۳) صحیح ابن حبان (۵۱۹)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ امام حاکمؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [السلسلۃ الصحیحۃ (۱۰۳۰)]

[4] [**منقطع ولہ شواہد**: مسند احمد (۱/۵۴) مستدرک حاکم (۴/۱۶۷) مسند ابو یعلی (کما فی مجمع الزوائد (۱۳۵۵۶) الضیاء المقدسی فی المختارۃ (۱/۲۴۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند منقطع ہے مگر ان الفاظ ﴿لا یشبع الرجل دون جارہ﴾ کے صحیح شواہد موجود ہیں جیسا کہ بزار (۱۱۹) طبرانی کبیر (۷۵۱) مسند ابو یعلی (۲۶۹۹) الادب المفرد للبخاری (۱۱۲) وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے ﴿لیس المؤمن الذی یبیت شبعان وجارہ طاو﴾ اور امام منذریؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الترغیب (۳/۳۵۸)] امام حاکمؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [المستدرک (۴/۱۶۷)]

گناہ اس شخص کے گناہ سے ہلکا ہے جو اپنے پڑوسی کے گھر سے کچھ چرا لے [1] بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے حالانکہ اسی ایک نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا پھر کونسا؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی پڑوسن سے زنا کاری کرے۔ [2] ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھر سے چلا وہاں پہنچ کر دیکھتا ہوں کہ ایک صاحب کھڑے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہیں میں نے خیال کیا کہ شاید انہیں آپ سے کچھ کام ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں اور ان سے باتیں ہو رہی ہیں بڑی دیر ہوگئی یہاں تک کہ مجھے آپ کے تھک جانے کے خیال نے بے چین کر دیا بہت دیر کے بعد آپ لوٹے اور میرے پاس آئے میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص نے تو آپ کو بہت دیر کھڑا رکھا میں تو پریشان ہوگیا آپ کے پاؤں تھک گئے ہوں گے، آپ نے فرمایا اچھا تم نے انہیں دیکھا میں نے کہا ہاں خوب اچھی طرح دیکھا فرمایا جانتے ہو وہ کون تھے؟ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے مجھے پڑوسیوں کے حقوق کی تاکید کرتے رہے یہاں تک ان کے حقوق بیان کئے کہ مجھے کھٹکا ہوا غالباً آج تو پڑوسی کو وارث ٹھہرا دیں گے۔ [3] (مسند احمد) مسند عبد بن حمید میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص عوالی مدینہ سے آیا اس وقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اس جگہ نماز پڑھ رہے تھے جہاں جنازوں کی نماز پڑھی جاتی تھی جب آپ فارغ ہوئے تو اس شخص نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ دوسرا شخص کون نماز پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا تم نے انہیں دیکھا؟ اس نے کہا ہاں فرمایا تو نے بہت بڑی بھلائی دیکھی یہ جبرائیل علیہ السلام تھے مجھے پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ عنقریب اسے وارث بنا دیں گے [4] آٹھویں حدیث بزار میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑوسی تین قسم کے ہیں ایک حق والے یعنی ادنیٰ، دو حق والے اور تین حق والے یعنی اعلیٰ، ایک حق والا وہ ہے جو مشرک ہو اور اس سے رشتہ داری نہ ہو، دو حق والا وہ ہے جو مسلمان ہو اور رشتہ دار نہ ہو، ایک حق اسلام دوسرا حق پڑوس، تین حق والا وہ ہے جو مسلمان بھی ہو پڑوسی بھی

---

[1] [صحیح: مسند احمد (٦/٨) طبرانی کبیر (٢٠/٢٥٦) مسند بزار (٦/٢١١٥) تهذیب الکمال للمزی (٢٥/٢٦١) بیهقی فی شعب الایمان (٧/٩٥٥٢)] شیخ البانیؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (٦٥)] امام منذریؒ اور امام ہیثمیؒ نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔[الترغیب (٣/٢٧٩) مجمع الزوائد (٨/١٧١)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الادب: باب قتل الولد خشیة ان یاکل معه (٦٠٠١) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان کون الشرك اقبح الذنوب (٨٦)]

[3] [صحیح: مسند احمد (٥/٣٢) طحاوی فی مشکل الآثار (٤/٢٧)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (٨/١٦٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[ارواء الغلیل (٤٠٣)]

[4] [صحیح بالشواهد: مسند بزار (١٨٩٧) عبد بن حمید (١١٢٩) الادب المفرد للبخاری (١٢٦)] اس کی سند میں فضل بن مبشر راوی ہے جسے امام ابن معینؒ، امام نسائیؒ، امام ابو زرعہؒ اور امام ابو حاتمؒ وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔[الکامل لابن عدی، مجمع الزوائد] تاہم اس کے صحیح شواہد موجود ہیں، ملاحظہ فرمائیے: ارواء الغلیل (٨٩١) صحیح الترغیب (٢٥٧٤) صحیح ابن ماجه (٢٩٦٣) الموسوعة الحدیثیة (٥٥٧٧)]

ہو اور رشتے ناتے کا بھی تو حق اسلام حق ہمسائیگی حق صلہ رحمی تین حق اس کے ہوگئے۔ [1] نویں حدیث مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے دو پڑوسی ہیں میں ایک کو ہدیہ بھیجنا چاہتی ہوں تو کس کو بھجواؤں؟ آپ نے فرمایا جس کا دروازہ قریب ہو۔ [2] دسویں حدیث طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا لوگوں نے آپ کے پانی کو لینا اور ملنا شروع کیا آپ نے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آپ نے فرمایا جسے یہ خوش لگے کہ اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کریں تو اسے چاہیئے کہ جب بھی بات کرے سچ کرے اور جب امانت دیا جائے تو ادا کرے (تفسیر ابن کثیر میں یہ حدیث یہیں پر ختم ہے لیکن شاید اگلا جملہ اس کا سہوارہ گیا ہے وہ یہ کہ اسے چاہیئے پڑوسی کے ساتھ سلوک و احسان کرے۔ [3] مترجم) گیارھویں حدیث مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جو جھگڑا اللہ کے سامنے پیش ہوگا وہ دو پڑوسیوں کا ہوگا۔ [4] پھر حکم ہوتا ہے صاحب بالجنب کے ساتھ سلوک کرنے کا۔ اس سے مراد بہت سے مفسرین کے نزدیک عورت ہے اور بہت فرماتے ہیں مراد سفر کا ساتھی ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد دوست اور ساتھی ہے عام اس سے کہ سفر میں ہو یا قیام کی حالت میں۔ ابن السبیل سے مراد مہمان ہے اور یہ بھی کہ جو سفر میں کہیں ٹھہر گیا ہو اگر مہمان سے بھی یہاں مراد لی جائے کہ سفر میں جاتے جاتے مہمان بنا تو دونوں ایک ہو گئے۔ اس کا پورا بیان سورۃ براۃ کی تفسیر میں آرہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک: پھر غلاموں کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ ان کے ساتھ نیک سلوک رکھو اور اس کے لئے کہ وہ غریب تمہارے ہاتھوں اسیر ہے اس پر تو تمہارا کامل اختیار ہے تو تمہیں چاہیئے کہ اس پر رحم کھاؤ اور اس کی ضروریات کا اپنے امکان بھر خیال رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے آخری مرض الموت میں بھی اپنی امت کو اس کی وصیت فرما گئے۔ فرماتے ہیں لوگو نماز کا اور غلاموں کا خوب خیال رکھنا بار بار اسی کو فرماتے رہے یہاں تک کہ زبان رکنے لگی۔ [5] مسند کی حدیث میں ہے آپ فرماتے ہیں جو خود کھائے وہ بھی صدقہ ہے جو اپنے بچوں کو

---

[1] [ضعیف : مسند بزار (۱۸۹۶) مختصر الزوائد لابن حجر (۱۸۰۴/۲)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عبداللہ بن محمد حارثی راوی وضاع ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۳۵۳۶)] حافظ عراقیؒ نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [تخریج الاحیاء (۱۹۹۸)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الشفعة : باب ای الجوار اقرب (۲۲۵۹) و کتاب الادب : باب حق الجوار فی قرب الابواب (۶۰۲۰) ابوداؤد (۵۱۵۵) مسند احمد (۱۷۵/۶)]

[3] [صحیح : ابو نعیم فی المعرفة (۵/۲) بیهقی فی شعب الایمان (۱۵۳۳/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (۲۹۹۸)]

[4] [حسن : مسند احمد (۱۵۱/٤) طبرانی کبیر (۳۰۳/۱۷)] امام منذریؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ [الترغیب (۳۳۵/۳)] شیخ البانیؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۲۵۶۳) الموسوعة الحدیثیة (۱۷۳۷۲)]

[5] [صحیح : ابن ماجه : کتاب الجنائز : باب ماجاء فی ذکر مرض رسول اللہ (۱۶۲۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [ارواء الغلیل (۲۳۸/۷)]

کھلائے وہ بھی صدقہ ہے جو اپنی بیوی کو کھلائے وہ بھی صدقہ ہے جو اپنے خادم کو کھلائے وہ بھی صدقہ ہے۔ ① مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ اپنے داروغہ سے فرمایا کہ کیا غلاموں کو تم نے ان کی خوراک دے دی؟ اس نے کہا اب تک نہیں دی فرمایا جاؤ دے کر آؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انسان کو یہی گناہ کافی ہے کہ جن کی خوراک کا وہ مالک ہے ان سے روک رکھے۔ ② مسلم میں ہے مملوک ماتحت کا حق ہے کہ اسے کھلایا پلایا پہنایا اوڑھایا جائے اور اس کی طاقت سے زیادہ کام اس سے نہ لیا جائے۔ ③ بخاری شریف میں ہے جب تم میں سے کسی کا خادم اس کا کھانا لے کر آئے تو تمہیں چاہئے کہ اگر ساتھ بٹھا کر نہیں کھلاتے تو کم از کم اسے لقمہ دو لقمہ دے دو خیال کرو کہ اس نے پکانے کی گرمی اور تکلیف اسی نے اٹھائی ہے ④ اور روایت میں ہے کہ چاہئے تو یہ کہ اسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے اور اگر کھانا کم ہو تو لقمہ دو لقمے ہی دے دیا کرو آپ فرماتے ہیں تمہارے غلام بھی تمہارے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے پس جس کے ہاتھ تلے اس کا بھائی ہو اسے اپنے کھانے سے کھلائے اور اپنے پہننے میں سے پہنائے اور ایسا کام نہ کرے کہ وہ عاجز ہو جائے اگر کوئی ایسا مشکل کام آ پڑے تو خود بھی اس کا ساتھ دے۔ ⑤ (بخاری مسلم) پھر فرمایا کہ خود بین، معجب، متکبر، خود پسند، لوگوں پر اپنی فوقیت جتانے والا، اپنے آپ کو تولنے والا، اپنے تئیں دوسروں سے بہتر جاننے والا ہے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ نہیں وہ گو اپنے آپ کو بڑا سمجھے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ذلیل ہے لوگوں کی نظروں میں وہ حقیر ہے بھلا کتنا اندھیر ہے کہ خود تو اگر کسی سے سلوک کرے تو اپنا احسان اس پر رکھے لیکن رب کی نعمتوں کا جو اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھی ہیں شکر بجا نہ لائے لوگوں میں بیٹھ کر فخر کرے کہ میں اتنا بڑا آدمی ہوں میرے پاس یہ بھی ہے اور وہ بھی ہے۔ حضرت ابو رجا ہروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر بد خلق، متکبر اور خود پسند ہوتا ہے پھر اسی آیت کو تلاوت کیا اور فرمایا ہر ماں باپ کا نافرمان سرکش اور بدنصیب ہوتا ہے۔

پھر آپ نے آیت ﴿وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا﴾ ⑥ پڑھی۔ حضرت عوام بن

---

① [حسن: مسند احمد (۱۳۱/٤) بیهقی فی السنن الکبری (۱۷۹/٤) نسائی فی السنن الکبری (۹۱۸۵-۹۲۰٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اس حدیث کو حسن کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۷۱۷۹)]

② [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزکاة: باب فضل النفقة (۹۹٦) ابوداؤد: کتاب الزکاة: باب فی صلة الرحم (۱٦۹۲) مسند احمد (۱٦۰/۲)]

③ [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب اطعام المملوك (۱٦٦۲) مسند احمد (۲٤۷/۲)]

④ [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاطعمة: باب الاکل مع الخادم (٥٤٦۰) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب اطعام المملوك (۱٦٦۳) ابوداؤد (۳۸٤٦)]

⑤ [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان (۳۰) و کتاب العتق (۲٥٤٥) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب اطعام المملوك مما یاکل (۱٦٦۱) ترمذی: کتاب البر والصلة: باب ماجآء فی الاحسان الی الخادم (۱۹٤٥) ابن ماجه: کتاب الادب: باب ماجآء فی الاحسان الی الممالیك (۳٦۹۰) ابوداؤد: کتاب الادب: باب فی حق المملوك (٥۱٥۸) مسند احمد (۱٥۸/٥)]

⑥ [سورة مریم: آیت ۳۲]

حوشب رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں حضرت مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ملی تھی میرے دل میں تمنا تھی کہ کسی وقت خود ابوذر رضی اللہ عنہ سے مل کر اس روایت کو انہی کی زبانی سنوں چنانچہ ایک مرتبہ ملاقات ہوگئی تو میں نے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں کو دوست رکھتا ہے اور تین قسم کے لوگوں کو ناپسند فرماتا ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں یہ سچ ہے میں بھلا اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان کیسے باندھ سکتا ہوں؟ میں نے کہا اچھا پھر وہ تین کون ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ دشمن رکھتا ہے۔ آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا اسے تو تم کتاب اللہ میں پاتے بھی ہو۔[1] بنو جہیم کا ایک شخص رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتا ہے مجھے کچھ نصیحت کیجئے آپ نے فرمایا کپڑا ٹخنے سے نیچا نہ لٹکاؤ کیونکہ یہ تکبر اور خود پسندی ہے جسے اللہ ناپسند رکھتا ہے۔[2]

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ
فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
رِئَاۗءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ
قَرِيْنًا فَسَاۗءَ قَرِيْنًا ۝ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا
مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝

جو لوگ خود بخیلی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخیلی کرنے کو کہتے ہیں اور اللہ نے جو اپنا فضل انہیں دے رکھا ہے اسے چھپاتے ہیں ہم نے ان کافروں کے لئے ذلت کی مار تیار کر رکھی ہے ۝ اور جو لوگ اپنے مال کو لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور جس کا ہم نشین اور ساتھی شیطان ہو پس وہ بدترین ساتھی ہے ۝ بھلا ان کا کیا نقصان تھا اگر یہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے اور اللہ نے انہیں جو دے رکھا ہے' اس کے نام پر دیتے' اللہ خوب جاننے والا ہے ۝

بخیل لوگوں کے لیے وعید: ارشاد ہوتا ہے جو لوگ اللہ کی خوشنودی کے موقعہ پر مال خرچ کرنے سے جی چراتے ہیں مثلاً ماں باپ کو دینا' قرابت داروں سے اچھا سلوک نہیں کرتے' یتیم' مسکین' پڑوسی' رشتہ دار' غیر رشتہ دار پڑوسی' ساتھی' مسافر' غلام' اور ماتحت کو ان کی محتاجی کے وقت فی سبیل للہ نہیں دیتے اتنا ہی نہیں بلکہ لوگوں کو بھی بخل کا اور فی

---

[1] [صحیح: تفسیر ابن ابی حاتم (٥٣١٣/٣) مسند طیالسی (٤٦٨) مستدرك حاکم (٨٨/٢) بیهقی فی شعب الایمان (٩٠٤٩) طبرانی کبیر (١٦٣٧/٢)] امام حاکمؒ اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید ، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: مسند احمد (٦٣/٥۔ ٦٤) ابوداود (٤٠٧٥) ترمذی (٢٧٢١) نسائی فی الکبری (٤٨٦/٥)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٠٦٣٥)]

سبیل اللہ خرچ نہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کونسی بیماری بخل کی بیماری سے بڑھ کر ہے؟[1] اور حدیث میں ہے لوگو بخیلی سے بچو اسی نے تم سے اگلوں کو تاخت وتاراج کیا اسی کے باعث ان سے قطع رحمی اور فسق و فجور جیسے برے کام نمایاں ہوئے[2] پھر فرمایا یہ لوگ ان دونوں برائیوں کے ساتھ ہی ساتھ ایک تیسری برائی کے بھی مرتکب ہیں یعنی اللہ کی نعمتوں کو چھپاتے ہیں انہیں ظاہر نہیں کرتے نہ ان کے کھانے پینے میں وہ ظاہر ہوتی ہیں نہ پہننے اوڑھنے میں نہ دینے لینے میں۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ﴾[3] یعنی انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے اور وہ خود ہی اپنی اس حالت اور اس خصلت پر گواہ ہے پھر ﴿وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ﴾[4] وہ مال کی محبت میں مست ہے۔ پس یہاں بھی فرمان ہے کہ اللہ کے فضل کو یہ چھپاتا رہتا ہے پھر انہیں دھمکایا جاتا ہے کہ کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز عذاب تیار کر رکھے ہیں، کفر کے معنی ہیں پوشیدہ رکھنا اور چھپالینا پس بخیل بھی اللہ کی نعمتوں کا چھپانے والا ان پر پردہ ڈال رکھنے والا بلکہ ان کا انکار کرنے والا ہے پس وہ نعمتوں کا کافر ہوا، حدیث شریف میں ہے اللہ جب کسی بندے پر اپنی نعمت انعام فرماتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس کا اثر اس پر ظاہر ہو[5] دعا نبوی ﷺ میں ہے ﴿وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا عَلَيْكَ قَابِلِيْهَا وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا﴾ اے اللہ ہمیں اپنی نعمتوں پر شکر گذار بنا اور ان کی وجہ سے ہمیں اپنا ثنا خواں بنا ان کا قبول کرنے والا بنا اور ان نعمتوں کو ہمیں بھرپور عطا فرما،[6] بعض سلف کا قول ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے اس بخل کے بارے میں ہے جو وہ اپنی کتاب میں حضرت محمد ﷺ کی صفات کے چھپانے میں کرتے تھے اس لیے اس کے آخر میں ہے کہ کافروں کے لئے ذلت آمیز عذاب ہم نے تیار کر رکھے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ اس آیت کا اطلاق ان پر بھی ہوسکتا ہے لیکن یہ بظاہر یہاں مال کا بخل بیان ہو رہا ہے گو علم کا بخل بھی اس میں بطور اولی داخل ہے۔ خیال کیجئے کہ بیان آیت ﴿اقربـاء ضعفاء﴾ کو مال دینے کے بارے میں ہے اسی طرح اس کے بعد والی آیت میں ریاکاری کے طور پر فی سبیل اللہ مال دینے کی مذمت بھی بیان کی جارہی ہے۔ پہلے ان کا بیان ہوا جو ممسک اور بخیل ہیں کوڑی کوڑی کو دانتوں سے تھام رکھتے ہیں۔

---

[1] [صحیح : بخاری : کتاب المغازی : باب قصة عمان والبحرین (٤٣٨٣)]

[2] [صحیح : مسند احمد (١٩٥/٢) مستدرک حاکم (١١/١) ابوداؤد : کتاب الزکاۃ : باب فی الشح (١٦٩٨)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[3] [سورۃ العادیات: آیت ٦،٧] [4] [سورۃ العادیات : آیت ٨]

[5] [صحیح : مسند احمد (٤٧٣/٣) طبرانی کبیر (٦٢٣/١٩) صحیح ابن حبان (٥٤١٧)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[السلسلة الصحيحة (١٢٩٠/٣، ١٣٢٠)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

[6] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الصلاۃ : باب التشهد (٩٦٩) مستدرک حاکم (٢٦٥/١) صحیح ابن حبان (٩٩٦/٣)] امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ امام ابن حبانؒ اور شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابوداود]

پھر ان کا بیان ہوا جو دیتے ہیں لیکن بدنیتی اور دنیا میں واہ واہ ہونے کی خاطر دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جن تین قسم کے لوگوں سے جہنم کی آگ سلگائی جائے گی وہ یہی ریا کار ہوں گے ریا کار عالم ریا کار غازی، ریا کار سخی ایسا سخی کہے گا باری تعالیٰ تیری ہر ہر راہ میں میں نے اپنا مال خرچ کیا تو اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب ملے گا کہ تو جھوٹا ہے تیرا ارادہ تو صرف یہ تھا کہ تو سخی اور جواد مشہور ہو جائے سو وہ ہو چکا [1] یعنی تیرا مقصود دنیا کی شہرت تھی وہ میں تجھے دنیا میں ہی دے چکا پس تیری مراد حاصل ہو چکی ہے اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تیرے باپ نے اپنی سخاوت سے جو چاہا وہ اسے مل گیا۔ [2]

حضور ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ عبداللہ بن جدعان تو بڑا سخی تھا جس نے مساکین وفقرا کے ساتھ بڑے سلوک کئے اور نام الہ سے بہت غلام آزاد کئے تو کیا اسے ان کا نفع نہ ملے گا؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے تو عمر بھر میں ایک دن بھی نہ کہا کہ اے اللہ میرے گناہوں کو قیامت کے دن معاف فرما دینا۔ [3] اسی لئے یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان کا ایمان اللہ اور قیامت پر نہیں۔ ورنہ شیطان کے پھندے میں نہ پھنس جاتے اور بد کو بھلا نہ سمجھ بیٹھتے یہ شیطان کے ساتھی ہیں اور شیطان ان کا ساتھی ہے۔ ساتھی کی برائی پر ان کی برائی بھی سوچ لو۔ عرب شاعر کہتا ہے

عَنِ الْمَرْءِ لَا تَسْأَلْ وَسَلْ عَنْ قَرِيْنِهٖ فَكُلُّ قَرِيْنٍ بِالْمُقَارِنِ يَقْتَدِيْ

انسان کے بارے میں نہ پوچھ اس کے ساتھیوں کا حال دریافت کر لے۔ ہر ساتھی اپنے ساتھی کا ہی پیروکار ہوتا ہے۔ پھر ارشاد فرماتا ہے کہ انہیں اللہ پر ایمان لانے اور صحیح راہ پر چلنے اور ریا کاری کو چھوڑ دینے اور اخلاص ویقین پر قائم ہو جانے سے کونسی چیز مانع ہے؟ ان کا اس میں کیا نقصان ہے؟ بلکہ سراسر فائدہ ہے کہ ان کی عاقبت سنور جائے گی یہ کیوں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے تنگ دلی کر رہے ہیں۔

اللہ کی محبت اور اس کی رضا مندی حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ اللہ انہیں خوب جانتا ہے ان کی بھلی اور بری نیتوں کا اسے علم ہے اہل توفیق اور غیر اہل توفیق سب اس پر ظاہر ہیں وہ بھلوں کو عمل صالح کی توفیق عطا فرما کر اپنی خوشنودی کے کام ان سے لے کر اپنی قربت انہیں عطا فرماتا ہے اور بروں کو اپنی عالی جناب اور زبردست سرکار سے دھکیل دیتا ہے جس سے ان کی دنیا اور آخرت برباد ہوتی ہے۔ ﴿عَيَاذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ﴾۔

---

[1] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الامارة : باب من قاتل للرياء (١٩٠٥) ترمذی : كتاب الزهد : باب ماجاء في الرياء والسمعة (٢٣٨٢)]

[2] [حسن بالشواهد : مسند احمد (٢٥٨/٤) مسند طيالسي (١٠٣٤) طبراني كبير (٢٥٠) صحيح ابن حبان (٣٣٢) مستدرك حاكم (٢٤٠/٤)] امام حاکمؒ نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ مسند احمد کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (١٢٤/١)]

[3] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب الدليل على ان من مات على الكفر لا ينفعه عمل (٢١٤)]

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ
أَجْرًا عَظِيمًا ۝ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝
يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ
اللَّهَ حَدِيثًا ۝

بیشک اللہ تعالیٰ ایک ذرے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہو تو اسے دوگنی کر دیتا ہے اور خاص اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب دیتا ہے ○ پس کیا حال ہوگا جس وقت کہ ہر امت میں سے ایک گواہ ہم لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے ○ جس روز کافر اور رسول کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش کہ انہیں زمین کے ساتھ ہموار کر دیا جاتا' اور اللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے ○

اللہ ظالم نہیں: باری تعالیٰ رب العالمین فرماتا ہے کہ میں کسی پر ظلم نہیں کرتا' کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا' بلکہ بڑھا چڑھا کر قیامت کے روز اس کا اجر وثواب عطا فرماؤں گا جیسے فرمایا تھا ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ﴾ [1] الخ' ہم عدل کی ترازو رکھیں گے۔ اور فرمایا کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا تھا ﴿يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ﴾ [2] الخ' اے بیٹے اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو گو وہ کسی پتھر میں یا آسمانوں میں ہو یا زمین کے اندر ہو اللہ اسے لا حاضر کرے گا' بیشک اللہ تعالیٰ باریک بین خبردار ہے۔ اور جگہ فرمایا: ﴿يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ﴾ [3] الخ' اس دن لوگ اپنے مختلف احوال پر لوٹیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں' پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا' بخاری ومسلم کی شفاعت کے ذکر والی مطول حدیث میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا لوٹ کر جاؤ اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان دیکھو اسے جہنم سے نکال لاؤ۔ [4] پس بہت سی مخلوق جہنم سے آزاد ہوگی حضرت ابوسعید یہ حدیث بیان فرما کر فرماتے ہیں اگر تم چاہو تو آیت قرانی کے اس جملے کو پڑھ لو ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ الخ' ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان مروی ہے کہ قیامت کے دن کسی اللہ کے بندے یا بندی کو لایا جائے گا اور ایک پکارنے والا تمام اہل محشر کو سنا کر با آواز بلند کہے گا یہ فلاں کا بیٹا یا بیٹی ہے اس کا نام یہ ہے جس کسی کا کوئی حق اس کے ذمہ باقی ہو وہ آئے اور لے جائے اس وقت یہ حالت ہوگی کہ عورت چاہے گی کہ اس کا کوئی حق اس کے باپ پر یا ماں پر یا بھائی یا شوہر پر ہو تو دوڑ کر آئے اور لے۔ رشتے ناتے کٹ جائیں گے کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا اللہ تعالیٰ اپنا جو حق چاہے معاف فرما دے گا لیکن لوگوں کے حقوق میں سے کوئی حق معاف نہ فرمائے گا' اسی طرح جب حقدار آجائیں گے تو کہا جائے گا کہ ان کے حق ادا کر یہ

---

[1] [سورة الانبياء : آيت ٤٧] [2] [سورة لقمان : آيت ١٦] [3] [سورة الزلزلة : آيت ٦_٨]

[4] [صحیح : صحيح بخارى : كتاب التوحيد : باب قول الله : وجوه يومئذ ناظرة (٧٤٣٩) صحيح مسلم : كتاب الايمان : باب معرفة طريق الرؤية (١٨٣) مسند احمد (٣/١٦)]

کہے گا دنیا تو ختم ہو چکی ہے آج میرے ہاتھ میں کیا ہے جو میں دوں؟ پس اس کے نیک اعمال لئے جائیں گے اور حقداروں کو دیئے جائیں گے اور ہر ایک کا حق اسی طرح ادا کیا جائے گا۔ اب یہ شخص اگر اللہ کا دوست ہے تو اس کے پاس ایک رائی کے دانے کے برابر نیکی بچ رہے گی جسے بڑھا چڑھا کر صرف اسی کی بناء پر اللہ تعالیٰ اسے جنت میں لے جائے گا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور اگر وہ بندہ اللہ کا دوست نہیں ہے بلکہ بد بخت اور سرکش ہے تو یہ حال ہوگا کہ فرشتہ کہے گا کہ باری تعالیٰ اس کی سب نیکیاں ختم ہو گئیں اور ابھی حقدار باقی رہ گئے حکم ہوگا کہ ان کی برائیاں لے کر اس پر لاد دو پھر اسے جہنم واصل کر دو اعاذ نا اللہ منہا۔ اس موقوف اثر کے بعض شواہد مرفوع احادیث میں بھی موجود ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ آیت ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ [1] اعراب کے بارے میں اتری ہے۔ اس پر ان سے سوال ہوا کہ پھر مہاجرین کے بارے میں کیا ہے آپ نے فرمایا اس سے بہت اچھی آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ﴾ الخ۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشرک کے بھی عذابوں میں اس کے باعث کمی کر دی جاتی ہے ہاں جہنم سے نکلے گا نہیں، چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے چچا ابو طالب آپ کے پشت پناہ بنے ہوئے تھے آپ کو لوگوں کی ایذاؤں سے بچاتے رہتے تھے آپ کی طرف سے ان سے لڑتے تھے تو کیا انہیں کچھ نفع بھی پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں وہ بہت تھوڑی سی آگ میں ہے اور اگر میرا یہ تعلق نہ ہوتا تو جہنم کے نیچے کے طبقے میں ہوتا۔ [2] لیکن یہ بہت ممکن ہے کہ یہ فائدہ ابو طالب کے لئے ہی ہو یعنی اور کفار اس حکم میں نہ ہوں اس لئے کہ مسند طیالسی کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ مومن کی کسی نیکی پر ظلم نہیں کرتا دنیا میں روزی رزق وغیرہ کی صورت میں اس کا بدلہ ملتا ہے اور آخرت میں اجر اور ثواب کی شکل میں بدلہ ملے گا۔ ہاں کافر تو اپنی نیکی دنیا میں ہی کھا جاتا ہے قیامت کے دن اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہو گی۔ [3] اجر عظیم سے مراد اس آیت میں جنت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم لطف و رحم سے اپنی رضا مندی عطا فرمائے اور جنت نصیب کرے۔ آمین۔ مسند احمد کی ایک غریب حدیث میں ہے حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے خبر ملی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو ایک نیکی کے بدلے ایک لاکھ نیکی کا ثواب دے گا مجھے بڑا تعجب ہوا اور میں نے کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تم سب سے زیادہ میں رہا ہوں میں نے تو کبھی آپ سے یہ حدیث نہیں سنی اب میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ جاؤں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مل کر ان سے خود پوچھ آؤں چنانچہ میں نے سامان سفر درست کیا اور اس روایت کی چھان بین کے لئے روانہ ہوا معلوم ہوا کہ وہ تو حج کو گئے ہیں تو میں بھی حج کی نیت سے وہاں پہنچا ملاقات ہوئی تو میں نے کہا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۱۶۰]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب قصۃ ابی طالب، صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب ذکر شفاعۃ النبی لابی طالب (۲۰۹)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب جزاء المؤمن (۲۸۰۸) مسند احمد (۱۲۳/۳)]

میں نے سنا آپ نے ایسی حدیث بیان کی ہے؟ کیا یہ سچ ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تمہیں تعجب معلوم ہوتا ہے؟ تم نے قرآن میں نہیں پڑھا؟ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص اللہ کو اچھا قرض دے اللہ اسے بہت بہت بڑھا کر عنایت فرماتا ہے اور دوسری آیت میں ساری دنیا کو کم کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ ایک نیکی کو بڑھا کر اس کے بدلے دو لاکھ ملیں گے۔ (1) یہ حدیث اور طریقوں سے بھی مروی ہے۔

پھر قیامت کے دن کی سختی اور ہولنا کی بیان فرمار ہا ہے کہ اس دن انبیاء علیہم السلام کو بطور گواہ پیش کیا جائے گا جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِیْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ﴾ (2) زمین اپنے رب کے نور سے چمکنے لگے گی نامہ اعمال دیئے جائیں گے اور نبیوں اور گواہوں کو لا کھڑا کیا جائے گا۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿وَیَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا عَلَیْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (3) الخ، ہر امت پر انہی میں سے ہم گواہ کھڑا کریں گے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے کچھ قرآن پڑھ کر سناؤ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو کیا پڑھ کر سناؤں گا آپ ہی پر تو اترا ہے فرمایا ہاں لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ دوسرے سے سنوں پس میں نے سورہ نساء کی تلاوت شروع کی پڑھتے پڑھتے جب میں نے اس آیت ﴿فَكَیْفَ﴾ کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا بس کرو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (4) حضرت محمد بن فضالہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی ظفر کے پاس رسول اللہ ﷺ آئے اور ایک چٹان پر بیٹھ گئے جواب تک ان کے محلے میں ہے آپ کے ساتھ ابن مسعود، معاذ بن جبل اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے آپ نے ایک قاری سے فرمایا قرآن پڑھو وہ پڑھتے پڑھتے جب اس آیت ﴿فَكَیْفَ﴾ تک پہنچا تو آپ اس قدر روئے کہ دونوں رخسار اور داڑھی تر ہوگئی اور عرض کرنے لگے یا رب جو موجود ہیں ان پر تو خیر میری گواہی ہوگی لیکن جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہی نہیں ان کی بابت کیسے؟۔ (5) (ابن ابی حاتم) ابن جریر میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں ان پر گواہ ہوں جب تک کہ ان میں ہوں پس جب تو مجھے فوت کرے گا تو تو ہی ان پر نگہبان ہے" (6) ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تذکرہ میں باب باندھا ہے کہ نبی ﷺ کی اپنی

---

(1) [ضعیف: مسند احمد (۲/ ۵۲۱)] اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔]

(2) [سورة الزمر: آیت ٦٩] (3) [سورة النحل: آیت ٨٩]

(4) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن: باب قول المقری للقاری حسبك (۵۰۵۰) صحیح مسلم: کتاب صلاة المسافرین: باب فضل استماع القرآن (۸۰۰) مسند احمد (۱/ ۳۸۰)]

(5) [حسن: مسند احمد (۳۷۴/۱) طبرانی کبیر (۲۴۳/۱۹) تفسیر ابن ابی حاتم (۵۳۴۴/۳) بخاری فی التاریخ الکبیر (۱۶/۱)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔[مجمع الزوائد (۷/۷)] امام سیوطیؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔[الدر المنثور (۲/ ۲۹۱)]

(6) [صحیح: تفسیر ابن جریر الطبری (۹۵۲۰) طبرانی کبیر (۹۷۸۱/۱۰) مستدرك حاکم (۳۱۹/۳)] امام حاکمؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۲۲/۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ محمد شاذلی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔]

امت پر شہادت کے بارے میں کیا آیا ہے؟ اس میں حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کا یہ قول لائے ہیں کہ ہر دن صبح شام نبی ﷺ پر آپ کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں مع ناموں کے پس آپ قیامت کے دن ان سب پر گواہی دیں گے پھر یہی آیت تلاوت فرمائی لیکن اولاً تو یہ حضرت سعید کا اپنا قول ہے، دوسرے یہ کہ اس کی سند میں انقطاع ہے، اس میں ایک راوی مبہم ہے جس کا نام ہی نہیں تیسرے یہ حدیث مرفوع کر کے بیان ہی نہیں کرتے۔

ہاں امام قرطبی رحمہ اللہ اس کو قبول کرتے ہیں وہ اس کے لانے کے بعد فرماتے ہیں کہ پہلے گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر پیر اور ہر جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں پس انبیاء علیہم السلام پر اور ماں باپ پر ہر جمعہ کو پیش کیے جاتے ہیں اور اس میں کوئی تعارض نہیں ممکن ہے کہ ہمارے نبی ﷺ پر ہر جمعہ کو بھی پیش ہوتے ہوں اور ہر دن کو بھی (ٹھیک یہی ہے کہ یہ بات صحت کے ساتھ ثابت نہیں واللہ اعلم۔ مترجم)

پھر فرماتا ہے کہ اس دن کافر اور نافرمان رسول آرزو کرے گا کہ کاش کہ زمین پھٹ جاتی اور یہ اس میں سما جاتا پھر زمین برابر ہو جاتی کیونکہ نا قابل برداشت ہولنا کیوں رسوائیوں اور ڈانٹ ڈپٹ سے گھبرا اٹھے گا جیسے اور آیت میں ہے ﴿يَوْمَ يَنظُرُ الْمَرْءُ﴾ [1] الخ، جس دن انسان اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال کو اپنی آنکھوں دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کاش کہ میں مٹی ہو گیا ہوتا۔

پھر فرمایا یہ ان تمام بدافعالیوں کا اس دن اقرار کریں گے جو انہوں نے کی تھیں اور ایک چیز بھی پوشیدہ نہ رکھیں گے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا حضرت ایک جگہ تو قرآن میں ہے کہ مشرکین قیامت کے دن کہیں گے ﴿وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ﴾ [2] اللہ تعالیٰ کی قسم رب کی قسم ہم نے شرک نہیں کیا اور دوسری جگہ ہے کہ ﴿وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا﴾ [3] اللہ سے ایک بات بھی نہ چھپائیں گے پھر ان دونوں آیتوں کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا اور وقت ہے اس کا وقت اور ہے اور جب موحدوں کو جنت میں جاتے ہوئے دیکھیں گے تو کہیں گے آؤ تم بھی اپنے شرک کا انکار کرو کیا عجب کام چل جائے پھر ان کے منہ پر مہریں لگ جائیں گی اور ہاتھ پاؤں بولنے لگیں گے اب اللہ تعالیٰ سے ایک بات بھی نہ چھپائیں گے۔ (ابن جریر) مسند عبدالرزاق میں ہے کہ اس شخص نے آ کر کہا تھا بہت سی چیزیں مجھ پر قرآن میں مختلف ہوتی ہیں تو آپ نے فرمایا کیا مطلب تجھے کیا قرآن میں شک ہے؟ اس نے کہا شک تو نہیں ہاں میری سمجھ میں اختلاف نظر آ رہا ہے آپ نے فرمایا جہاں جہاں اختلاف تجھے نظر آیا ہو ان مقامات کو پیش کر تو اس نے یہ دو آیتیں پیش کیں کہ ایک سے چھپانا ثابت ہوتا ہے دوسرے سے نہ چھپانا پایا جاتا ہے تو آپ نے اسے یہ جواب دے کر دونوں آیتوں کی تطبیق سمجھا دی۔ ایک اور روایت میں سائل کا نام بھی آیا ہے کہ وہ نافع بن ازرق تھے یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ شاید تم کسی ایسی مجلس سے آ رہے ہو جہاں ان کا تذکرہ ہو رہا ہو گا یا تم نے کیا ہو گا کہ میں جاتا ہوں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کرتا ہوں اگر میرا گمان صحیح ہے تو تمہیں لازم ہے کہ جواب سن کر انہیں بھی جا کر سنا دو پھر یہی جواب دیا۔

---

[1] [سورة نبا : آيت ٤٠] [2] [سورة الانعام : آيت ٢٣] [3] [سورة النساء : آيت ٤٢]

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ
وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ
اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا
صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

اے ایمان والو تم جب نشے میں مست ہو تو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ جب تک کہ اپنی بات کو نہ سمجھنے لگو اور نہ جنابت کی حالت میں جب تک کہ غسل نہ کر لو ہاں اگر راہ چلتے مسافر ہو تو اور بات ہے اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی پاخانے سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اپنے منہ اور اپنے ہاتھ مل لو بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے اور بخشنے والا ہے ○

بتدریج شراب کی حرمت: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ایمان دار بندوں کو نشے کی حالت میں نماز پڑھنے سے روک رہا ہے کیونکہ اس وقت نمازی کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا اور ساتھ ہی محل نماز یعنی مسجد میں آنے سے روکا جا رہا ہے اور ساتھ ہی جنبی شخص جسے نہانے کی حاجت ہو محل نماز یعنی مسجد میں آنے سے روکا جا رہا ہے۔ ہاں ایسا شخص کسی کام کی وجہ سے مسجد کے ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل جائے تو جائز ہے‘ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جانے کا حکم شراب کی حرمت سے پہلے تھا جیسے اس حدیث سے ظاہر ہے جو ہم نے سورہ بقرہ کی آیت ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ [1] الخ‘ کی تفسیر میں بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے جب وہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے تلاوت کی تو آپ نے دعا مانگی کہ اے اللہ شراب کے بارے میں اور صاف صاف بیان نازل فرما پھر نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جانے کی یہ آیت اتری اس پر نمازوں کے وقت اس کا پینا لوگوں نے چھوڑ دیا اسے سن کر بھی جناب فاروق رضی اللہ عنہ نے یہی دعا مانگی تو آیت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ سے ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ [2] تک نازل ہوئی جس میں شراب سے بچنے کا حکم صاف موجود ہے اسے سن کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم باز آئے اسی روایت کی ایک سند میں ہے کہ جب سورہ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی اور نشے کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت ہوئی اس وقت یہ دستور تھا کہ جب نماز کھڑی ہوتی تو ایک شخص آواز لگاتا کہ کوئی نشہ والا نماز کے قریب نہ آئے۔ [3] ابن ماجہ شریف میں ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے بارے میں چار آیتیں نازل ہوئیں ہیں۔ ایک انصاری نے بہت سے لوگوں کی دعوت کی ہم سب نے خوب کھایا پیا پھر شرابیں پیں اور مخمور ہو گئے پھر آپس میں فخر جتانے لگے ایک شخص نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اٹھا کر حضرت

---

[1] [سورة البقره : آیت ۲۱۹]
[2] [سورة المائده : آیت ۹۰، ۹۱]

[3] **[صحیح]** : ابوداؤد : كتاب الاشربة : باب في تحريم الخمر (۳۶۷۰) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة المائده (۳۰۴۹) مسند احمد (۳۱/۱) شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، صحیح ترمذی]

سعد رضی اللہ عنہ کو ماری جس سے ناک پر زخم آیا اور اس کا نشان باقی رہ گیا اس وقت تک شراب کو اسلام نے حرام نہیں کیا تھا پس یہ آیت نازل ہوئی یہ حدیث مسلم شریف میں بھی پوری مروی ہے۔ (1)

ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دعوت کی لوگ گئے سب نے کھانا کھایا پھر شراب پی اور مست ہو گئے اتنے میں نماز کا وقت آ گیا ایک شخص کو امام بنایا اس نے نماز میں سورہ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ میں اس طرح پڑھا ﴿مَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ﴾ اس پر یہ آیت اتری اور نشے کی حالت میں نماز کا پڑھنا منع کیا گیا۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور حسن ہے۔ (2) ابن جریر کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور تیسرے ایک اور صاحب نے شراب پی اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نماز میں امام بنائے گئے اور قرآن کی قرات غلط ملط کر دی اس پر یہ آیت اتری۔ ابوداؤد اور نسائی میں بھی یہ روایت ہے۔ (3) ابن جریر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امامت کی اور جس طرح پڑھنا چاہئے تھا نہ پڑھ سکے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (4) اور ایک روایت میں مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف نے امامت کرائی اور اس طرح پڑھا ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ○ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ○ وَأَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ○ وَأَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ○ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ○﴾ پس یہ آیت نازل ہوئی اور اس حالت میں نماز پڑھنا حرام کر دیا گیا (5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں شراب کی حرمت سے پہلے لوگ نشہ کی حالت میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے پس اس آیت سے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا گیا۔ (ابن جریر) حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے نازل ہونے کے بعد لوگ اس سے رک گئے پھر شراب کی مطلق حرمت نازل ہونے کے بعد لوگ اس سے بالکل تائب ہو گئے۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے شراب کا نشہ مراد نہیں بلکہ نیند کا خمار مراد ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ٹھیک یہی ہے کہ مراد اس سے شراب کا نشہ ہے اور یہاں خطاب ان سے کیا گیا ہے جو نشہ میں ہیں لیکن اتنے نشہ میں نہیں کہ احکام شرع ان پر جاری ہی نہ ہو سکیں کیونکہ نشے کی ایسی حالت والا شخص مجنون کے حکم میں ہے۔ بہت سے اصولی حضرات کا قول ہے کہ خطاب ان لوگوں سے ہے جو کلام کو سمجھ سکیں ایسے نشہ والوں کی طرف نہیں جو سمجھتے ہی نہیں کہ ان سے کیا کہا جا رہا ہے اس لئے کہ خطاب کا سمجھنا شرط ہے تکلیف کی' اور بھی کہا گیا ہے کہ گو الفاظ یہ ہیں کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو لیکن مراد یہ

---

(1) [صحيح : صحيح مسلم : كتاب فضائل الصحابة : باب في فضل سعد بن ابي وقاص (١٧٤٨) مسند احمد (١/ ١٨٥- ١٨٦)]

(2) [صحيح : تفسير ابن جرير الطبري (٩٥٢٦) ابوداؤد : كتاب الاشربة : باب تحريم الخمر (٣٦٧١) ترمذي : كتاب تفسير القرآن (٣٠٢٦) مستدرك حاكم (٢/ ٣٠٧) الضياء في المختارة (٢/ ٥٦٧)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود]

(3) [أيضا]

(4) [صحيح بالشواهد : تفسير ابن جرير الطبري (٨/ ٩٥٢٥)]

(5) [صحيح بالشواهد : تفسير ابن جرير الطبري (٨/ ٩٥٢٦)]

ہے کہ نشے کی چیز کھاؤ پیو بھی نہیں اس لئے کہ دن رات میں پانچ وقت نماز فرض ہے تو کیسے ممکن ہے کہ ایک شرابی ان پانچوں وقت کی نمازیں ٹھیک وقت پر ادا کر سکے حالانکہ شراب برابر پی رہا ہے واللہ اعلم۔ پس یہ حکم بھی اسی طرح ہوگا جس طرح یہ حکم ہے کہ ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرنا تم مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو تو اس سے مراد یہ کہ ایسی تیاری ہر وقت رکھو اور ایسے پاکیزہ اعمال ہر وقت کرتے رہو کہ جب تمہیں موت آئے تو اسلام پر دم نکلے یہ جو اس آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ یہاں تک کہ تم معلوم کر سکو جو تم کہہ رہے ہو' یہ نشہ کی حد ہے یعنی نشہ کی حالت میں اس شخص کو سمجھا جائے گا جو اپنی بات نہ سمجھ سکے نشہ والا انسان قرات میں غلط ملط کر دے گا اسے سوچنے سمجھنے اور غور و فکر کرنے کا موقعہ نہ ملے گا نہ ہی اسے عاجزی اور خشوع و خضوع حاصل ہو سکتا ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے اگر کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو اسے چاہئے کہ وہ نماز چھوڑ کر سو جائے جب تک کہ وہ جاننے لگے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ [1] بخاری اور نسائی میں یہ حدیث ہے اور اس کے بعض طریق میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ممکن ہے کہ چاہے تو وہ اپنے لئے استغفار کرے لیکن اس کی زبان سے اس کے خلاف نکلے۔ [2]

مسجد کے آداب اور تیمّم: پھر فرمان ہے کہ جنبی نماز کے قریب نہ جائے جب تک غسل نہ کر لے ہاں بطور گذر جانے کے مسجد میں سے گذرنا جائز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایسی ناپاکی کی حالت میں مسجد میں جانا ناجائز ہے ہاں مسجد کی ایک طرف سے نکل جانے میں کوئی حرج نہیں مسجد میں بیٹھے نہیں [3] اور بھی بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا یہی قول ہے حضرت یزید بن ابو حبیب فرماتے ہیں بعض انصار جو مسجد کے گرد رہتے تھے اور جنبی ہوتے تھے گھر میں پانی نہیں ہوتا تھا اور گھر کے دروازے مسجد سے متصل تھے انہیں اجازت مل گئی کہ مسجد سے اسی حالت میں گذر سکتے ہیں۔ [4] بخاری شریف کی ایک حدیث سے یہ بھی بات صاف طور پر ثابت ہوتی ہے کہ لوگوں کے گھروں کے دروازے مسجد میں تھے چنانچہ حضور ﷺ نے اپنے آخری مرض الموت میں فرمایا تھا کہ مسجد میں جن جن لوگوں کے دروازے پڑتے ہیں سب کو بند کر دو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دروازہ رہنے دو۔ [5] اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے بعد آپ کے جانشین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے تو انہیں ہر وقت اور بکثرت مسجد میں آنے جانے کی ضرورت رہے گی تاکہ مسلمانوں کے اہم امور کا فیصلہ کر سکیں اس لئے آپ نے سب کے دروازے بند کرنے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دروازہ کھلا رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ بعض سنن کی اس حدیث میں بجائے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الوضوء: باب الوضوء النوم (۲۱۳) نسائی: کتاب الغسل والتیمم: باب الامر بالوضوء من النوم (٤٤٤) مسند احمد (۳/۱۰۰)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الوضوء: باب الوضوء من النوم (۲۱۲) صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین: باب امر من نعس فی صلاته (۷۸٦) ترمذی: کتاب الصلاۃ: باب ماجآء فی الصلاۃ عند النعاس (۳۵۵) ابوداؤد: کتاب التطوع: باب النعاس فی الصلاۃ (۱۳۱۰)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۲/۸)] [4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۸۱/۸)]

[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الصلاۃ: باب الخوخة والممر فی المسجد (٤٦٧) مسند احمد (۲۷۰/۱) طبرانی کبیر (۱۱۹۳۸)]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ہے (۱) وہ بالکل غلط ہے صحیح یہی ہے جو صحیح میں ہے اس آیت سے اکثر ائمہ نے دلیل پکڑی ہے کہ جنبی شخص کو مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے ہاں گذر جانا جائز ہے' اسی طرح حیض ونفاس والی عورتوں کو بھی اور بعض کہتے ہیں ان دونوں کو گذرنا بھی جائز نہیں ممکن ہے مسجد میں آلودگی ہو اور بعض کہتے ہیں اگر اس بات کا خوف نہ ہو تو ان کا گذرنا بھی جائز ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مسجد سے مجھے بوریا اٹھا دو تو ام المومنین نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حیض سے ہوں آپ نے فرمایا تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں (۲) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حائضہ مسجد میں آ جا سکتی ہے اور نفاس والی کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ یہ دونوں بطور راستہ چلنے کے جا آ سکتی ہیں۔ ابوداؤد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو حلال نہیں کرتا۔ (۳)

امام ابومسلم خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کو ایک جماعت نے ضعیف کہا ہے کیونکہ افلت اس کا راوی مجہول ہے۔ لیکن ابن ماجہ میں یہ روایت ہے اس میں افلت کی جگہ مخدوج ذہلی ہیں۔ (۴) پہلی حدیث بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور یہ دوسری بروایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہے۔ لیکن ٹھیک نام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہی ہے۔ ایک اور حدیث ترمذی میں ہے جس میں ہے کہ اے علی اس مسجد میں جنبی ہونا میرے اور تیرے سوا کسی کو حلال نہیں (۵) یہ حدیث بالکل ضعیف ہے اور ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی اس میں سالم راوی ہے جو متروک ہے اور ان کے استاد عطیہ بھی ضعیف ہیں واللہ اعلم۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جنبی شخص بغیر غسل کئے نماز نہیں پڑھ سکتا لیکن اگر وہ مسافرت میں ہو اور پانی نہ ملے تو پانی کے ملنے تک پڑھ سکتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سعید بن جبیر اور ضحاک رحمہما اللہ سے بھی یہی مروی ہے' حضرت مجاہد' حسن' حکم' زید اور عبدالرحمٰن رحمہم اللہ سے بھی اس کے مثل مروی ہے' عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سنا کرتے تھے کہ یہ آیت سفر کے حکم میں ہے' اس حدیث سے بھی مسئلہ کی شہادت ہو سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاک مٹی مسلمان کی طہارت ہے گو دس سال تک پانی نہ ملے اور

---

(۱) [صحیح : ترمذی : کتاب المناقب باب الامر لبسد الابواب الاباب علی (۳۷۳۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

(۲) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الحیض : باب جواز غسل الحائض رأس زوجها (۲۹۸) ابوداؤد : کتاب الطهارة : باب الحائض تناول فی المسجد (۲۶۱) ترمذی : کتاب الطهارة : باب ماجاء فی الحائض (۱۳٤) نسائی : کتاب الطهارة : باب استخدام الحائض (۲۷۲) مسند احمد (٦/١١٤)]

(۳) [ضعیف : ابوداؤد : کتاب الطهارة : باب فی الجنب یدخل المسجد (۲۳۲)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الجامع (٦١١٧) ارواء الغليل (١٩٣)]

(۴) [ضعیف : ابن ماجه : کتاب الطهارة : باب ماجاء فی اجتناب الحائض المسجد (٦٤٥)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه]

(۵) [ضعیف : ترمذی : کتاب المناقب (۳۷۲۷)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [۳٦٨/١] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (٤٩٧٣)]

جب مل جائے تو اسی کو استعمال کرے یہ تیرے لئے بہتر ہے۔[1] (سنن اور احمد) امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان دونوں قولوں میں اولیٰ قول ان ہی لوگوں کا ہے جو کہتے ہیں کہ مراد بہ طور گزر جانے کے ہیں کیونکہ جس مسافر کو جنابت کی حالت میں پانی نہ ملے اس کا حکم تو آگے صاف بیان ہوا ہے پس اگر یہی مطلب یہاں بھی لیا جائے تو پھر دوسرے جملہ میں اسے لوٹانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی پس معنی آیت کے اب یہ ہوئے کہ ایمان والو نماز کے لئے مسجد میں نہ جاؤ جب کہ تم نشے میں ہو جب تک تم اپنی بات کو آپ نہ سمجھنے لگو اسی طرح جنابت کی حالت میں بھی مسجد میں نہ جاؤ جب تک نہا نہ لو ہاں صرف گذر جانا جائز ہے''عَابِرُ'' کے معنی آنے جانے یعنی گذر جانے والے ہیں اس کا مصدر ((عَبْرًا)) اور ((عُبُوْرًا)) آتا ہے جب کوئی نہر سے گذرے تو عرب کہتے ہیں((عَبَّرَ فُلَانُ النَّهْرَ)) فلاں شخص نے نہر کو عبور کر لیا اسی طرح قوی اونٹنی کو جو سفر کاٹتی ہو((عَبَّرَ الْاَسْفَارَ'')) کہتے ہیں۔امام ابن جریر رحمہ اللہ جس قول کی تائید کرتے ہیں یہی قول جمہور کا ہے اور آیت سے ظاہر بھی یہی ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ اس ناقص حالت میں نماز سے منع فرما رہا ہے جو مقصود نماز کے خلاف ہے اسی طرح نماز کی جگہ میں بھی ایسی حالت میں آنے کو روکتا ہے جو اس جگہ کی عظمت اور پاکیزگی کے خلاف ہے واللہ اعلم۔

پھر جو فرمایا کہ یہاں تک کہ تم غسل کر لو امام ابو حنیفہ امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ اسی دلیل کی روشنی میں کہتے ہیں کہ جنبی کو مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے جب تک غسل نہ کر لے یا اگر پانی نہ ملے یا پانی ہو لیکن اس کے استعمال کی قدرت نہ ہو تو تیمّم کر لے۔حضرت امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب جنبی نے وضو کر لیا تو اسے مسجد میں ٹھرنا جائز ہے۔چنانچہ مسند احمد اور سنن سعید بن منصور میں مروی ہے حضرت عطا بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا کہ وہ جنبی ہوتے اور وضو کر کے مسجد میں بیٹھے رہتے واللہ اعلم۔ پھر تیمّم کے مواقع بیان فرمائے جس بیماری کی وجہ سے تیمّم جائز ہو جاتا ہے وہ وہ بیماری ہے کہ اس وقت پانی کے استعمال سے عضو کے فوت ہو جانے یا اس کے خراب ہو جانے یا مرض کی مدت کے بڑھ جانے کا خوف ہو۔بعض علماء نے ہر مرض پر تیمّم کی اجازت کا فتویٰ دیا ہے کیونکہ آیت میں عموم ہے۔حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری بیمار تھے نہ تو کھڑے ہو کر وضو کر سکتے تھے نہ ان کا کوئی خادم تھا جو انہیں پانی دے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اس پر یہ حکم اترا یہ روایت مرسل ہے[2] دوسری حالت میں تیمّم کا جواز سفر ہے خواہ لمبا سفر ہو خواہ چھوٹا۔﴿غَآئِطِ﴾ نرم زمین کو یہاں اس سے کنایہ کیا گیا ہے پاخانہ پیشاب سے۔

﴿لٰمَسْتُمُ﴾ کی دوسری قراءت ﴿لَمَسْتُمُ﴾ ہے اس کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک یہ کہ مراد جماع ہے جیسے

---

[1] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الطھارۃ : باب الجنب یتیمم (۳۳۲) نسائی : کتاب الطھارۃ : باب الصلوات بتیمم واحد (۳۲۳) ترمذی : کتاب الطھارۃ : باب ماجاء فی التیمم (۱۲٤) مسند احمد (۵/۱۵۵)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[ارواء الغلیل (۱۵۳)]

[2] [مرسل وضعیف : الدر المنثور (۲/۵۴۹) تفسیر ابن ابی حاتم (۳/۵۳٦۰)]

اور آیت میں ہے ﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾ [1] الخ، یعنی اگر تم اپنی بیویوں کو مجامعت سے پہلے طلاق دو اور ان کا مہر مقرر ہو تو جو مقرر ہو اس سے آدھا دے دو اور آیت میں ہے اے ایمان والو! جب تم ایمان والی عورتوں سے نکاح کرو پھر مجامعت سے پہلے انہیں طلاق دے دو تو ان کے ذمہ عدت نہیں، یہاں بھی لفظ ﴿مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾ ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ سے مراد مجامعت ہے،[2] حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت مجاہد، حضرت طاؤس، حضرت حسن، حضرت عبید بن عمیر، حضرت سعید بن جبیر، حضرت شعبی، حضرت قتادہ، حضرت مقاتل بن حیان رحمہم اللہ سے بھی یہی مروی ہے۔[3] سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ اس لفظ پر مذاکرہ ہوا تو چند موالی نے کہا یہ جماع نہیں اور چند عرب نے کہا یہ جماع ہے، میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا آپ نے پوچھا تم کن کے ساتھ تھے میں نے کہا موالی کے۔ فرمایا موالی مغلوب ہو گئے لمس اور مس اور مباشرت کا معنی جماع ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں کنایہ کیا ہے، بعض اور حضرات نے اس سے مراد مطلق چھونا لیا ہے خواہ جسم کے کسی حصہ کو عورت کے کسی حصہ سے ملایا جائے تو وضو واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لمس جماع کے ہم معنی نہیں آپ فرماتے ہیں بوسہ بھی لمس میں داخل ہے اور اس سے بھی وضو کرنا پڑے گا فرماتے ہیں مباشرت سے ہاتھ لگانے سے بوسہ لینے سے وضو کرنا پڑے گا۔ لمس سے مراد چھونا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی عورت کا بوسہ لینے سے وضو کرنے کے قائل تھے اور اسے لمس میں داخل جانتے تھے عبیدہ، ابوعثمان، ثابت، ابراہیم، زید رحمہم اللہ بھی کہتے ہیں لمس سے مراد جماع کے علاوہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انسان کا اپنی بیوی کا بوسہ لینا اور اسے ہاتھ لگانا ملامست ہے اس سے وضو کرنا پڑے گا۔ (موطا مالک)[4] دارقطنی میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے لیکن دوسری روایت آپ سے اس کے خلاف بھی پائی جاتی ہے آپ باوضو تھے آپ نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا پھر وضو نہ کیا اور نماز ادا کی۔ پس دونوں روایتوں کو صحیح ماننے کے بعد فیصلہ کرنا پڑے گا کہ آپ وضو کو مستحب جانتے تھے واللہ اعلم۔ مطلق چھونے سے وضو کے قائل امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے ساتھی ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ ہیں اور مشہور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی یہی روایت ہے۔ اس قول کے قائل کہتے ہیں کہ یہاں دو قرائتیں ہیں ﴿لٰمَسْتُمْ﴾ اور ﴿لَمَسْتُمْ﴾ اور لمس کا اطلاق ہاتھ لگانے پر بھی قرآن کریم میں آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ﴾ [5] ظاہر ہے کہ یہاں ہاتھ لگانا

---

[1] [سورة البقرة : آیت ۲۳۷]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۸/۳۹۲)]

[3] [ایضا]

[4] [مؤطا : کتاب الطهارة : باب الوضوء من قبلة الرجل امراته (٦٤) مصنف عبد الرزاق (٤٩٩/١) بيهقى فى السنن الكبرى (١٢٤/١) دارقطنی (١٤٥/١) طبرانی کبیر (٩٢٢٦/٩) امام دارقطنی نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ مطولاً اس کی سند ضعیف ہے اور مختصراً اس کی سند صحیح ہے۔]

[5] [سورة الانعام : آیت ۷]

ہی مراد ہے اسی طرح حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ شاید تم نے بوسہ لیا ہوگا یا ہاتھ لگایا ہوگا[1] وہاں بھی لفظ ﴿ لَمَسْتَ ﴾ ہے۔

اور صرف ہاتھ لگانے کے معنی میں ہی اور حدیث میں ہے ((وَالْيَدُ زِنَاهَا اللَّمْسُ)) ہاتھ کا ''زنا'' چھونا اور ہاتھ لگانا ہے[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بہت کم دن ایسے گزرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آ کر بوسہ نہ لیتے ہوں اور ہاتھ نہ لگاتے ہوں۔[3] بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامست سے منع فرمایا[4] یہ بھی ہاتھ لگانے کی بیع ہے پس یہ لفظ جس طرح جماع پر بولا جاتا ہے ہاتھ سے چھونے پر بھی بولا جاتا ہے شاعر کہتا ہے ((وَالْمَسْتُ كَفِّي كَفَّهُ اَطْلُبُ الْغِنٰى)) میرا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ملا تو میں تونگری چاہتا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص سرکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے بارے میں کیا فیصلہ ہے جو ایک اجنبی عورت کے ساتھ تمام وہ کام کرتا ہے جو میاں بیوی میں ہوتے ہیں سوائے جماع کے تو آیت ﴿ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ﴾[5] نازل ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وضو کر کے نماز ادا کر لے اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں کیا یہ اسی کے لئے خاص ہے یا سب مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ آپ جواب دیتے ہیں تمام ایمان والوں کے لئے ہے۔[6] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے زائدہ کی حدیث سے روایت کر کے فرماتے ہیں اس کی سند متصل نہیں۔ امام نسائی رحمہ اللہ اسے مرسلاً روایت کرتے ہیں الغرض اس قول کے قائل اس حدیث سے یہ کہتے ہیں کہ اسے وضو کا حکم اسی لئے دیا تھا کہ اس نے عورت کو چھوا تھا جماع نہیں کیا تھا۔ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اولاً یہ تو منقطع ہے ابن ابی لیلیٰ اور معاذ کے درمیان ملاقات کا ثبوت نہیں دوسرے یہ کہ ہوسکتا ہے اسے وضو کا حکم فرض کی ادائیگی کے لئے دیا ہو جیسے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے کہ بندہ کوئی گناہ کرے پھر وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے یہ پوری حدیث سورہ آل عمران میں آیت

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الحدود : باب هل یقول الامام للمقر لعلك لمست (٦٨٤٤)]

[2] [صحیح : مسند احمد (٢٣٨/٨)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٨٥٩٨)]

[3] [صحیح : بیهقی (١٢٣/١) بیهقی فی الخلافیات (٤٢٦) مستدرك حاكم (١٣٥/١) مسند احمد (١٠٨/٦) ابوداؤد : کتاب النکاح : باب فی القسم بین النساء (٢١٣٥)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب البیوع : باب بیع الملامسة (٢١٤٤) صحیح مسلم : کتاب البیوع : باب ابطال بیع الملامسة (١٥١٢) ابوداود (٣٣٧٩) ابن ماجه (٢١٧٠)]

[5] [سورة هود : آیت ١١٤]

[6] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة هود (٣١٣١) مسند احمد (٢٤٤/٥) عبد بن حمید فی المنتخب (١١٠)] امام زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف و منقطع ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں۔ [نصب الرایة (٧٠/١)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[الضعیفة (١١ : ٦)]

﴿ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ﴾ [1] کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان دونوں قولوں میں سے اولیٰ قول ان کا ہے جو کہتے ہیں کہ مراد جماع ہے نہ کہ اور کیونکہ صحیح مرفوع حدیث میں آ چکا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی کسی بیوی کا بوسہ لیا اور بغیر وضو کیے نماز پڑھی۔ [2] حضرت مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آنحضرت ﷺ مقبول وضو کرتے بوسہ لیتے پھر بغیر وضو کیے نماز پڑھتے۔ حضرت حبیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں مائی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور ﷺ اپنی بیوی کا بوسہ لیتے نماز کو جاتے میں نے کہا وہ آپ ہی ہوں گی تو آپ مسکرا دیں۔ [3] اس کی سند میں کلام ہے لیکن دوسری سندوں سے ثابت ہے کہ اوپر کے راوی یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سننے والے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہیں اور روایت میں ہے وضوء کے بعد حضور ﷺ نے میرا بوسہ لیا اور پھر وضو کے بغیر نماز ادا کی [4] حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ بوسہ لیتے حالانکہ آپ روزے سے ہوتے پھر نہ تو روزہ جاتا نہ نیا وضوء کرتے۔ [5] (ابن جریر) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ بوسہ لینے کے بعد وضو نہ کرتے اور نماز پڑھتے۔ [6]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو۔ اس سے اکثر فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ پانی نہ پانے والے کے لئے تیمّم کی اجازت پانی کی تلاش کے بعد ہے۔ کتب فروع میں تلاش کی کیفیت بھی لکھی ہے بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ الگ تھلگ ہے اور لوگوں کے ساتھ اس نے نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی تو آپ نے اس سے پوچھا تو نے لوگوں کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ کیا تو مسلمان نہیں؟ اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہوں تو مسلمان لیکن جنبی ہوگیا اور پانی نہ ملا آپ نے فرمایا پھر اس صورت میں تجھے مٹی کافی ہے۔ [7] تیمّم کے لفظی معنی قصد کرنے کے ہیں عرب کہتے ہیں ((تَيَمَّمَكَ اللّٰهُ بِحِفْظِهِ)) یعنی اللہ اپنی حفاظت کے ساتھ تیرا قصد کرے۔ امراء القیس کے شعر میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے۔ صعید کے معنی میں کہا گیا ہے کہ ہر وہ چیز جو زمین میں سے اوپر کو چڑھے پس اس میں مٹی، ریت، درخت، پتھر، گھاس بھی داخل ہو جائیں گے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا قول یہی ہے اور کہا گیا ہے کہ جو چیز مٹی کی جنس سے ہو جیسے ریت ہڑتال اور چونا یہ

---

[1] [سورۃ ال عمران : آیت ١٣٥]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٩٦٣٤)]

[3] [صحیح : تفسیر ابن جریر الطبری (٩٦٣٥) مسند احمد (٦/٢١) ابوداؤد : کتاب الطھارۃ : باب الوضوء من القبلہ (١٧٩) ترمذی : کتاب الطھارۃ : باب ما جاء فی ترك الوضوء من القبلہ (٨٦) ابن ماجہ : کتاب الطھارۃ : باب الوضوء من القبلہ (٥٠٢)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[4] [صحیح : مسند احمد (٦/٢١٠) ابوداؤد (١٧٨)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[5] [ضعیف : الطبری (٩٦٣٨) مجمع الزوائد (١/٢٤٧)] اس کی سند میں یزید بن سنان راوی ضعیف ہے۔]

[6] [ضعیف : مسند احمد (٦/٦٢)] اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ راوی ضعیف ہے۔]

[7] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التیمم (٣٤٨) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ (٦٨٢) مسند احمد (٤/٤٣٤)]

مذہب ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف مٹی ہے مگر یہ قول ہے حضرت امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما اور ان کے تمام ساتھیوں کا ہے۔ اس کی دلیل ایک تو قرآن کریم کے یہ الفاظ ہیں ﴿فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا﴾ [1] یعنی ہو جائے وہ مٹی پھسلتی دوسری دلیل صحیح مسلم شریف کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں تمام لوگوں پر تین فضیلتیں دی گئی ہیں ہماری صفیں مثل فرشتوں کی صفوں کی ہیں، ہمارے لئے تمام زمین مسجد بنائی گئی اور زمین کی مٹی ہمارے لئے پاک اور پاک کرنے والی بنائی گئی جب کہ ہم پانی نہ پائیں۔ [2]

اور ایک سند سے بجائے تربت کے تراب کا لفظ مروی ہے۔ پس اس حدیث میں احسان کے جتانے کے وقت مٹی کی تخصیص کی گئی۔ اگر کوئی اور چیز بھی وضو کے قائم مقام کام آنے والی ہوتی تو اس کا ذکر بھی ساتھ ہی کر دیتے۔

یہاں یہ لفظ طیب اسی کے معنی میں آیا ہے مراد حلال ہے اور کہا گیا ہے کہ مراد پاک ہے جیسے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پاک مٹی مسلمانوں کا وضو ہے گو دس سال تک پانی نہ پائے پھر جب پانی ملے تو اسے اپنے جسم پر بہائے یہ اس کے لئے بہتر ہے [3] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں حافظ ابو الحسن قطان رحمہ اللہ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سب سے زیادہ پاک مٹی کھیت کی زمین کی مٹی ہے بلکہ تفسیر ابن مردویہ میں تو اسے مرفوعا وارد کیا ہے۔

پھر فرمان ہے کہ اسے اپنے چہرے پر اور ہاتھ پر ملو تیمّم وضو کا بدل ہے۔ صرف پاکیزگی حاصل کرنے میں نہ کہ تمام اعضاء کے بارے میں تو صرف منہ اور دونوں ہاتھوں پر ملنا کافی ہے اور اس پر اجماع ہے لیکن کیفیت تیمّم میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ جدید مذہب شافعی یہ ہے کہ دو دفعہ کر کے منہ اور دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرنا واجب ہے اس کے لئے یدین کا اطلاق بغلوں تک اور کہنیوں تک ہوتا ہے جیسے آیت وضو میں اور اسی لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اور مراد ہتھیلیاں ہی ہوتی ہیں جیسے کہ چور کی حد کے بارے میں فرمایا ﴿فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾ [4] کہتے ہیں یہاں تیمّم کے حکم میں ہاتھ کا ذکر مطلق ہے اور وضو کے حکم سے مشروط ہے اس لئے اس مطلق کو اس مشروط پر محمول کیا جائے گا کیونکہ طہوریت جامع موجود ہے اور بعض لوگ اس کی دلیل میں دارقطنی والی روایت پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیمّم کی دو ضربیں ہیں ایک مرتبہ ہاتھ مار کر منہ پر ملنا اور ایک مرتبہ ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک ملنا۔ [5] لیکن یہ حدیث صحیح نہیں اس لئے کہ اس کی اسناد ضعیف ہے حدیث ثابت نہیں۔ ابو

---

[1] [سورۃ الکھف : آیت ٤٠]

[2] [**صحیح** : صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب المساجد و مواضع الصلاۃ (٥٢٢) نسائی فی السنن الکبری (٨٠٢٢) مسند احمد (٥/٣٨٣)]

[3] [**صحیح** : ابوداؤد : کتاب الطھارۃ : باب الجنب یتیمم (٣٣٢) ترمذی : کتاب الطھارۃ : باب ماجاء فی التیمم للجنب اذا لم یجد الماء (١٢٤) نسائی : کتاب الطھارۃ : باب الصلوات بتیمم واحد (٣٢٣)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، ارواء الغلیل (١٥٣)]

[4] [سورۃ المائدہ : آیت ٣٨]

[5] [**ضعیف** : مستدرک حاکم (١/١٧٩)] اس کی سند میں علی بن ظبیان راوی ضعیف ہے۔]

داؤد کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ ایک دیوار پر مارے اور منہ پر ملے پھر دوبارہ ہاتھ مار کر اپنے دونوں بازوؤں پر ملے۔ ①

لیکن اس کی اسناد میں محمد بن ثابت عبدی ضعیف ہیں انہیں بعض حافظان حدیث نے ضعیف کہا ہے۔ اور یہی حدیث ثقہ راویوں نے بھی روایت کی ہے لیکن وہ مرفوع نہیں کرتے بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل بتاتے ہیں۔ امام بخاری، امام ابوزرعہ اور امام ابن عدی رحمہم اللہ کا فیصلہ ہے کہ یہ موقوف ہی ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کو مرفوع کرنا منکر ہے امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تیمّم کیا اور اپنے چہرے اور اپنے دونوں بازوؤں پر ہاتھ پھیرا۔ ②

حضرت ابوجہیم فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پیشاب کر رہے ہیں میں نے آپ کو سلام کیا لیکن آپ نے جواب نہ دیا فارغ ہو کر آپ ایک دیوار کے پاس گئے اور اپنے دونوں ہاتھ اس پر مار کر اپنے منہ پر ملے پھر میری سلام کا جواب دیا۔ ③ (ابن جریر) یہ تو تھا امام شافعی رحمہ اللہ کا جدید مذہب۔ آپ کا قدیم مذہب یہ ہے کہ ضربیں تو تیمّم کی دو ہی ہیں لیکن دوسری ضرب میں پہنچوں تک ملنا چاہئے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ صرف ایک ہی ضرب یعنی ایک ہی مرتبہ دونوں ہاتھوں کا مٹی پر مار لینا کافی ہے۔

ان گرد آلود ہاتھوں کو منہ پر پھیر لے اور دونوں پہنچوں تک۔ مسند احمد میں ہے ایک شخص امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کہ میں جنبی ہو گیا اور مجھے پانی نہ ملا تو مجھے کیا کرنا چاہئے آپ نے فرمایا نماز نہ پڑھنی چاہئے دربار میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے فرمانے لگے امیر المومنین کیا آپ کو یاد نہیں کہ میں اور آپ ایک لشکر میں تھے اور ہم جنبی ہو گئے تھے اور ہمیں پانی نہ ملا تو آپ نے نماز نہ پڑھی اور میں نے مٹی میں لوٹ پوٹ کر نماز ادا کر لی جب ہم واپس پلٹے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو میں نے اس واقعہ کو بیان حضور ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا مجھے اتنا کافی تھا پھر حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے اور ان میں پھونک ماردی اور اپنے منہ کو ملا اور ہتھیلیوں کو ملا۔ ④ مسند احمد میں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تیمّم میں ایک ہی مرتبہ ہاتھ مارنا جو چہرے کے

---

① [ضعیف : ابو داؤد : کتاب الطھارۃ : باب التیمم فی الحضر (۳۳۰) بیھقی فی السنن الکبری (۲۱۵/۱) شرح السنۃ (۳۱۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود]

② [ضعیف : بیھقی فی السنن الکبری (۲۰۵/۱) وفی معرفۃ السنن والآثار (۲۸۳/۱) مسند شافعی (۱۳۰)] اس کی سند اعرج اور ابن الصمہ کے درمیان منقطع ہے۔]

③ [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۹۶۷۳)] اس کی سند میں خارجہ بن مصعب راوی ضعیف اور اعرج اور ابی جہیم راوی کے درمیان انقطاع ہے۔]

④ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التیمم : باب التیمم ھل ینفخ فیھما (۳۳۸) صحیح مسلم : کتاب الحیض : باب التیمم (۳٦۸) ابن ماجہ : کتاب الطھارۃ : باب ماجاء فی التیمم ضربۃ واحدۃ (۵٦۹) ابو داؤد : کتاب الطھارۃ (۳۲٦) نسائی : کتاب الطھارۃ (۳۱۳) مسند احمد (۲٦۵/٤)]

لئے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے لئے ہے"[1] مسند احمد میں ہے حضرت شقیق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ سے کہا کہ اگر کوئی شخص پانی نہ پائے تو نماز نہ پڑھے اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں یاد نہیں جبکہ مجھے اور آپ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے بارے میں بھیجا تھا وہاں میں جنبی ہو گیا اور مٹی میں لوٹ پوٹ لیا واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ ہنس دئے اور فرمایا تجھے اس طرح ہی کافی تھا پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور اپنی ہتھیلیوں کو ایک ساتھ مل لیا اور اپنے چہرے پر ایک بار ہاتھ پھیر لئے اور ضرب ایک ہی رہی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر قناعت نہیں کی یہ سن کر ابوموسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تم اس آیت کا کیا کرو گے جو سورہ نساء میں ہے کہ پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو اس کا جواب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نہ دے سکے اور فرمانے لگے سنو اگر ہم نے لوگوں کو تیمّم کی رخصت دے دی تو بہت ممکن ہے کہ پانی جب انہیں ٹھنڈا معلوم ہوگا تو وہ تیمّم کرنے لگیں گے"[2] سورہ مائدہ میں فرمان ہے ﴿فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِّنْهُ﴾[3] اسے اپنے چہرے اور ہاتھ پر ملو۔ اس سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے دلیل پکڑی ہے کہ تیمّم کا پاک مٹی سے ہونا اور اس کا بھی غبار آلود ہونا جس سے ہاتھوں پر غبار لگے اور وہ منہ اور ہاتھ پر ملا جائے ضروری ہے جیسے کہ حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ والی حدیث میں گذرا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو استنجا کرتے ہوئے دیکھا اور سلام کیا اس میں یہ بھی ہے کہ فارغ ہو کر ایک دیوار کے پاس گئے اور اپنی لکڑی سے کھرچ کر پھر ہاتھ مار کر تیمّم کیا۔

پھر فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر تمہارے دین میں تنگی اور سختی کرنا نہیں چاہتا بلکہ وہ تمہیں پاک صاف کرنا چاہتا ہے اسی لئے پانی نہ پانے کے وقت مٹی کے ساتھ تیمّم کر لینے کو مباح قرار دے کر تم پر اپنی نعمت کا اتمام فرمایا تا کہ تم شکر کرو۔ پس یہ امت اس نعمت کے ساتھ مخصوص ہے جیسے کہ بخاری و مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ مہینے بھر کی راہ تک میری مدد رعب سے کی گئی ہے میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنائی گئی ہے۔ میرے جس امتی کو جہاں نماز کا وقت آ جائے وہ وہیں پڑھ لے اس کی مسجد اور اس کا وضو وہیں اس کے پاس موجود ہے' میرے لئے غنیمت کے مال حلال کئے گئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے' مجھے شفاعت دی گئی ہے' تمام انبیاء علیہم السلام صرف اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے

---

[1] [صحیح: مسند احمد (٤/٢٦٣) ترمذی: کتاب الطهارة: باب ماجاء فی التیمم (١٤٤) ابوداؤد: کتاب الطهارة: باب التیمم (٣٢٧) نسائی فی السنن الکبری (٣٠٦)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام دارمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ امام ابن خزیمہؒ اور امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود، صحیح ترمذی]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الحیض: باب التیمم (٣٦٨)، (٣٦٨) بخاری: کتاب التیمم (٣٤٥) مسند احمد (٤/٣٦٥) ابوداؤد: کتاب الطهارة (٣٢١) نسائی: کتاب الطهارة (٣١٩)]

[3] [سورة المائدة: آیت ٦]

رہے لیکن میں تمام دنیا کی طرف بھیجا گیا[1] اور صحیح مسلم کے حوالے سے وہ حدیث بھی پہلے گذر چکی ہے کہ تمام لوگوں پر ہمیں تین فضیلتیں عنایت کی گئیں ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی گئیں ہمارے لئے زمین مسجد بنائی گئی اور اس کی مٹی وضو بنائی گئی جب ہمیں پانی نہ ملے۔[2] اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر حکم دیتا ہے کہ اپنے چہرے اور اپنے ہاتھ پر مسح کرلو پانی نہ ملنے کے وقت اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے اس کی عفو ودرگذر کی شان ہے کہ اس نے تمہارے لئے پانی نہ ملنے کے وقت تیمّم کو مشروع کرکے نماز ادا کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے اگر یہ رخصت نہ ہوتی تو تم ایک گونہ مشکل میں پڑ جاتے کیونکہ اس آیت کریمہ میں نماز ناقص حالت میں ادا کرنا منع کیا گیا ہے مثلاً نشے کی حالت میں ہو یا جنابت کی حالت میں ہو یا بے وضو ہو تو جب تک اپنی باتیں خود سمجھنے جتنا ہوش اور باقاعدہ غسل اور شرعی طریق پر وضو نہ ہو تو نماز نہیں پڑھ سکتے لیکن بیماری میں جنابت کی حالت میں اور پانی نہ ملنے کی صورت میں غسل اور وضو کے قائم مقام تیمّم کردیا۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر ہم اس کے شکر گذار ہیں۔ الحمدللہ۔

تیمّم کی رخصت نازل ہونے کا واقعہ بھی سن لیجئے ہم اس واقعہ کو سورہ نساء کی اس آیت کی تفسیر میں اس لئے بیان کرتے ہیں کہ سورہ مائدہ میں جو تیمّم کی آیت ہے وہ نازل میں اس کے بعد کی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ واضح ہے کہ یہ آیت شراب کی حرمت سے پہلے نازل ہوئی تھی اور شراب جنگ احد کے کچھ عرصہ کے بعد جب کہ نبی ﷺ بنونضیر کے یہودیوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھے حرام ہوئی اور سورہ مائدہ قرآن میں نازل ہونیوالی آخری سورتوں میں ہے بالخصوص اس سورت کا ابتدائی حصہ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ تیمّم کا شان نزول یہیں بیان کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نیک توفیق دے اور اسی کا بھروسہ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک ہار واپس کردینے کے وعدے پر مستعار لیا تھا وہ سفر میں کہیں گم ہوگیا حضور ﷺ نے اسے ڈھونڈنے کے لئے آدمی بھیجے انہیں ہار مل گیا لیکن نماز کا وقت اس کی تلاش میں ہی آ گیا اور ان کے ساتھ پانی نہ تھا انہوں نے بے وضو نماز ادا کی اور آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر اس کی شکایت کی اس پر تیمّم کا حکم نازل ہوا۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ آپ کو جزائے خیر دے اللہ کی قسم جو تکلیف آپ کو پہنچتی ہے اس کا انجام ہم مسلمانوں کے لئے خیر ہی خیر ہوتا ہے۔[3] بخاری میں ہے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم اپنے کسی سفر میں تھے بیداء میں یا ذات الجیش میں میرا ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا جس کے ڈھونڈنے کے لئے حضور ﷺ مع قافلہ ٹھہر گئے اب نہ تو ہمارے پاس پانی تھا نہ وہاں میدان میں کہیں پانی تھا لوگ میرے والد

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التیمم (۳۳۵) صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب المساجد و مواضع الصلاۃ (۵۲۱)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم (۵۲۱)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التیمم: باب اذا لم یجد ماء ولا ترابا (۳۳۶) صحیح مسلم: کتاب الحیض: باب التیمم (۳۶۷) ابن ماجه: کتاب الطهارة: باب ماجاء في التیمم (۵۶۸) ابوداؤد: کتاب الطهارة: باب التیمم (۳۱۷) مسند احمد (۶/۵۷)]

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس میری شکایتیں کرنے لگے کہ دیکھو ہم ان کی وجہ سے کیسی مصیبت میں پڑ گئے چنانچہ میرے والد صاحب میرے پاس آئے اس وقت رسول اللہ ﷺ میری ران پر اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے تھے آتے ہی مجھے کہنے لگے تو نے حضور ﷺ کو اور لوگوں کو روک دیا اب نہ تو ان کے پاس پانی ہے نہ یہاں اور کہیں پانی نظر آتا ہے الغرض مجھے خوب ڈانٹا ڈپٹا اور اللہ جانے کیا کیا کہا اور میرے پہلو میں اپنے ہاتھ سے کچوکے بھی مارتے رہے لیکن میں نے ذرا سی بھی جنبش نہ کی کہ ایسا نہ ہو کہ حضور ﷺ کے آرام میں خلل واقع ہو ساری رات گذر گئی صبح کو لوگ جاگے لیکن پانی نہ تھا اللہ نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی اور سب نے تیمّم کیا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھرانے والو یہ کچھ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں۔ اب جب ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی اور اس کے نیچے سے ہی ہار مل گیا۔ (1) مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی اہلیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ذات الجیش سے گذرے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا یمنی خرمہروں کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا تھا اور گم ہو گیا تھا اس کی تلاش میں یہاں ٹھہر گے ساری رات آپ کے ہم سفر مسلمانوں نے آپ نے یہیں گذاری صبح اٹھے تو پانی بالکل نہ تھا پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک پر مٹی سے تیمّم کر کے پاکی حاصل کرنے کی رخصت کی آیت اتری اور مسلمانوں نے حضور ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو کر زمین پر اپنے ہاتھ مارے جو مٹی ان سے لت پت ہوئی اسے جھاڑے بغیر اپنے چہروں پر اور اپنے ہاتھوں پر مونڈھوں تک اور ہاتھوں کے نیچے سے بغل تک مل لی۔ (2)

ابن جریر کی روایت میں ہے کہ اس سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر سخت غصہ ہو کر گئے تھے لیکن تیمّم کی رخصت کے حکم کو سن کر خوشی خوشی اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہنے لگے تم بڑی مبارک ہو مسلمانوں کو اتنی بڑی رخصت ملی پھر مسلمانوں نے زمین پر ایک ضرب سے چہرے ملے اور دوسری ضرب سے کہنیوں اور بغلوں تک ہاتھ لے گئے۔ (3)

ابن مردویہ میں روایت ہے حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کو چلا رہا تھا جس پر حضور ﷺ سوار تھے جاڑوں کا موسم تھا رات کا وقت تھا سخت سردی پڑ رہی تھی اور میں جنبی ہو گیا ادھر حضور ﷺ نے کوچ کا ارادہ کیا تو میں نے اپنی اس حالت میں حضور ﷺ کی اونٹنی کو چلانا پسند نہ کیا ساتھ ہی یہ بھی خیال آیا کہ اگر سرد پانی سے نہاؤں گا تو مر جاؤں گا یا بیمار پڑ جاؤں گا تو میں نے چپکے سے ایک انصاری کو کہا کہ آپ

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التیمم (٣٣٤) صحیح مسلم : کتاب الحیض : باب التیمم (٣٦٧)]

(2) [صحیح : مسند احمد (٤/٢٦٣) بیهقی فی السنن الکبری (١/٢٠٨) ابو داود (٣٢٠) نسائی (١/١٦٧) مسند ابو یعلی (٣/١٦٢٩)] شیخ شعیب ارناؤوط اس حدیث کو صحیح اور اس کے راویوں کو ثقہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٨٣٢٢)]

(3) [صحیح : تفسیر ابن جریر الطبری (٩٦٧٥) طحاوی فی شرح معانی الآثار (١/١١١) بیهقی فی السنن الکبری (١/٢٠٨) مسند احمد (٤/٣٢٠)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة ([illegible])]

اونٹنی کی لگام تھام لیجئے چنانچہ وہ چلتے رہے اور میں نے آگ سلگا کر پانی گرم کر کے غسل کیا پھر دوڑ بھاگ کر قافلہ میں پہنچ گیا آپ نے فرمایا اسلع کیا بات ہے؟ اونٹنی کی چال کیسے بگڑی ہوئی ہے؟ تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اسے نہیں چلا رہا تھا بلکہ فلاں انصاری صاحب چلا رہے تھے آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ تو میں نے سارا واقعہ کہہ سنایا اس پر اللہ عزوجل نے آیت ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ﴾ سے ﴿غَفُوْرًا﴾ تک نازل فرمائی۔[1] یہ روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ
اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ۝ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ
نَصِيْرًا ۝ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا
وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ۚ وَلَوْ اَنَّهُمْ
قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ
لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

کیا تو نے انہیں نہ دیکھا؟ جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ سے بھٹک جاؤ ○ اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اور اللہ کا دوست ہونا کافی ہے اور اللہ کا مددگار ہونا بس ہے ○ بعض یہود باتوں کو ان کی ٹھیک جگہ سے ہیر پھیر کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نافرمانی کی اور سن تجھے تیرے خلاف نہ سنایا جائے اور ہماری رعایت کر (لیکن اس کہنے میں) اپنی زبان کو پیچ دیتے ہیں اور دین میں طعنہ دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی اور آپ سنئے اور ہمیں دیکھئے تو یہ ان کے لئے بہت بہتر اور نہایت ہی مناسب تھا لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے انہیں لعنت کی ہے پس یہ بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں ○

گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دینا یہود کی خصلت: اللہ تبارک وتعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ یہودیوں کی ایک مذموم خصلت یہ بھی ہے کہ وہ گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دیتے ہیں نبی آخر الزماں ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی اس سے بھی روگردانی کرتے ہیں اور اللہ کا دیا ہوا جو علم ان کے پاس ہے اسے بھی پس پشت ڈال دیتے ہیں خود اپنی کتابوں میں نبی موعود علیہ السلام کی بشارتیں پڑھتے ہیں لیکن اپنے مریدوں سے چڑھاوا لینے کے لالچ میں ظاہر نہیں کرتے بلکہ ساتھ ہی یہ چاہتے ہیں کہ خود مسلمان بھی راہ راست سے بھٹک جائیں اللہ کی کتاب کے مخالف ہو جائیں ہدایت کو اور سچے علم کو چھوڑ دیں اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں سے خوب باخبر ہے وہ تمہیں ان سے مطلع کر رہا ہے کہ کہیں تم ان کے دھوکے میں نہ آ جاؤ۔ اللہ کی حمایت کافی ہے تم یقین رکھو کہ وہ اپنی طرف جھکنے والوں کی ضرور حمایت کرتا ہے وہ اس کا مددگار بن جاتا ہے۔ تیسری آیت جو لفظ من سے شروع ہوئی ہے اس میں من بیان جنس کے لئے ہے جیسے

---

[1] [طبرانی کبیر ۸۷۷، مجمع الزوائد ۱/۲۶۲]

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ﴾ [1] میں ۔ پھر یہودیوں کے اس فرقے کی جس تحریف کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کلام اللہ کے مطلب کو بدل دیتے ہیں اور خلاف منشائے الٰہی تفسیر کرتے ہیں اور ان کا یہ فعل جان بوجھ کر ہوتا ہے قصداً افترا پردازی کے مرتکب ہوتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ اے پیغمبر (ﷺ) جو آپ نے کہا ہم نے سنا لیکن ہم ماننے کے نہیں ۔ خیال کیجئے ان کے کفر والحاد کو دیکھئے کہ جان کر سن کر سمجھ کر کھلے لفظوں میں اپنے ناپاک خیال کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں آپ سنئے اللہ کرے آپ نہ سنیں ۔ یا یہ مطلب کہ آپ سنئے آپ کی نہ سنی جائے لیکن پہلا مطلب زیادہ اچھا ہے یہ کہنا ان کا بطور تمسخر اور مذاق کے تھا اور اللہ انہیں لعنت کرے ۔ علاوہ ازیں ((رَاعِنَا)) کہتے جس سے بظاہر یہ سمجھا جاتا کہ یہ لوگ کہتے ہیں ہماری طرف کان لگائیے لیکن اس لفظ سے مراد یہ لیتے تھے کہ تم بڑی رعونت والے ہو۔ اس کا پورا مطلب ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا﴾ [2] الخ، کی تفسیر میں گذر چکا ہے مقصد یہ ہے کہ جو ظاہر کرتے تھے اس کے خلاف اپنی زبانوں کو موڑ کر طعن آمیز لہجہ میں کہتے اور حقیقی مفہوم کو اپنے دل میں مخفی رکھتے تھے دراصل یہ لوگ حضور ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی کرتے تھے پس انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ان دو معنی الفاظ کا استعمال چھوڑ دیں اور صاف صاف کہیں کہ ہم نے سنا اور مانا۔ آپ ہماری عرض سنئے ! آپ ہماری طرف دیکھئے ! یہ کہنا ہی ان کے لئے بہتر ہے اور یہی صاف سیدھی سچی اور مناسب بات ہے لیکن ان کے دل بھلائی سے دور ڈال دیئے گئے ہیں ۔ ایمان کامل طور سے ان کے دلوں میں جگہ ہی نہیں پاتا ۔ اس جملے کی تفسیر بھی پہلے گذر چکی ہے مطلب یہ ہے کہ نفع دینے والا ایمان ان میں نہیں ۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ مِّنْ قَبْلِ
اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓی اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ کَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ
وَکَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ
ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا ﴿۴۸﴾

اے اہل کتاب جو کچھ ہم نے نازل فرمایا ہے جو اسے بھی سچا کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے اس پر اس سے پہلے ایمان لاؤ کہ ہم چہرے بگاڑ دیں اور انہیں لوٹا کر پیٹھ کی طرف کر دیں یا ان پر لعنت بھیج دیں جیسے ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کر دی اللہ کا امر ہوا ہوا یا ہی ہے ○ یقیناً اللہ تعالٰی اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے ۔ جو اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بڑا طوفان باندھا ○

تاثیر قرآن حکیم کا اعجاز: اللہ عزوجل یہود و نصاریٰ کو حکم دیتا ہے کہ میں نے اپنی زبردست کتاب اپنے بہترین نبی ﷺ کے ساتھ نازل فرمائی ہے جس میں خود تمہاری اپنی کتاب کی تصدیق بھی ہے اس پر ایمان لاؤ اس سے پہلے کہ ہم تمہاری صورتیں مسخ کر دیں یعنی منہ بگاڑ دیں آنکھیں بجائے ادھر کے ادھر ہو جائیں یا یہ مطلب کہ تمہارے

[1] [سورۃ الحج: آیت ۳۰] [2] [سورۃ البقرۃ: آیت ۱۰۴]

چہرے مٹا دیں آنکھیں کان ناک سب مٹ جائیں پھر یہ مسخ چہرہ الٹا ہو جائے۔ یہ عذاب ان کے کرتوت کا پورا بدلہ ہے یہ بھی حق سے ہٹ کر باطل کی طرف ہدایت سے پھر کر ضلالت کی جانب بڑھے جا رہے ہیں تو اللہ بھی انہیں دھمکاتا ہے کہ میں بھی اسی طرح تمہارا منہ الٹ دوں گا تاکہ تمہیں پچھلے پیروں چلنا پڑے تمہاری آنکھیں گدی کی طرف کر دوں گا اور اسی جیسی تفسیر بعض نے ﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ﴾ [1] الخ ' کی آیت میں بھی کی ہے غرض یہ بری مثال ان کی گمراہی اور ہدایت سے دور پڑ جانے کی بری مثال بیان ہوئی ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ ہم تمہیں سچ مچ حق کے راستے سے ہٹا دیں اور گمراہی کی طرف متوجہ کر دیں۔ ہم تمہیں کافر بنا دیں اور تمہارے چہرے بندروں جیسے کر دیں۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوٹا دینا یہ تھا کہ ارض حجاز سے بلاد شام میں پہنچا دیا۔ یہ بھی مذکور ہے کہ اسی آیت کو سن کر حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے تھے۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابرہیم رحمہ اللہ کے سامنے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اسلام کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا حضرت کعب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمان ہوئے یہ بیت المقدس جاتے ہوئے مدینہ میں آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور فرمایا اے کعب رضی اللہ عنہ مسلمان ہو جاؤ انہوں نے جواب دیا تم تو قرآن میں پڑھ چکے ہو کہ جنہیں توراۃ کا حامل بنایا گیا انہوں نے اسے کماحقہ قبول نہ کیا۔ ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بوجھ لادے ہوئے ہو اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جو توراۃ اٹھوائے گئے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا یہ یہاں سے چل کر حمص پہنچے وہاں سنا کہ ایک شخص جوان کے گھرانے میں سے تھا اس آیت کی تلاوت کر رہا ہے جب اس نے آیت ختم کی انہیں ڈر لگنے لگا کہ کہیں سچ مچ اس آیت کی وعید مجھ پر صادق نہ آ جائے اور میرا منہ مسخ کر پلٹ نہ جائے یہ جھٹ سے کہنے لگے ((یَا رَبِّ اَسْلَمْتُ)) میرے اللہ میں ایمان لایا۔ پھر حمص سے ہی واپس اپنے وطن یمن میں آئے اور یہاں سے اپنے تمام گھر والوں کو لے کر سارے کنبے سمیت مسلمان ہو گئے۔ [2] ابن ابی حاتم میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ اس طرح مروی ہے کہ ان کے استاد ابو مسلم جلیلی ان کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے میں دیر لگانے کی وجہ سے ہر وقت انہیں ملامت کرتے رہتے پھر انہیں بھیجا کہ یہ دیکھیں کہ آپ وہی پیغمبر ہیں جن کی خوشخبری اور اوصاف تورات میں ہیں؟ یہ آئے اور فرماتے ہیں جب میں مدینہ شریف پہنچا تو ناگہاں میں سنا کہ ایک شخص قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا کہ اے اہل کتاب ہماری نازل کردہ کتاب تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرتی ہے بہتر ہے کہ اس پر اس سے پہلے ایمان لاؤ کہ ہم تمہارے منہ بگاڑ دیں اور انہیں الٹا کر دیں۔ میں چونک اٹھا اور جلدی جلدی غسل کرنے بیٹھ گیا اور اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتا جاتا تھا کہ کہیں مجھے ایمان لانے میں دیر نہ لگ جائے اور میرا چہرہ الٹا نہ

---

[1] [سورۃ یسین : آیت ۸۔۹]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۸/۴۴۶)] اس کی سند میں جابر بن نوح راوی ضعیف ہے۔[ملاحظہ فرمایئے : میزان الاعتدال (۱٤۲۱)]

ہو جائے۔ پھر میں بہت جلد آ کر مسلمان ہو گیا۔ [1] اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یا ہم ان پر لعنت کریں جیسے کہ ہفتہ والوں پر ہم نے لعنت نازل کی یعنی جن لوگوں نے ہفتہ والے دن حیلے کر کے شکار کھیلا حالانکہ انہیں اس کام سے منع کیا گیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بندر اور سور بنا دیئے گئے ان کا مفصل واقعہ سورہ اعراف میں آئے گا انشاء اللہ۔ ارشاد ہوتا ہے اللہ کے کام پورے ہو کر ہی رہتے ہیں وہ جب کوئی حکم کر دے تو کوئی نہیں جو اس کی مخالفت یا ممانعت کر سکے۔

پھر خبر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کئے جانے کے گناہ کو نہیں بخشتا یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ مشرک ہو اس پر بخشش کے دروازے بند ہیں۔ اس جرم کے سوا اور گناہوں کو خواہ وہ کیسے ہی ہوں جس کو چاہے بخش دیتا ہے اس آیہ کریمہ کے متعلق بہت سی حدیثیں ہیں ہم یہاں بقدر آسانی ذکر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہوں کے تین دیوان ہیں ایک تو وہ جس کی اللہ تعالیٰ کچھ پرواہ نہیں کرتا دوسرا وہ جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہیں چھوڑتا۔ تیسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشتا۔ پس جسے وہ بخشتا نہیں وہ شرک ہے اللہ عزوجل خود فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو معاف نہیں فرماتا اور جگہ ارشاد ہے جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرلے اللہ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے۔

اور جس دیوان میں اللہ کے ہاں کوئی وقعت نہیں وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اور جس کا تعلق اس سے اور اللہ کی ذات سے ہے مثلاً کسی دن کا روزہ جسے اس نے چھوڑ دیا یا نماز چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے اور جس دیوان کی اللہ تعالیٰ کوئی چیز ترک نہیں کرتا وہ بندوں کے آپس میں مظالم ہیں جن کا بدلہ اور قصاص ضروری ہے۔ [2] دوسری حدیث بحوالہ مسند بزار۔ [3] الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ مطلب وہی ہے۔ تیسری حدیث: بحوالہ مسند احمد۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو بخش دے مگر وہ شخص جو کفر کی حالت میں مرا دوسرا وہ جس نے کسی ایمان دار کو جان بوجھ کر قتل کیا۔ [4] چوتھی حدیث بحوالہ مسند احمد۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے تو جب تک میری عبادت کرتا رہے گا اور مجھ سے نیک امید رکھے گا میں بھی تیری جتنی خطائیں ہیں انہیں معاف فرماتا رہوں گا میرے بندے اگر تو ساری زمین بھر کی خطائیں بھی لے کر میرے پاس آئے گا تو میں بھی زمین کی وسعتوں جتنی مغفرت کے ساتھ تجھ سے ملوں گا بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو۔ [5]

---

[1] [ضعیف : اس کی سند میں عمرو بن واقد راوی ضعیف ہے۔[ملاحظہ فرمایئے: میزان الاعتدال (٦٤٦٥)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (٦/ ٢٤٠) مستدرك حاكم (٥٧٥/٤) بیهقی فی شعب الایمان (٧٤٧٣/٦)] شیخ البانی ؒ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعيف الجامع (٣٠٢٢)]

[3] [حسن بالشواهد : مسند بزار (٣٤٣٩) مجمع الزوائد (١٠/ ٣٣٧)] شیخ البانی ؒ نے شاہد کی وجہ سے اسے حسن کہا ہے۔[الصحيحة (١٩٢٧)]

[4] [صحیح لغیرہ : مسند احمد (٤/ ٩٩) نسائی فی الكبرى (٣٤٤٦) طبرانی کبیر (١٩/ ٨٥٨)] شیخ البانی ؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ کہا ہے۔[صحیح الترغیب ٢٤٤٥٠) الموسوعة الحديثية (١٦٩٠٧)]

[5] [صحیح : مسند احمد (٥/ ١٥٤)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحديثية (٢١٣٦٨)] شیخ البانی ؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔[الصحيحة (١٢٨، ٢٢٨٧)]

پانچویں حدیث بحوالہ مسند احمد۔ جو بندہ ﴿لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ کہے پھر اسی پر اس کا انتقال ہو وہ ضرور جنت میں جائے گا یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اگر اس نے زنا اور چوری بھی کی ہو آپ نے فرمایا گو اس نے زنا کاری اور چوری بھی کی ہو تین مرتبہ یہی سوال وجواب ہوا۔ چوتھے سوال پر آپ نے فرمایا چاہے ابوذر کی ناک خاک آلود ہو پس حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہاں سے اپنی چادر گھسیٹے ہوئے یہ فرماتے ہوئے نکلے کہ چاہے ابوذر کی ناک خاک آلود ہو اور اس کے بعد جب بھی آپ یہ حدیث بیان فرماتے یہ جملہ ضرور کہتے۔ (1) یہ حدیث دوسری سند سے قدرے زیادتی کے ساتھ مروی ہے اس میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے میدان میں چلا جا رہا تھا کہ احد پہاڑ کی طرف ہماری نگاہیں تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا سنو میرے پاس اگر اس احد کے برابر سونا ہو تو میں نہ چاہوں گا کہ تیسری شام کو اس میں سے کچھ بھی باقی رہ جائے بجز اس دینار کے جسے میں قرضہ چکانے کے لئے رکھ لوں باقی تمام مال اس طرح راہ اللہ اس کے بندوں کو دے ڈالوں گا اور آپ نے دائیں بائیں اور سامنے لپیں پھینکیں۔ پھر کچھ دیر ہم چلتے رہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکارا اور فرمایا جن کے پاس یہاں زیادتی ہے وہی وہاں کمی والے ہوں گے مگر جو اس طرح کرے اور اس طرح کرے یعنی آپ نے اپنے دائیں بائیں اور سامنے لپیں (ہتھیلیاں) بھر کر دیتے ہوں اس عمل کی وضاحت کی۔ پھر کچھ چلنے کے بعد فرمایا ابوذر میں ابھی آتا ہوں تم یہیں ٹھہرو آپ تشریف لے گئے اور میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور مجھے آوازیں سنائیں دینے لگیں دل بے چین ہو گیا کہ کہیں تنہائی میں کوئی دشمن نہ آ گیا ہو میں نے قصد کیا کہ وہاں پہنچوں لیکن ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ میں جب تک نہ آؤں تم یہیں ٹھہرے رہنا چنانچہ میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ آپ تشریف لے آئے تو میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آوازیں کیسی آ رہی تھیں آپ نے فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل آئے تھے اور فرما رہے تھے کہ آپ کی امت میں سے وفات پانے والا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے تو وہ جنت میں جائے گا میں نے کہا گو زنا اور چوری بھی اس سے سرزد ہوئی ہو تو فرمایا ہاں گو زنا اور چوری بھی ہوئی ہو یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے (2) اور بخاری و مسلم میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رات کے وقت نکلا دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف لے جا رہے ہیں تو مجھے خیال ہوا کہ شاید اس وقت آپ کسی کو لے جانا نہیں چاہتے تو میں چاند کی چھاؤں چھاؤں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو لیا آپ نے مڑ کر مجھے دیکھا تو پوچھا کون ہے میں نے کہا ابوذر اللہ مجھے آپ پر قربان کر دے تو آپ نے فرمایا آؤ میرے ساتھ چلو تھوڑی دیر ہم چلتے رہے پھر آپ نے فرمایا زیادتی والے ہی قیامت کے دن کمی والے ہوں گے مگر وہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال دیا پھر وہ دائیں بائیں آگے

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب الثیاب البیض (۵۸۲۷) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الدلیل علی من مات لایشرك باللہ شیاء دخل الجنة (۹۴۔ ۱۵۴)]

(2) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاستیذان: باب من اجاب بلبیك و سعدیك (۶۲۶۸) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الدلیل علی من مات لایشرك باللہ شیاء دخل الجنة (۹۴)]

پیچھے نیک کاموں میں خرچ کرتے رہے پھر کچھ چلنے کے بعد آپ نے مجھے ایک جگہ بٹھا کر جس کے ارد گرد پتھر تھے فرمایا میری واپسی تک یہیں بیٹھے رہو۔ پھر آپ آگے نکل گئے یہاں تک کہ میری نظر سے پوشیدہ ہو گئے آپ کو زیادہ دیر لگ گئی پھر میں نے دیکھا کہ آپ تشریف لا رہے ہیں اور زبان مبارک سے فرماتے آ رہے ہیں گو زنا کیا ہو چوری کی ہو جب میرے پاس پہنچے تو میں رک نہ سکا پوچھا اے اللہ کے نبی ﷺ اللہ مجھے آپ پر قربان کرے اس میدان کے کنارے کس سے باتیں کر رہے تھے میں نے سنا کوئی آپ کو جواب بھی دے رہا تھا آپ نے فرمایا وہ جبرائیل علیہ السلام تھے یہاں میرے پاس آئے اور فرمایا اپنی امت کو خوش خبری سنا دو کہ جو مرے اور اللہ کے ساتھ اس نے کسی کو شریک نہ کیا ہو وہ جنتی ہو گا میں نے کہا اے جبرائیل علیہ السلام گو اس نے چوری کی ہو اور زنا کیا ہو۔ فرمایا ہاں، میں نے پھر یہی سوال کیا جواب دیا ہاں میں نے پھر یہی فرمایا ہاں اور اگرچہ اس نے شراب پی ہو۔ [1] چھٹی حدیث بحوالہ مسند عبد بن حمید۔

ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ جنت واجب کر دینے والی چیزیں کیا ہیں آپ نے فرمایا جو شخص بغیر شرک کئے مرا اس کے لئے جنت واجب ہے اور جو شرک کرتے ہوئے مرا اس کے لئے جہنم واجب ہے [2] یہی حدیث اور طریق سے مروی ہے جس میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہوا مرا اس کے لئے بخشش حلال ہے اگر اللہ چاہے اسے عذاب کرے اگر چاہے بخش دے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اس کے سوا جسے چاہے بخش دے۔ [3] (ابن ابی حاتم) اور سند سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا بندے پر مغفرت ہمیشہ رہتی ہے جب تک کہ پردے نہ پڑ جائیں دریافت کیا گیا کہ حضور ﷺ پردے پڑ جانا کیا ہے؟ فرمایا شرک، جو شخص شرک نہ کرتا ہوا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے اس کے لئے بخشش الٰہی حلال ہو گئی اگر چاہے عذاب کرے اگر چاہے بخش دے پھر آپ نے آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ﴾ الخ، تلاوت فرمائی [4] (مسند ابو یعلی)۔ ساتویں حدیث بحوالہ مسند احمد۔ جو شخص مرے اللہ کے ساتھ شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ [5] آٹھویں حدیث بحوالہ مسند احمد: رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور فرمایا تمہارے رب عزوجل نے مجھے اختیار دیا کہ میری امت میں سے ستر ہزار کا بے حساب جنت میں جانا پسند کر لوں یا اللہ تعالیٰ کے پاس جو چیز میرے لئے میری امت کی بابت پوشیدہ محفوظ ہے اسے قبول کر لوں۔ تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کیا اللہ تعالیٰ آپ کے لئے یہ محفوظ چیز بچا کر بھی رکھے گا؟ آپ یہ سن کر اندر تشریف لے گئے پھر تکبیر پڑھتے ہوئے باہر آئے اور فرمانے لگے میرے رب

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب المکثرون ھم المقلون (٦٤٤٣) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب الترغیب فی الصدقۃ (٩٤)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان (٩٣)]

[3] [ضعیف: تفسیر ابن ابی حاتم (٥٤٢٥/٣)] اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[4] [ضعیف: ابو یعلی کما فی الدر المنثور (٣٠٣/٢)] اس کی سند میں بھی موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔]

[5] [مسند احمد (٧٩/٣) مسند بزار (٦)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔ تاہم اس کا متن صحیح و ثابت ہے۔ [دیکھئے: السلسلۃ الصحیحۃ (٨٢٦) صحیح الجامع الصغیر (٦٥٩١)]

نے مجھے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار کو جنت عطا کرنا مزید عطا فرمایا اور وہ پوشیدہ حصہ بھی' حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث بیان فرما چکے تو حضرت ابورہم نے سوال کیا کہ وہ پوشیدہ محفوظ چیز کیا ہے؟ اس پر لوگوں نے انہیں کچھ کچھ کہنا شروع کر دیا کہ کہاں تم اور کہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اختیار کردہ چیز؟ حضرت ایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنو جہاں تک ہمارا گمان ہے جو بالکل یقین کے قریب ہے یہ ہے کہ وہ چیز جنت میں جانا ہے ہر اس شخص کا جو سچے دل سے گواہی دے کہ اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (۱)

نویں حدیث بحوالہ ابن ابی حاتم۔ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بھتیجا حرام سے باز نہیں آتا آپ نے فرمایا اس کی دینداری کیسی ہے' کہا نمازی ہے اور توحید والا ہے آپ نے فرمایا جاؤ اور اس سے اس کا دین بطور ہبہ کے طلب کرو اگر انکار کرے تو اس سے خرید لو اس نے جا کر اس سے طلب کیا تو اس نے انکار کر دیا اس نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا میں نے اسے اپنے دین سے چمٹا ہوا پایا اس پر آیت ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ﴾ الخ نازل ہوئی۔ (۲) دسویں حدیث بحوالہ حافظ ابویعلی۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کوئی حاجت یا حاجت والا نہیں چھوڑا یعنی زندگی میں سب کچھ کر چکا ہوں آپ نے فرمایا کیا تو یہ گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تین مرتبہ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا یہ ان سب پر غالب آ جائے گا۔ (۳) گیارہویں حدیث بحوالہ مسند احمد۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ضمضم بن جوش یمامی رحمہ اللہ سے کہا کہ اے یمامی! کسی شخص سے ہرگز یہ نہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ تجھے نہیں بخشے گا یا تجھے جنت میں داخل نہ کرے گا یمامی رحمہ اللہ نے کہا حضرت یہ بات تو ہم لوگ اپنے بھائیوں اور دوستوں سے بھی غصے غصے میں کہہ جاتے ہیں آپ نے فرمایا خبردار ہرگز نہ کہنا سنو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا بنی اسرائیل میں دو شخص تھے ایک تو عبادت میں بہت چست چالاک اور دوسرا اپنی جان پر زیادتی کرنے والا اور دونوں میں دوستانہ اور بھائی چارہ تھا عابد بسا اوقات اس دوسرے کو کسی نہ کسی گناہ میں دیکھتا رہتا تھا اور کہتا رہتا تھا اے شخص باز رہ وہ جواب دیتا تو مجھے میرے رب پر چھوڑ دے کیا تو مجھ پر نگہبان بنا کر بھیجا گیا ہے؟ ایک مرتبہ عابد نے دیکھا کہ وہ پھر کسی گناہ کے کام کو کر رہا ہے جو گناہ اسے بہت بڑا معلوم ہوا تو کہا افسوس تجھ پر باز آ اس نے وہی جواب دیا تو عابد نے کہا اللہ کی قسم اللہ تجھے ہرگز نہ بخشے گا یا جنت نہ دے گا اللہ تعالیٰ نے ان کے

---

(۱) [ضعیف: مسند احمد (۵/۴۱۳) طبرانی کبیر (۳۸۸۲)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف اور عبداللہ بن ناشر مجہول ہے۔]

(۲) [ضعیف: طبرانی کبیر (۴۰۶۳) تفسیر ابن ابی حاتم (۵۴۲۴/۳)] اس کی سند میں واصل بن سائب راوی ضعیف ہے۔ امام ترمذیؒ، امام ابن معینؒ اور امام دارقطنیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے اور امام بخاریؒ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔[مجمع الزوائد (۸/۷) میزان الاعتدال (۹۳۲۳)]

(۳) [صحیح: مسند ابویعلی (۳۴۳۳)] شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

پاس فرشتہ بھیجا جس نے ان کی روحیں قبض کر لیں جب دونوں اللہ تعالیٰ کے ہاں جمع ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس گنہگار سے فرمایا جا اور میری رحمت کی بنا پر جنت میں داخل ہو جا اور اس عابد سے فرمایا کیا تجھے حقیقی علم تھا ؟ کیا تو میری چیز پر قادر تھا؟ اسے جہنم کی طرف لے جاؤ۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوالقاسم ﷺ کی جان ہے اس نے ایک کلمہ زبان سے ایسا نکال دیا جس نے اس کی دنیا اور آخرت برباد کر دی۔ (١)

بارہویں حدیث بحوالہ طبرانی۔ جس نے اس بات کا یقین کر لیا کہ میں گناہوں کی بخشش پر قادر ہوں تو میں اسے بخش ہی دیتا ہوں اور کوئی پرواہ نہیں کرتا جب تک کہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا لے۔ (٢) تیرہویں حدیث بحوالہ بزار، ابویعلی۔ جس عمل پر اللہ تعالیٰ نے ثواب کا وعدہ کیا ہے اسے تو مالک ضرور پورا فرمائے گا اور جس پر سزا کا فرمایا ہے وہ اس کے اختیار میں ہے چاہے بخش دے یا سزا دے۔ (٣) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہم صحابہ رضی اللہ عنہم قاتل کے بارے میں اور یتیم کا مال کھانے والے کے بارے میں اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والے کے بارے میں اور جھوٹی گواہی دینے والے کے بارے میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ﴾ الخ' اتری اور اصحاب رسول ﷺ گواہی سے رک گئے۔ (٤)

(ابن ابی حاتم) ابن جریر کی یہ روایت اس طرح ہے کہ جن گناہوں پر جہنم کا ذکر کتاب اللہ میں ہے اسے کرنے والے کے جہنمی ہونے میں ہمیں شک ہی نہیں تھا یہاں تک کہ ہم پر یہ آیت اتری جب ہم نے اسے سنا تو ہم شہادت کے لئے رک گئے اور تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف سونپ دئے۔ (٥) بزار میں آپ ہی کی ایک روایت ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے استغفار کرنے سے ہم رکے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہم نے حضور ﷺ سے یہ آیت سنی اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے مؤخر کر رکھا ہے۔ (٦) ابوجعفر رازی کی روایت میں آپ کا یہ فرمان ہے کہ جب آیت ﴿یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ

---

(١) [صحیح : ابوداؤد : کتاب الادب : باب النهی عن البغی (٤٩٠١) مسند احمد (٣٢٣/٢) ابن مبارك فی الزهد (٩٠٠)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [المشکاة (٢٣٧٤)]

(٢) [ضعیف : طبرانی کبیر (١١٦١٥/١١) عبد بن حمید فی المنتخب (٦٠٢) بغوی فی شرح السنة (٣٨٨/١٤)] اس کی سند میں ابراہیم بن حکم راوی ضعیف ہے۔]

(٣) [ضعیف : مسند ابو یعلی (٣٣١٦) مسند بزار (٣٢٣٥) طبرانی اوسط (٨٥١١)] اس کی سند میں سہیل بن ابی حزم راوی ضعیف ہے۔]

(٤) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٩٧٣٧)] اس کی سند میں ہیثم بن جماز راوی ضعیف ہے۔]

(٥) [ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم (٥٤٢١/٣)] اس کی سند میں صالح بن بشیر راوی ضعیف ہے۔]

(٦) [حسن : بزار (٣٢٥٤) ابن ابی عاصم فی السنة (٨٣٠) مسند ابو یعلی (٥٨١٣/١٠)] امام ہیثمیؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (٢١٠/١٠)] امام سیوطیؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الدر المنثور (٣٠٢/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [ظلال الجنة (٨٣٠)]

﴿اَسْرَفُوْا﴾ [1] الخ' نازل ہوئی یعنی اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تم میری رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا حضور ﷺ شرک کرنے والا بھی؟ آپ کو اس کا یہ سوال ناپسند آیا پھر آپ نے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ﴾ الخ' پڑھ کر سنائی۔ [2] سورہ تنزیل کی یہ آیت مشروط ہے توبہ کے ساتھ پس جو شخص جس گناہ سے توبہ کرے اللہ اس کی طرف رجوع کرتا ہے گو بار بار کرے پس مایوس نہ ہونے کی آیت میں توبہ کی شرط ضرور ہے ورنہ اس میں مشرک بھی آ جائے گا اور مطلب صحیح نہ ہو گا کیونکہ اس آیت میں وضاحت کے ساتھ یہاں موجود ہے کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنیوالے کی بخشش نہیں ہے ہاں اس کے سوا جسے چاہے۔ یعنی اگر اس نے توبہ بھی نہ کی ہو اس مطلب کے ساتھ اس آیت میں جو امید دلانے والی ہے اور زیادہ امید کی آس پیدا ہو جاتی ہے' واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے اللہ کے ساتھ جو شرک کرے اس نے بہت بڑا گناہ کا افترا باندھا جیسے اور آیت میں ہے شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بنائے حالانکہ اسی نے تجھے پیدا کیا ہے۔ [3]

پھر پوری حدیث بیان فرمائی۔ ابن مردویہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں تمہیں سب سے بڑا کبیرہ گناہ بتاتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا ہے پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کا یہ آخری حصہ تلاوت فرمایا پھر ماں باپ کی نافرمانی کرنا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ [4] میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا شکریہ ادا کر میری طرف لوٹنا ہے۔ [5]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٤٩﴾
اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿٥٠﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى
الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ
كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿٥١﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ
اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿٥٢﴾

ع

کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا؟ جو اپنی پاکیزگی اور ستائش خود کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے پاکیزہ کرتا ہے کسی پر ایک دھاگے

---

[1] [سورۃ الزمر : آیت ۵۳]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۹۷۳۵)] اس کی سند میں ابوجعفر رازی راوی ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر (۴۴۷۷) و کتاب التوحید (۷۵۲۰) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب کون الشرك اقبح الذنوب (۷۶) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن (۳۱۸۲) مسند احمد (۲۲۸/۵)]

[4] [سورۃ لقمان : آیت ۱۴]

[5] [ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم (۵۴۲۹/۳) طبرانی کبیر (۲۹۳/۱۸)] اس کی سند میں سعید بن بشیر دمشقی راوی ضعیف ہے۔]

کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ دیکھ تو یہ لوگ کس طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں؟ یہ صریح گناہ اسے کافی ہے ○ کیا تو نے انہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا ہے جو بتوں کا اور باطل معبودوں کا اعتقاد رکھتے ہیں اور کافروں کے حق میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں سے زیادہ راہ راست والے ہیں ۔ یہی ہیں جنہیں اللہ نے لعنت کی' اور جسے اللہ لعنت کردے تو اس کا کوئی مددگار نہ پائے گا○

چہرے پر تعریف ممنوع ہے: یہود و نصاری کا قول تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اولاد اور اس کے چہیتے ہیں اور کہتے تھے کہ جنت میں صرف یہود جائیں گے یا نصرانی ان کے اس قول کی تردید میں یہ آیت ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ الخ' نازل ہوئی اور یہ قول حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے خیال کے مطابق اس آیت کا شان نزول ہی ہے کہ یہ لوگ اپنے بچوں کو امام بناتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بے گناہ ہیں' یہ بھی مروی ہے کہ ان کا خیال تھا کہ ہمارے جو بچے فوت ہو گئے ہیں وہ ہمارے لئے قربت الٰہی کا ذریعہ ہیں ہمارے سفارشی ہیں اور ہمیں وہ بچالیں گے پس یہ آیت اتری۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہودیوں کا اپنے بچوں کا آگے کرنے کا واقعہ بیان کر کے فرماتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اللہ تعالیٰ کسی گنہگار کو بے گناہ کی وجہ سے چھوڑ نہیں دیتا' یہ کہتے تھے کہ جیسے ہمارے بچے بے خطا ہیں ایسے ہی ہم بھی بے گناہ ہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت دوسروں کی بڑھی چڑھی مدح وثنا بیان کرنے کے رد میں اتری ہے' صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم مدح کرنے والوں کے منہ مٹی سے بھر دیں' [1] بخاری و مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دوسرے کی مدح وستائش کرتے ہوئے سن کر فرمایا افسوس تو نے اس اپنے ساتھی کی گردن توڑ دی پھر فرمایا اگر تم میں سے کسی کو ایسی ہی ضرورت کی وجہ سے کسی کی تعریف کرنی بھی ہو تو یوں کہے کہ میں فلاں شخص کو ایسا سمجھتا ہوں۔ اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل یہی ہے کہ کسی کی منہ پر تعریف نہ کی جائے۔ [2] مسند احمد میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو کہے میں مومن ہوں وہ کافر ہے اور جو کہے کہ میں عالم ہوں وہ جاہل ہے اور جو کہے میں جنتی ہوں وہ جہنمی ہے' [3] ابن مردویہ میں آپ کے فرمان میں یہ بھی مروی ہے کہ مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ کوئی شخص خود پسندی کرنے لگے اور اپنی سمجھ پر آپ فخر کرنے بیٹھ جائے' [4] مسند احمد میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہت ہی کم حدیث بیان فرماتے اور بہت کم جمعے ایسے ہوں گے جن میں آپ نے یہ چند حدیثیں نہ سنائی ہوں کہ جس کے ساتھ اللہ کا ارادہ بھلائی کا ہوتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے' اور یہ مال میٹھا اور سبز رنگ ہے جو اسے اس کے حق کے ساتھ لے گا اسے اس میں برکت دی

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزهد: باب النهی عن المدح اذا کان فیه افراط (۳۰۰۲) ترمذی: کتاب الزهد: باب ماجآء فی کراهیة المدحة والمداحین (۲۳۹۳) ابن ماجه (۳۷۴۲) مسند احمد (۶/۵)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الشهادات (۲۶۶۲) و کتاب الادب: باب مایکره من التمادح (۶۰۶۱) صحیح مسلم: کتاب الزهد: باب النهی عن المدح اذا کان فیه فراط (۳۰۰۰) ابوداؤد: کتاب الادب: باب فی کراهیة التمادح (۴۸۰۵) مسند احمد (۴۶/۵)]

[3] [ضعیف و منقطع: مسند الفاروق (۵۷۴/۲)] نعیم اور عمرؓ کے درمیان انقطاع ہے۔]

[4] [ضعیف: اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ربذی راوی ضعیف ہے۔]

جائے گی' تو تم لوگو آپس میں ایک دوسرے کی مدح وستائش سے پرہیز کرو اس لئے کہ یہ دوسرے پر چھری پھیرنا ہے' [1]
یہ پچھلا جملہ ان سے ابن ماجہ میں بھی مروی ہے [2] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان صبح کو دین لے کر نکلتا ہے پھر جب کہ وہ لوٹتا ہے تو اس کے دین میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا (اس کی وجہ یہ ہوتی ہے) کہ وہ صبح کسی سے اپنا کام نکالنے کے لئے ملا۔ اس کی تعریف شروع کر دی اور اس کی مدح سرائی شروع کی اور قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا آپ ایسے ہیں اور ایسے ہیں حالانکہ نہ وہ اس کے نقصان کا مالک ہے نہ نفع کا اور بسا اوقات ممکن ہے کہ ان تعریفی کلمات کے بعد بھی اس سے اس کا کام نہ نکلے لیکن اس نے تو اللہ کو ناخوش کر دیا پھر آپ نے آیت تزکیہ کی تلاوت فرمائی۔ (ابن جریر) اور اس کا تفصیلی بیان آیت ﴿فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ﴾ [3] کی تفسیر میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پس یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جسے چاہے پاک کر دے کیونکہ تمام چیزوں کی حقیقت اور اصلیت کا عالم وہی ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ ایک دھاگے کے وزن کے برابر بھی کسی کی نیکی نہ چھوڑے گا' فتیل کے معنی ہیں کھجور کی گٹھلی کے درمیان کا دھاگہ اور مروی ہے کہ وہ دھاگہ جسے کوئی اپنی انگلیوں سے بٹ لے۔

پھر فرماتا ہے ان کی افترا پردازی تو دیکھو کہ کس طرح عزوجل کی اولاد اور اس کے محبوب بننے کے دعویدار ہیں؟ اور کیسی باتیں کر رہے ہیں کہ ہمیں تو صرف چند دن آگ میں رہنا ہوگا کس طرح اپنے بڑوں کے نیک اعمال پر اعتماد کئے بیٹھے ہیں؟ حالانکہ ایک کا عمل دوسرے کو نفع نہیں دے سکتا جیسے ارشاد ہے ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ﴾ [4] الخ' یہ ایک گروہ ہے جو گذر چکا ان کے اعمال ان کے ساتھ اور تمہارے عمل تمہارے ساتھ' پھر فرماتا ہے ان کا یہ کھلا کذب وافترا ہی ان کے لئے کافی ہے' ﴿جِبْتْ﴾ کے معنی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وغیرہ سے جادو اور طاغوت کے معنی شیطان کے مروی ہیں' [5] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ﴿جِبْتْ﴾ حبش کا لفظ ہے اس کے معنی شیطان کے ہیں۔ شرک' بت' اور کاہن کے معنی بھی بتائے گئے ہیں بعض کہتے ہیں اس سے مراد حیی بن اخطب ہے' بعض کہتے ہیں کعب بن اشرف ہے' ایک حدیث میں ہے فال اور پرندوں سے یعنی ان کے نام یا ان کے اڑنے یا بولنے یا ان کے نام سے شگون لینا اور زمین پر لکیریں کھینچ کر معاملہ طے کرنا یہ جبت ہے' [6] حسن کہتے ہیں جبت شیطان کی گنگناہٹ ہے' طاغوت کی نسبت پہلے سورہ بقرہ میں تفصیلی ذکر گذر چکا ہے اس لئے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جب طاغوت کی نسبت سوال کیا گیا تو فرمایا کہ یہ کاہن لوگ ہیں جن کے

---

[1] [حسن: مسند احمد (٤/٩٣) طبرانی کبیر (١٩/٨١٥) ابن ابی شیبة (٦/٢٠٦)] حافظ بوصیریؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[الزوائد (٣/١٨)] شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔[الصحیحة (١٢٨٤)]

[2] [صحیح: ابن ماجه: کتاب الادب: باب المدح (٣٧٤٣)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (١١٩٦، ١٢٨٤)]

[3] [سورة النجم: آیت ٣٢] [4] [سورة البقرة: آیت ١٤١] [5] [تفسیر ابن جریر الطبری (٨/٤٦٢)]

[6] [ضعیف: ابوداؤد: کتاب الطب: باب فی الخط وزجر الطیر (٣٩٠٧) عبد الرزاق (١٩٥٠٢) ابن حبان (٦١٣١) نسائی فی السنن الکبری (١١١٠٨) مسند احمد (٥/٦٠)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[غایة المرام (ص ٢٨٤)]

پاس شیطان آتے تھے' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں انسانی صورت کے یہ شیاطین ہیں جن کے پاس لوگ اپنے جھگڑے لے کر جاتے ہیں اور انہیں حاکم مانتے ہیں' حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی عبادت اللہ کے سوا کی جائے۔

پھر فرمایا کہ ان کی جہالت بے دینی اور خود اپنی کتاب کے ساتھ کفر کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کافروں کو مسلمانوں پر ترجیح اور افضلیت دیتے ہیں' ابن ابی حاتم میں ہے کہ حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف مکہ والوں کے پاس آئے تو اہل مکہ نے ان سے کہا تم اہل کتاب اور صاحب علم ہو بھلا بتاؤ تو ہم بہتر ہیں یا محمد (ﷺ) انہوں نے کہا تم کیا ہو؟ اور وہ کیا ہیں؟ تو اہل مکہ نے کہا ہم صلہ رحمی کرتے ہیں تیار اونٹنیاں ذبح کر کے دوسروں کو کھلاتے ہیں' لسی پلاتے ہیں غلاموں کو آزاد کرتے ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور محمد (ﷺ) تو صنبور ہیں ہمارے رشتے ناتے تڑوا دیئے۔ ان کا ساتھ حاجیوں کے چوروں نے دیا ہے جو قبیلہ غفار میں سے ہیں اب بتاؤ ہم اچھے یا وہ؟ تو ان دونوں نے کہا تم بہتر ہو اور تم زیادہ سیدھے راستے پر ہو اس پر یہ آیت اتری دوسری روایت میں ہے کہ انہی کے بارے میں ﴿اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ [1] اتری ہے۔

بنو وائل اور بنو نضیر کے چند سردار جب عرب میں حضور ﷺ کے خلاف آگ لگا رہے تھے اور جنگ عظیم کی تیاری میں تھے اس وقت یہ قریش کے پاس آئے تو قریشیوں نے انہیں عالم و درویش جان کر ان سے پوچھا کہ بتاؤ ہمارا دین اچھا یا محمد ﷺ کا؟ تو ان لوگوں نے کہا تم اچھے دین والے اور ان سے زیادہ صحیح راستے پر ہو اس پر یہ آیت اتری اور خبر دی گئی کہ یہ لعنتی گروہ ہے اور ان کا مددو معاون دنیا اور آخرت میں کوئی نہیں اس لئے کہ صرف کفار کو اپنے ساتھ ملانے کیلئے بطور چاپلوسی اور خوشامد کے یہ کلمات اپنی معلومات کے خلاف کہہ رہے ہیں لیکن یاد رکھ لیں کہ یہ کامیاب نہیں ہو سکتے چنانچہ یہی ہوا زبردست لشکر لے کر سارے عرب کو اپنے ساتھ ملا کر تمام تر قوت و طاقت اکٹھی کر کے ان لوگوں نے مدینہ شریف پر چڑھائی کی یہاں تک رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کے اردگرد خندق کھودنی پڑی لیکن بالآخر دنیا نے دیکھ لیا ان کی ساری سازشیں ناکام ہوئیں یہ خائب و خاسر رہے' نامراد و ناکام پلٹے' دامن مراد خالی رہا بلکہ نامرادی مایوسی اور نقصان عظیم کے ساتھ لوٹنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدد آپ کی اور اپنی قوت وعزت سے (کافروں کو) اوندھے منہ گرا دیا۔ فالحمد لله الكبير المتعال

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ
النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ
وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾

کیا ان کا کوئی حصہ سلطنت میں ہے؟ اگر ایسا ہو تو پھر تو کسی کو ایک کھجور کے شگاف برابر بھی کچھ نہ دیں گے ○ یا یہ لوگوں کا حسد

[1] [سورۃ الکوثر، آیت ۳]

کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے' پس ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت بھی دی ہے اور بڑی سلطنت بھی عطا فرمائی ہے ○ پھر ان میں سے بعض نے تو اس کتاب کو مانا اور بعض اس سے رک گئے اور کافی ہے جہنم کا جلانا ○

یہود کی دشمنی کی انتہا: یہاں بطور انکار کے سوال ہوتا ہے کہ کیا وہ ملک کے کسی حصہ کے مالک ہیں؟ یعنی نہیں ہیں۔ پھر ان کی بخیلی بیان کی جاتی ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ کسی کو ذرا سا بھی نفع پہنچانے کے روادار نہ ہوتے خصوصاً اللہ کے اس آخری پیغمبر ﷺ کو اتنا بھی نہ دیتے جتنا کھجور کی گٹھلی کے درمیان کا پردہ ہوتا ہے' جیسے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّیْٓ﴾ [1] الخ' یعنی اگر تم میرے رب کی رحمتوں کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تم تو خرچ ہو جانے کے خوف سے بالکل ہی روک لیتے گو ظاہر ہے کہ وہ کم نہیں ہو سکتے تھے لیکن تمہاری کنجوسی تمہیں ڈرا دیتی اسی لئے فرمادیا کہ انسان بڑا ہی بخیل ہے' ان کے ان بخیلانہ مزاج کے بعد ان کا حسد واضح کیا جا رہا ہے کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو نبوت کا عظیم تر منصب بخشا ہے چونکہ وہ عرب میں سے ہیں بنی اسرائیل سے نہیں اس لئے ان سے حسد کی آگ میں جل رہے ہیں اور لوگوں کو آپ کی تصدیق سے روک رہے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہاں ﴿اَلنَّاسَ﴾ سے مراد ہم ہیں کوئی اور نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے آل ابراہیم کو جو بنی اسرائیل کے قبائل میں اولاد ابرہیم سے ہیں نبوت دی کتاب نازل فرمائی جینے مرنے کے آداب سکھائے بادشاہت بھی دی اس کے باوجود ان میں سے بعض تو مومن ہوئے اس انعام واکرام کو مانا لیکن بعض نے پھر بھی اسے تسلیم نہ کیا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس سے روکا حالانکہ وہ بھی بنی اسرائیل ہی تھے تو جبکہ یہ اپنے والوں سے بھی منکر ہو چکے ہیں تو پھر اے نبی آخر الزمان آپ کا انکار ان سے کیا دور ہے؟ جبکہ آپ ان میں سے بھی نہیں' یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ بعض اس پر یعنی محمد ﷺ پر ایمان لائے اور بعض نہ لائے پس یہ کافر اپنے کفر میں بہت سخت اور نہایت پکے ہیں اور ہدایت وحق سے بہت ہی دور ہیں پھر انہیں ان کی سزا سنائی جا رہی ہے کہ جہنم کا جلنا انہیں بس ہے' ان کے کفر وعناد کی ان کی تکذیب اور سرکشی کی یہ سزا کافی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ
جُلُوْدًا غَيْرَھَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ
اَبَدًا ۭ لَھُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُھُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝

جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور انہیں ہم یقیناً آگ میں ڈال دیں گے' جب ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ عذاب چکھتے رہیں یقیناً اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے ○ اور جو لوگ ایمان لائے اور شائستہ اعمال کئے ہم انہیں عنقریب ان جنتوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے ان کے لئے وہاں صاف ستھری بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں گھنی چھاؤں میں پوری راحت میں لے جائیں گے ○

[1] [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۱۰۰]

کفار اور مومنوں کا انجام: اللہ کی آیتوں کے نہ ماننے اور رسولوں سے لوگوں کو برگشتہ کرنے والوں کی سزا اور ان کے بدانجام کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہیں اس آگ میں دھکیلا جائے گا جو انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی اور ان کے رونگٹے رونگٹے کو سلگا دے یہی نہیں بلکہ یہ عذاب دائمی ایسا ہوگا ایک چمڑا جل گیا تو دوسرا بدل دیا جائے گا جو سفید کاغذ کی مثال ہوگا ایک ایک کافر کی سو سو کھالیں ہوں گی ہر ہر کھال پر قسم قسم کے علیحدہ علیحدہ عذاب ہوں گے، ایک ایک دن میں ستر ہزار مرتبہ کھال الٹ پلٹ ہوگی۔ یعنی کہہ دیا جائے گا کہ جلد لوٹ آئے وہ پھر لوٹ آئے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب یہ آیت تلاوت ہوتی تو آپ پڑھنے والے سے دوبارہ سنانے کی فرمائش کرتے وہ دوبارہ پڑھتا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں آپ کو اس کی تفسیر سناؤں ایک ایک ساعت میں سو سو بار بدلی جائے گی اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے [1] (ابن مردویہ وغیرہ) دوسری روایت میں ہے کہ اس وقت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ مجھے اس آیت کی تفسیر یاد ہے میں نے وہ اسلام لانے سے پہلے پڑھی تھی آپ نے فرمایا اچھا بیان کرو اگر وہی ہوئی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو ہم اسے قبول کریں گے ورنہ ہم اسے قابل التفات نہ سمجھیں گے تو آپ نے فرمایا ایک ساعت میں ایک سو بیس مرتبہ۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے [2] حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پہلی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ان کی کھالیں چالیس ہاتھ یا چھہتر (٧٦) ہاتھ کی ہوں گی اور ان کے پیٹ اتنے بڑے ہوں گے کہ اگر ان میں پہاڑ رکھا جائے تو سما جائے۔ جب ان کی کھالوں کو آگ کھا لے گی تو اور کھالیں آ جائیں گی۔

ایک حدیث میں اس سے بھی زیادہ ہے مسند احمد میں ہے جہنمی جہنم میں اس قدر بڑے بڑے بنا دئے جائیں گے کہ ان کے کان کی نوک سے کندھا سات سال کی راہ پر ہوگا اور ان کی کھال کی موٹائی ستر ذراع ہوگی اور کچلی مثل احد پہاڑ کے ہوگی [3] اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد کھال سے لباس ہے لیکن یہ ضعیف ہے اور ظاہر لفظ کے خلاف ہے۔

پھر نیک لوگوں کا بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جنت عدن میں ہوں گے جس کے چپے چپے پر نہریں جاری ہوں گی جہاں چاہیں انہیں لے جائیں اپنے محلات میں باغات میں راستوں میں غرض جہاں ان کے جی چاہیں وہیں وہ پاک نہریں بہنے لگیں گی، پھر سب سے اعلیٰ لطف یہ ہے کہ یہ تمام نعمتیں ابدی اور ہمیشہ رہنے والی ہوں گے نہ انہیں زوال آئے گا، نہ ان میں کمی ہوگی، نہ وہ واپس لی جائیں گی نہ فنا ہوں گی نہ سڑیں نہ بگڑیں نہ خراب ہوں گی۔ نہ ختم

---

[1] **[ضعیف و باطل :** تفسیر ابن ابی حاتم (٥٤٩٣/٣)] اس کی سند میں نافع مولی یوسف سلمی راوی سخت ضعیف ہے۔[لسان المیزان ، مجمع الزوائد (٩/٧) الدر المنثور (٣١٠/٢)]

[2] **[ضعیف :** الدر المنثور للسیوطی (٣١١/٢) ابو نعیم فی الحلیة (٣٧٤/٥)] اس کی سند میں نافع ابو ہرمز راوی سخت ضعیف ہے۔]

[3] **[ضعیف :** مسند احمد (٢٥/٢) ابن ابی شیبة (٩٧/٨) طبرانی کبیر (١٣٤٨٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (٤٨٠٠)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعیفة (١٣٢٣)] تاہم اس معنیٰ کی صحیح روایت صحیح مسلم (٢٨٥١) میں موجود ہے۔]

ہوں گی پھر ان کے لئے وہاں حیض ونفاس سے گندگی اور پلیدی سے میل کچیل اور بو باس سے رذیل صفتوں اور بے ہودہ اخلاق سے پاک بیویاں ہوگی اور گھنے لمبے چوڑے سائے ہوں گے جو بہت فرحت بخش بہت ہی سرور انگیز راحت افزا دل خوش کن ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے تلے ایک سو سال تک بھی ایک سوار چلا جائے تو اس کا سایہ ختم نہ ہو یہ شجرۃ الخلد ہے۔ (ابن جریر) [1]

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝58

اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے فیصلہ کرو۔ یقیناً وہ بہتر چیز ہے جس کی نصیحت تمہیں اللہ کر رہا ہے بے شک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔

امانت اور عدل وانصاف: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو تیرے ساتھ امانت داری کا برتاؤ کرے تو اس کی امانت ادا کر اور جو تیرے ساتھ خیانت کرے تو اس سے خیانت مت کر۔ (مسند احمد وسنن) [2] آیت کے الفاظ وسیع المعنی ہیں۔ ان میں اللہ عزوجل کے حقوق کی ادائیگی بھی شامل ہے جیسے روزہ، نماز، زکوۃ، کفارہ، نذر وغیرہ، اور بندوں کے آپس کے کل حقوق بھی شامل ہیں جیسے امانت دی ہوئی چیزیں وغیرہ، پس جس حق کو جو ادا نہ کرے گا اس کی پکڑ قیامت کے دن ہوگی، صحیح حدیث میں ہے قیامت کے دن ہر حق دار کا حق اسے دلوایا جائے گا یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کو اگر سینگوں والی بکری نے مارا ہے تو اس کا بدلہ بھی دلوایا جائے گا۔ [3] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شہادت کی وجہ سے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں مگر امانت نہیں مٹنے لگی کوئی شخص اللہ کی راہ میں شہید بھی ہوا تو اسے بھی قیامت کے دن لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اپنی امانت ادا کر وہ جواب دے گا کہ دنیا تو اب ہے نہیں میں کہاں سے اسے ادا کروں؟ فرماتے ہیں پھر وہ چیز اسے جہنم کی تہہ میں نظر آئے گی اور کہا جائے گا کہ جا اسے لے آ وہ اسے اپنے کندھے پر لاد کر چلے گا لیکن وہ گر پڑے گی وہ پھر اسے لینے جائے گا بس اسی عذاب میں وہ مبتلا رہے گا حضرت زاذان اس روایت کو سن کر حضرت براء رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میرے بھائی نے سچ کہا پھر قرآن کی اس آیت کو پڑھتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں ہر نیک و بد پر یہی حکم

---

[1] [صحیح دون شجرۃ الخلد : مسند احمد (۲/۴۶۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۹۸۴۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ شجرۃ الخلد کے علاوہ باقی روایت صحیح ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۹۹۵۰)] ان الفاظ کے علاوہ باقی روایت صحیحین میں بھی ہے۔ دیکھئے: صحیح بخاری (۳۲۵۱۔ ۶۵۵۳) صحیح مسلم (۲۸۲۸)]

[2] [صحیح : ابوداؤد : کتاب البیوع : باب فی الرجل یأخذ حقہ (۳۵۳۵) ترمذی : کتاب البیوع (۱۲۶۴) دارقطنی (۳/۳۵) مسند احمد (۳/۴۱۴) مستدرک حاکم (۲/۴۶) تفسیر ابن جریر الطبری (۹۸۵۵) طحاوی فی مشکل الآثار (۱۸۳۱)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [الصحیحۃ (۴۲۳۰)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلۃ : باب تحریم الظلم (۲۵۸۲) ترمذی : کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق : باب ما جاء فی شان الحساب والقصاص (۲۴۲۰) مسند احمد (۲/۲۳۵)]

ہے۔ ابوالعالیہ ؒ فرماتے ہیں جس چیز کا حکم دیا گیا اور جس چیز سے منع کیا گیا وہ سب امانت ہے۔ حضرت ابی بن کعب ؓ فرماتے ہیں عورت اپنی شرمگاہ کی امانت دار ہے۔ ربیع بن انس ؓ فرماتے ہیں جو معاملات تیرے اور دوسرے لوگوں کے درمیان ہوں وہ سب اسی میں شامل ہیں' حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں اس میں یہ بھی داخل ہے کہ سلطان عید والے دن عورتوں کو خطبہ سنائے۔ اس آیت کے شان نزول میں مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا اور اطمینان کے ساتھ بیت اللہ شریف میں آئے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کیا۔ حجر اسود کو اپنی لکڑی سے چھوتے تھے اس کے بعد عثمان بن طلحہ ؓ کو جو کعبہ کی کنجی بردار تھے بلایا ان سے کنجی طلب کی انہوں نے دینا چاہی اتنے میں حضرت عباس ؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اب یہ مجھے سونپئے تا کہ میرے گھرانے میں زمزم کا پانی پلانا اور کعبہ کی کنجی رکھنا دونوں ہی باتیں رہیں یہ سنتے ہی حضرت عثمان بن طلحہ ؓ نے اپنا ہاتھ روک لیا حضور ﷺ نے دوبارہ طلب کی پھر وہی واقعہ ہوا آپ نے سہ بار طلب کی حضرت عثمان ؓ نے یہ کہہ کر دے دی کہ اللہ کی امانت آپ کو دیتا ہوں حضور ﷺ کعبہ کا دروازہ کھول کر اندر گئے وہاں جتنے بت اور تصویریں تھیں سب کو توڑ پھوڑ کر پھینک دیں حضرت ابراہیم ؑ کا بت بھی تھا جس کے ہاتھ میں فال کے تیر تھے آپ نے فرمایا اللہ ان مشرکین کو غارت کرے بھلا خلیل اللہ کو ان تیروں سے کیا سروکار؟ پھر ان تمام چیزوں کو برباد کر کے ان کی جگہ پانی ڈال کر ان کے نام ونشان مٹا کر آپ باہر آئے کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر آپ نے کہا کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے وہ اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنے وعدے کو سچا کیا اپنے بندے کی مدد کی اور تمام لشکروں کو اسی اکیلے نے شکست دی پھر آپ نے ایک لمبا خطبہ دیا جس میں یہ بھی فرمایا کہ جاہلیت کے تمام جھگڑے اب میرے پاؤں تلے کچل دیئے گئے خواہ مالی ہوں' خواہ جانی ہوں ہاں بیت اللہ کی چوکیداری کا اور حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب جوں کا توں باقی رہے گا اس خطبہ کو پورا کر کے آپ بیٹھے ہی تھے جو حضرت علی ؓ نے آگے بڑھ کر کہا حضور ﷺ چابی مجھے عنایت فرمائی جائے تا کہ بیت اللہ کی چوکیداری کا اور حاجیوں کو زمزم پلانے کا منصب دونوں یکجا ہو جائیں لیکن آپ نے انہیں نہ دی مقام ابرہیم کو کعبہ کے اندر سے نکال کر آپ نے کعبہ کی دیوار سے ملا کر رکھ دیا اور لوگوں سے کہہ دیا کہ تمہارا قبلہ یہی ہے پھر آپ طواف میں مشغول ہو گئے ابھی وہ چند پھیرے ہی پھرے تھے کہ جو حضرت جبرائیل ؑ نازل ہوئے اور آپ نے اپنی زبان مبارک سے اس آیت کی تلاوت شروع کی اس پر حضرت عمر ؓ نے فرمایا میرے ماں باپ حضور ﷺ پر فدا ہوں میں نے تو اس سے پہلے آپ کو اس آیت کی تلاوت کرتے نہیں سنا اب آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ ؓ کو بلایا اور انہیں کنجی سونپ دی اور فرمایا آج کا دن وفا کا نیکی اور سلوک کا دن ہے۔ (1)

یہ وہی عثمان بن طلحہ ؓ ہیں جن کی نسل میں آج تک کعبۃ اللہ کی کنجی چلی آتی ہے یہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان اسلام لائے جب ہی خالد بن ولید اور عمرو بن عاص ؓ مسلمان ہوئے تھے ان کا چچا عثمان بن طلحہ احد کی لڑائی

---

(1) [حسن: سیرة ابن هشام (٤/٤٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے حسن کہا ہے۔ جبکہ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کا آخری حصہ ضعیف ہے اور باقی حسن ہے۔]

میں مشرکوں کے ساتھ تھا بلکہ ان کا جھنڈا بردار تھا اور وہیں بہ حالت کفر مارا گیا تھا۔ الغرض مشہور تو یہی ہے کہ یہ آیت اسی کے بارے میں اتری ہے اب خواہ اس بارے نازل ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو بہرصورت اس کا حکم عام ہے جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت محمد بن حنفیہ کا قول ہے کہ ہر شخص کو دوسرے کی ہر امانت کی ادائیگی کا حکم ہے۔

پھر ارشاد ہے کہ فیصلے عدل کے ساتھ کرو حاکموں کو احکم الحاکمین کا حکم ہو رہا ہے کہ کسی حالت میں عدل کا دامن نہ چھوڑو۔ حدیث میں ہے اللہ حاکم کے ساتھ ہوتا ہے جب تک کہ وہ ظلم نہ کرے جب ظلم کرتا ہے تو اسے اسی کی طرف سونپ دیتا ہے۔ (1)

ایک اثر میں ہے ایک دن کا عدل چالیس سال کی عبادت کے برابر ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ ادئیگی امانات کا اور عدل وانصاف کا حکم اسی طرح شریعت کے تمام احکام اور تمام ممنوعات تمہارے لئے بہترین اور نافع چیزیں ہیں جن کا امر پروردگار نے تمہیں کر دیا ہے۔ (ابن ابی حاتم) اور روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے آخری الفاظ پڑھتے ہوئے اپنا انگوٹھا اپنے کان میں رکھا اور شہادت کی انگلی اپنی آنکھ پر رکھی (یعنی اشارے سے سنا دیکھنا کان اور آنکھ پر انگلی رکھ کر بتایا) فرمایا میں نے اسی طرح پڑھتے اور کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ روای حدیث حضرت ابو زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے استاد مقری رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح پڑھ کر اشارہ کر کے ہمیں بتایا اپنے داہنے ہاتھ کا انگوٹھا اپنی دائیں آنکھ پر رکھا اور اس کے پاس کی انگلی اپنے داہنے کان پر رکھی۔ (ابن ابی حاتم) یہ حدیث اسی طرح ابوداؤد نے بھی روایت کی ہے (2) اور امام ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسے نقل کیا ہے اور حاکم مستدرک میں اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں بھی اسے وارد کیا ہے۔ اس کی سند میں جو ابو یونس ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مولی ہیں اور ان کا نام سلیم بن جبیر رحمہ اللہ ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ
فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ
وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ ع ۵

اے ایمان والو فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے رجوع کرو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت

---

(1) [حسن: ابن ماجه: كتاب الاحكام: باب التغليظ فى الحيف والرشوة (٢٣١٢) ترمذى: كتاب الاحكام: باب ماجاء فى الامام العادل (١٣٣٠) مستدرك حاكم (٩٣/٤)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه، المشكاة (٣٧٤١)]

(2) [صحیح: ابوداؤد: كتاب السنة: باب فى الجهمية (٤٧٢٨) ابن خزيمه فى التوحيد (ص ٤٢) مستدرك حاكم (٢٤/١)] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مسلم کی شرط پر اس کی سند کو قوی کہا ہے۔[فتح الباری (٣٧٣/١٣)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابو داود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

اطاعت امیر اطاعت الٰہی کے تابع: صحیح بخاری شریف میں بروایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹے سے لشکر میں حضرت عبداللہ بن حذافہ بن قیس کو بھیجا تھا ان کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ (۱) بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جس کی سرداری ایک انصاری کو دی ایک مرتبہ وہ لوگوں پر سخت غصہ ہو گئے اور فرمانے لگے کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری فرمانبرداری کا حکم نہیں دیا؟ سب نے کہا بے شک دیا ہے فرمانے لگے اچھا لکڑیاں جمع کرو پھر آگ منگوا کر لکڑیاں جلائیں پھر حکم دیا کہ تم اس آگ میں کود پڑو ایک نوجوان نے کہا لوگو سنو آگ سے بچنے کے لئے ہی تو ہم نے دامن رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پناہ لی ہے تم جلدی نہ کرو جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ ہو جائے پھر اگر آپ بھی یہی فرمائیں تو بے جھجک اس آگ میں کود پڑنا چنانچہ یہ لوگ واپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ کہہ سنایا آپ نے فرمایا اگر تم اس آگ میں کود پڑتے تو ہمیشہ آگ ہی میں جلتے رہتے۔ سنو فرمانبرداری صرف معروف میں ہے۔ (۲) ابوداؤد میں ہے مسلمان پر سننا اور ماننا فرض ہے جی چاہے یا طبیعت روکے لیکن اس وقت تک کہ (اللہ تعالیٰ اور رسول کی) نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے جب نافرمانی کا حکم ملے تو نہ سنے نہ مانے۔ (۳) بخاری و مسلم میں ہے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی "سننے اور ماننے" کی گو ہماری خوشی ہو یا نہ خوشی ہو ہمارے لئے سختی ہو یا آسانی ہو چاہے ہم پر دوسرے کو ترجیح دی جا رہی ہو۔ ہم سے بیعت لی کہ کام کے اہل سے اس کام کو نہ چھینیں لیکن جب تم ان کا کھلا کفر دیکھو جس کے بارے میں تمہارے پاس کوئی واضح الٰہی دلیل بھی ہو۔ (۴) بخاری شریف میں ہے سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر حبشی غلام امیر بنایا گیا ہو گویا کہ اس کا سر کشمش ہے۔ (۵)

مسلم شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے میرے خلیل (یعنی رسالت مآب) نے سننے کی

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب اطیعو اللّٰہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم (٤٥٨٤) صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب وجوب طاعۃ الامراء (١٨٣٤) ترمذی : کتاب الجھاد (١٦٧٢) نسائی کتاب التفسیر (١٢٩) ابوداؤد : کتاب الجھاد (٢٦٢٤) مسند احمد (١/٣٣٧)]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب سریہ عبد اللّٰہ بن حذافہ (٤٣٤٠) و کتاب الاحکام (٧١٤٥) صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب وجوب طاعۃ الامراء (١٨٤٠) ابوداؤد : کتاب الجھاد : باب فی الطاعۃ (٢٦٢٥) نسائی (٤٢١٠) مسند احمد (١/٨٢)]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجھاد والسیر : باب السمع والطاعۃ الامام (٢٩٥٥)، (٧١٤٤) صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب وجوب طاعۃ الامراء (١٨٣٩) ابوداؤد (٢٦٢٦)]

(۴) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الفتن : باب قول النبی سترون بعدی امورا (٧٠٥٦) صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ (١٨٤٠) مسند احمد (٥/٣٢١)]

(۵) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلاۃ : باب امامۃ العبد والمولی (٦٩٣) و کتاب الاحکام : باب السمع والطاعۃ (٧١٤٢) ابن ماجہ (٢٨٦٠) مسند احمد (٣/١١٤)]

اور ماننے کی وصیت کی اگر چہ ناقص ہاتھ پاؤں والا حبشی غلام ہی ہو۔ (۱) مسلم کی ہی اور حدیث میں ہے حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا چاہے تم پر غلام عامل بنایا جائے جو تمہیں کتاب اللہ کے مطابق تمہارا ساتھ چاہے تو تم اس کی سنو اور مانو۔ ایک روایت میں ہے غلام حبشی اعضاء کٹا کے الفاظ ہیں۔ (۲) ابن جریر میں ہے کہ میرے بعد والے تم سے ملیں گے نیکوں سے نیک اور بدوں سے بد‘ تم ہر ایک اس امر میں جو مطابق حق ہو ان کی سنو اور مانو اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہو اگر وہ نیکی کریں تو ان کے لئے نفع ہے اور تمہارے لئے بھی اور اگر وہ بدی کریں تو تمہارے لئے تمہاری اچھائی ہے اور ان پر گناہوں کا بوجھ ہے۔ (۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنو اسرائیل میں مسلسل لگا تار رسول آیا کرتے تھے ایک کے بعد ایک‘ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر خلفاء بکثرت ہوں گے لوگوں نے پوچھا پھر حضور ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا پہلے کی بیعت پوری کرو پھر اس کے بعد آنے والے کی۔ ان کے حق انہیں دے دو اللہ تعالیٰ ان سے ان کی رعیت کے بارے میں سوال کرنے والا ہے۔ (۴) آپ فرماتے ہیں جو شخص اپنے امیر کا کوئی ناپسندیدہ کام دیکھے اسے صبر کرنا چاہئے۔ جو شخص جماعت سے بالشت بھر جدا ہو گیا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ (۵) (بخاری ومسلم) ارشاد ہے جو شخص اطاعت سے ہاتھ کھینچ لے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے حجت ودلیل بغیر ملاقات کرے گا اور جو اس حالت میں مرے کہ اس کی گردن میں بیعت نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ (۶) (مسلم) حضرت عبدالرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں بیت اللہ شریف میں گیا دیکھا تو حضرت عبداللہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما ہیں اور لوگوں کا ایک مجمع ہے میں بھی اس مجلس میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا اس وقت عبداللہ نے یہ حدیث بیان کی فرمایا ایک سفر میں ہم رسول مقبول ﷺ کے ساتھ تھے ایک منزل میں اترے کوئی اپنا خیمہ ٹھیک کرنے لگا کوئی اپنے تیر سنبھالنے لگا کوئی کسی اور کام میں مشغول ہو گیا اچانک ہم نے سنا کہ منادی والا ندا دے رہا ہے۔ ہم ہمہ تن گوش ہو گئے اور سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں ہر نبی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہوتا ہے کہ اپنی امت کو تمام نیکیاں جو وہ جانتا ہے سکھا دے

---

(۱) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب وجوب طاعة الامراء في غير معصية (۱۸۳۷)]

(۲) [صحیح : صحیح مسلم (۱۸۳۸)]

(۳) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۹۸۸۱)] اس کی سند میں عبداللہ بن محمد راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۲۱۸/۵) التلخیص الحبیر (۳۶/۲)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

(۴) [صحیح :صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب ماذكر عن بني اسرائيل (۳۴۵۵) صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب وجوب الوفاء ببيعة الخلفاء الاول (۱۸۴۲) ابن ماجه : کتاب الجهاد : باب الوفاء بالبيعة (۲۸۷۱) مسند احمد (۲۹۷/۲)]

(۵) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاحکام : باب السمع والطاعة (۷۱۴۳) صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين (۱۸۴۹) مسند احمد (۲۷۵/۱)]

(۶) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين (۱۸۵۱) صحیح ابن حبان (۴۵۷۸) مسند احمد (۱۱۱/۲)]

اور تمام برائیوں سے جو اس کی نگاہ میں ہیں انہیں آگاہ کر دے۔ سنو میری امت کی عافیت کا زمانہ اول کا زمانہ ہے آخر زمانے میں بڑی بڑی بلائیں آئیں گی اور ایسے ایسے امور نازل ہوں گے جنہیں مسلمان ناپسند کریں گے اور ایک پر ایک فتنہ برپا ہوگا ایک ایسا وقت آئے گا کہ مومن سمجھ لے گا اسی میں میری ہلاکت ہے پھر وہ ہٹے گا۔ تو دوسرا اس سے بھی بڑا آئے گا جس میں اسے اپنی ہلاکت کا کامل یقین ہوگا بس یونہی لگاتار فتنے اور زبردست آزمائشیں اور کامل تکلیفیں آتی رہیں گی پس جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ جہنم سے بچ جائے اور جنت کا مستحق ہو اسے چاہیے کہ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھے اور لوگوں سے وہ برتاؤ کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے سنو جس نے امام سے بیعت کر لی اس نے اپنا ہاتھ اس کے قبضہ میں اور دل کی تمنائیں اسے دے دیں اور اپنے دل کا پھل اسے دے دیا اب اسے چاہئے کہ اس کی اطاعت کرے اگر کوئی دوسرا اس سے خلافت چھیننا چاہے تو اس کی گردن اڑا دو۔ عبدالرحمن رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں یہ سن کر قریب گیا اور کہا آپ کو میں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا خود آپ نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا ہے؟ تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے کان اور دل کی طرف بڑھا کر فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ان دو کانوں سے سنا اور میں نے اسے اپنے دل میں محفوظ رکھا ہے میں نے کہا مگر آپ کے چچا زاد بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہمیں اپنے مال باطل سے کھانے اور آپس میں ایک دوسرے سے جنگ کرنے کا حکم دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کاموں سے ممانعت فرمائی ہے' ارشاد ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ﴾ [1] الخ' اسے سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ذرا سی دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا: اللہ کی اطاعت میں ان کی اطاعت کرو اور اگر اللہ کی نافرمانی کا حکم دیں تو اسے نہ مانو۔ [2] اس بارے میں حدیثیں اور بھی بہت سی ہیں۔

اسی آیت کی ممانعت کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جس کا امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنایا اس لشکر میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی تھے یہ لشکر جس قوم کی طرف جانا چاہتا تھا چلا' رات کے وقت اس کی بستی کے پاس پہنچ کر پڑاؤ کیا ان لوگوں کو اپنے جاسوسوں سے پتہ چل گیا اور چھپ چھپ کر سب راتوں رات بھاگ کھڑے ہوئے' صرف ایک شخص رہ گیا اس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کیا۔ انہوں نے اس کا سب اسباب جلا دیا یہ شخص رات کے اندھیرے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر میں آیا اور پتہ چلا کر حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا اے ابوالیقظان میں اسلام قبول کر چکا ہوں اور گواہی دے چکا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں میری ساری قوم تمہارا آنا سن کر بھاگ گئی ہے صرف میں باقی رہ گیا ہوں تو کیا کل یہ اسلام مجھے نفع دے گا؟ اگر نفع نہ دے تو میں بھی بھاگ جاؤں حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا یقیناً یہ اسلام تمہیں نفع دے گا تم نہ بھاگو بلکہ ٹھہرے رہو صبح کے وقت

---

[1] [سورۃ النساء: آیت ۲۹]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الامارۃ: باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلفاء الاول (۱۸۴۴) ابوداؤد: کتاب الفتن: باب ذکر الفتن (۴۲۴۸) ابن ماجہ: کتاب الفتن (۳۹۵۶) نسائی: کتاب البیعۃ (۴۱۹۶) مسند احمد ۲/۱۶۱]

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لشکر کشی کی تو سوائے اس شخص کے وہاں کسی کو نہ پایا اسے اس کے مال سمیت گرفتار کر لیا گیا جب عمار رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اسے چھوڑ دیجئے یہ اسلام لا چکا ہے اور میری پناہ میں ہے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کون ہو جو کسی کو پناہ دے سکو؟ اس پر دونوں بزرگوں میں کچھ تیز کلامی ہوگئی اور قصہ بڑھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کیا گیا۔ آپ نے حضرت عمار (رضی اللہ عنہ) کی پناہ کو جائز قرار دیا اور فرمایا آئندہ امیر کی طرف سے پناہ نہ دینا پھر دونوں میں کچھ تیز کلامی ہونے لگی اس پر حضرت خالد (رضی اللہ عنہ) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اس ناک کٹے غلام کو آپ کچھ نہیں کہتے؟ دیکھئے تو یہ مجھے برا بھلا کہہ رہا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالد (رضی اللہ عنہ) عمار (رضی اللہ عنہ) کو برا نہ کہو۔ عمار (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دینے والے کو اللہ گالیاں دے گا عمار (رضی اللہ عنہ) سے دشمنی کرنے والے سے اللہ دشمنی رکھے گا عمار (رضی اللہ عنہ) پر جو لعنت بھیجے گا اس پر اللہ کی لعنت نازل ہوگی۔ اب تو حضرت خالد (رضی اللہ عنہ) کو لینے کے دینے پڑ گئے حضرت عمار (رضی اللہ عنہ) غصہ میں چل دیئے آپ دوڑ کر ان کے پاس گئے دامن تھام لیا معذرت کی اور تقصیر معاف کرائی تب تک پیچھا نہ چھوڑا جب تک کہ حضرت عمار (رضی اللہ عنہ) ان سے راضی نہ ہو گئے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی [1] (امر امارت و خلافت کے متعلق شرائط وغیرہ کا بیان آیت ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ (البقرہ / ۳۰) کی تفسیر میں گذر چکا ہے وہاں ملاحظہ ہو۔ مترجم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ روایت مروی ہے (ابن جریر اور ابن مردویہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں اولی الامر سے مراد سمجھ بوجھ والے اور دین والے ہیں یعنی علماء ظاہر بات تو یہ معلوم ہوتی ہے آگے حقیقی علم اللہ کو ہے کہ یہ لفظ عام ہیں امراء علماء دونوں اس سے مراد ہیں جیسے کہ پہلے گذرا۔ قرآن فرماتا ہے ﴿لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ﴾ [2] الخ، یعنی ان علماء نے انہیں جھوٹ بولنے اور حرام کھانے سے کیوں نہ روکا؟ اور جگہ ہے ﴿فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ﴾ [3] الخ، حدیث کے جاننے والوں سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

صحیح حدیث میں ہے میری اطاعت کرنے والا اللہ کی اطاعت کرنے والا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ [4] پس یہ ہیں احکام علماء امراء کی اطاعت کے۔ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو یعنی اس کی کتاب کی اتباع کرو اللہ کے رسول کی اطاعت کرو یعنی ان کی سنتوں پر عمل کرو اور حکم والوں کی اطاعت کرو یعنی اس چیز میں جو اللہ کی اطاعت ہو اللہ کے فرمان کے خلاف

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۹۸۶۶) تفسیر ابن ابی حاتم (۵۵۳۱/۳) مستدرك حاكم (۳۹۰/۳)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۲۹۶/۹)]

[2] [سورة المائدہ: آیت ۶۳] [3] [سورة النحل: آیت ۴۳]

[4] [صحيح :صحیح بخاری : کتاب الاحکام : باب قول الله اطیعو الله واطیعوا الرسول (۷۱۳۷) صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ (۱۸۳۵) مسند احمد (۲۷۰/۲)]

اگر ان کا کوئی حکم ہو تو اطاعت نہ کرنی چاہئے کیونکہ ایسے وقت علماء یا امراء کی ماننا حرام ہے جیسے کہ پہلی حدیث گذر چکی کہ اطاعت صرف معروف میں ہے یعنی فرمان اللہ اور فرمان رسول کے دائرے میں۔ مسند احمد میں ہے اس سے بھی زیادہ صاف حدیث ہے جس میں ہے کسی کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف جائز نہیں۔ (1) آگے چل کر فرمایا کہ اگر تم میں کسی بارے میں جھگڑا پڑے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف جیسے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی تفسیر ہے۔ (2)

پس یہاں صریح اور صاف لفظوں میں اللہ عزوجل کا حکم ہو رہا ہے کہ لوگ جس مسئلہ میں اختلاف کریں خواہ وہ مسئلہ اصول دین سے متعلق ہو خواہ فروع دین سے متعلق اس کے تصفیہ کی صرف یہی صورت ہے کہ کتاب وسنت کو حاکم مان لیا جائے جو اس میں ہو وہ قبول کیا جائے، جیسے اور آیت قرآنی میں ہے ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ (3) یعنی اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔ پس کتاب وسنت جو حکم دے اور جس مسئلہ کی صحت کی شہادت دے وہی حق ہے باقی سب باطل ہے۔ قرآن فرماتا ہے حق کے بعد جو ہے ضلالت وگمراہی ہے۔ اسی لئے یہاں بھی اس حکم کے ساتھ ہی ارشاد ہوتا ہے اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یعنی اگر تم ایمان کے دعوے میں سچے ہو تو جس مسئلہ کا تمہیں علم نہ ہو یعنی مسئلہ میں اختلاف ہو جس امر میں جدا جدا آراء ہوں ان سب کا فیصلہ کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ سے کیا کرو جو ان دونوں میں ہو مان لیا کرو۔ پس ثابت ہوا کہ جو شخص اختلافی مسائل کا تصفیہ کتاب وسنت کی طرف نہ لے جائے وہ اللہ پر قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جھگڑوں میں اور اختلاف میں کتاب اللہ وسنت رسول کا فیصلہ لانا اور ان کی طرف رجوع کرنا ہی بہتر ہے اور یہی نیک انجام خوش آئند ہے اور یہی اچھے بدلے دلانے والا کام ہے۔ بہت اچھی جزا اسی کا ثمر ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ
قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ۖ وَيُرِيدُ
الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ
وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ
مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ ۖ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا
إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ
وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾

---

(1) [صحیح: مسند احمد (٤/٤٢٦) طبرانی کبیر (٣١٥٩) مسند طیالسی (٨٥٠)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (١/١٧٩)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (١٩٨٢٤)]

(2) [تفسیر ابن جریر الطبری (٨/٥٠٤)] (3) [سورۃ الشوریٰ: آیت ١٠]

کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا؟ جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ تجھ پر اور جو کچھ تجھ سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے (لیکن) اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دے دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں' شیطان تو یہ چاہتا ہی ہے کہ انہیں بہکا کر دور ڈال دے ○ ان سے جب کبھی کہا جائے کہ اللہ کے نازل کردہ کلام کی اور رسول کی طرف آؤ تو تو دیکھ لے گا کہ یہ منافق تجھ سے منہ پھیر کر اٹک جاتے ہیں ○ پھر کیا بات ہے کہ جب ان پر ان کے کرتوت کے باعث کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو پھر یہ تیرے پاس آ کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو صرف بھلائی اور میل ملاپ ہی کا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے دلوں کا بھید اللہ تعالیٰ پر بخوبی روشن ہے تو ان سے چشم پوشی کر انہیں نصیحت کرتا رہ اور انہیں وہ بات کہہ جو ان کے دلوں میں گھر کرنے والی ہو ○

کفار سے فیصلے کرانا شیطان کی اطاعت: اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دعوے کو جھٹلایا ہے جو زبانی تو اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تمام اگلی کتابوں پر اور اس قرآن پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ لیکن جب کبھی کسی مسئلہ کی تحقیق کرنی ہو' جب کبھی کسی اختلاف کو سمیٹنا ہو' جب کبھی کسی جھگڑے کا فیصلہ کرنا ہو تو قرآن وحدیث کی طرف رجوع نہیں کرتے بلکہ کسی اور طرف لے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ آیت ان دو شخصوں کے بارے میں نازل ہوئی جن میں کچھ اختلاف تھا ایک تو یہودی تھا دوسرا انصاری تھا یہودی تو کہتا تھا کہ چل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فیصلہ کرالیں اور انصاری کہتا تھا کعب بن اشرف کے پاس چلو۔ یہ بھی کہا گیا ہے یہ آیت منافقوں کے بارے میں اتری ہے جو اسلام کو ظاہر کرتے تھے لیکن درپردہ احکام جاہلیت کی طرف جھکنا چاہتے تھے اس کے سوا اور اقوال بھی ہیں۔ آیت اپنے حکم اور الفاظ کے اعتبار سے عام ہے ان تمام واقعات پر مشتمل ہے اس شخص کی مذمت اور برائی کا اظہار کرتی ہے جو کتاب وسنت سے ہٹ کر کسی اور باطل کی طرف اپنا فیصلہ لے جائے اور یہی مراد یہاں طاغوت سے ہے (یعنی قرآن وحدیث کے سوا کی چیز یا شخص) صدور سے مراد تکبر سے منہ موڑ لینا' جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا﴾ [1] یعنی جب ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی وحی کی فرمانبرداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کی پیروی پر ہی اڑے رہیں گے۔ ایمان والوں کا جواب یہ نہیں ہوتا بلکہ ان کا جواب دوسری آیت میں اس طرح مذکور ہے ﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ [2] الخ' یعنی ایمان والوں کو جب اللہ رسول کے فیصلے اور حکم کی طرف بلایا جائے تو ان کا جواب یہی ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور ہم نے تہہ دل سے قبول کیا۔

پھر منافقوں کی مذمت میں بیان ہو رہا ہے کہ ان کے گناہوں کے باعث جب تکلیفیں پہنچتی ہیں اور تیری ضرورت محسوس ہوتی ہے تو دوڑے بھاگے آتے ہیں اور تمہیں خوش کرنے کے لئے عذر معذرت کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور قسمیں کھا کر اپنی نیکی اور صلاحیت کا یقین دلانا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کے سوا دوسروں کی طرف ان مقدمات کے لے جانے سے ہمارا مقصود صرف یہی تھا کہ ذرا دوسروں کا دل رکھا جائے آپس کا میل جول نبھ جائے ورنہ دل سے کچھ ہم ان کی اچھائی کے معتقد نہیں جیسے اور آیت میں ﴿فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾

---

[1] [سورۃ لقمان: آیت ۲۱] [2] [سورۃ النور: آیت ۵۱]

سے ﴿نَادِمِيْنَ﴾ (۱) تک بیان ہوا ہے۔ یعنی تو دیکھے گا کہ بیمار دل یعنی منافق یہود و نصاریٰ کی باہم دوستی کی تمام تر کوششیں کرتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں ان سے اختلاف کی وجہ سے آفت میں پھنس جانے کا خطرہ ہے پس بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح لائے یا اپنا کوئی حکم نازل فرمائے۔ اور یہ لوگ ان ارادوں پر پشیمان ہونے لگیں جو انکے دلوں میں پوشیدہ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ابو برزہ اسلمی ایک کاہن شخص تھا یہود اپنے بعض فیصلے اس سے کراتے تھے ایک واقعہ میں مشرکین بھی اس کی طرف دوڑے اس پر یہ آیتیں ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ سے ﴿تَوْفِيْقًا﴾ تک نازل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے لوگ یعنی منافقین کے دلوں میں جو کچھ ہے؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو کامل ہے اس پر کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی مخفی نہیں۔ وہ ان کے ظاہر باطن کا عالم ہے۔ تو ان سے چشم پوشی کر ان کے باطنی ارادوں پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کر ہاں انہیں نفاق اور دوسروں سے شر و فساد میں وابستہ رہنے سے باز رہنے کی نصیحت کر اور دل میں اترنے والی باتیں ان سے کہہ بلکہ ان کے لئے دعا بھی کر۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَــرَ بَيْنَھُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِــيْمًا ﴿۶۵﴾

ہم نے ہر ہر رسول کو صرف اسی لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔ اور اگر یہ لوگ جب کبھی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تیرے پاس آ جاتے اور اللہ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتا تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے ○ سو قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے تمام آپس کے اختلافات میں تجھ ہی کو حاکم نہ مان لیں پھر تو جو فیصلے ان میں کر دے ان سے اپنے دل میں کسی طرح تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں ○

اطاعت رسول ﷺ ہی نجات کا ذریعہ: مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ کے رسول کی تابعداری اس کی امت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہوتی ہے منصب رسالت یہی ہے کہ اس کے سبھی احکامات کو اللہ کے احکام سمجھا جائے' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ سے یہ مراد ہے کہ اس کی توفیق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے اس کی قدرت و مشیت پر موقوف ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِذْ تَحُسُّوْنَھُمْ بِاِذْنِهٖ﴾ (۲) یہاں بھی ﴿اِذْن﴾ سے مراد امر قدرت اور مشیت ہے یعنی اس نے تمہیں ان پر غلبہ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ عاصی اور خطا کاروں کو ارشاد فرماتا ہے کہ انہیں رسول ﷺ کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہئے اور خود رسول ﷺ سے بھی عرض کرنا چاہئے

---

(۱) [سورۃ المائدہ: آیت ۵۲] (۲) [سورۃ آل عمران: آیت ۱۵۲]

کہ آپ ہمارے لئے دعائیں کیجئے جب وہ ایسا کریں گے تو یقیناً اللہ ان کی طرف رجوع کرے گا انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا' ابوابونصر بن صباغ نے اپنی کتاب میں جس میں مشہور قصے لکھے ہیں لکھا ہے کہ عتبی کا بیان ہے میں حضور ﷺ کی تربت کے پاس بیٹھا ہوا تھا جو ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیکم یا رسول اللہ ﷺ میں نے قرآن کریم کی آیت کو سنا اور آپ کے پاس آیا ہوں تا کہ آپ کے سامنے اپنے گناہوں کا استغفار کروں اور آپ کی شفاعت طلب کروں پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُہٗ　　فَطَابَ مِنْ طِیْبِھِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ

نَفْسِی الْفِدَآءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُہٗ　　فِیْہِ الْعَفَافُ وَفِیْہِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

جن جن کی ہڈیاں میدانوں میں دفن کی گئی ہیں اور ان کی خوشبو سے وہ میدان ٹیلے مہک اٹھے ہیں' اے ان تمام میں سے بہترین ہستی' میری جان اس قبر پر سے صدقے ہو جس کا ساکن تو ہے جس میں پارسائی سخاوت اور کرم ہے۔

پھر اعرابی تو لوٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی خواب میں کیا دیکھتا ہوں حضور ﷺ مجھ سے فرما رہے ہیں جا اس اعرابی کو خوشخبری سنا کہ اللہ نے اس کے گناہ معاف فرما دیئے (یہ خیال رہے کہ نہ تو یہ کسی حدیث کی کتاب کا واقعہ ہے نہ اس کی کوئی صحیح سند ہے' بلکہ آیت کا یہ حکم حضور ﷺ کی زندگی میں ہی تھا وصال کے بعد نہیں جیسے کہ ﴿جَآءُوْكَ﴾ کا لفظ بتلا رہا ہے اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ ہر انسان کا ہر عمل اس کی موت کے ساتھ منقطع ہو جاتا ہے[1] (واللہ اعلم۔ مترجم)

پھر اللہ تعالیٰ اپنی بزرگ اور مقدس ذات کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایمان کی حدود میں نہیں آ سکتا جب تک تمام امور میں اللہ کے اس آخر الزمان افضل تر رسول ﷺ کو اپنا سچا حاکم نہ مان لے اور آپ کے ہر حکم ہر فیصلے ہر سنت اور ہر حدیث کو قابل قبول اور حق صریح تسلیم نہ کرنے لگے' دل کو اور جسم کو یکسر تابع رسول ﷺ نہ بنا دے۔ غرض جو بھی ظاہر باطن چھوٹے بڑے کل امور میں حدیث رسول ﷺ کو اصل اصول سمجھے وہی مومن ہے۔ پس فرمان ہے کہ تیرے احکام کو یہ کشادہ دلی سے تسلیم کر لیا کریں اپنے دل میں ناپسندیدگی نہ لائیں تسلیم کلی تمام احادیث کے ساتھ رہے' نہ تو احادیث کے ماننے سے رکیں نہ انہیں ہٹانے کے اسباب ڈھونڈیں نہ ان کے مرتبہ کی کسی اور چیز کو سمجھیں نہ ان کی تردید کریں نہ ان کا مقابلہ کریں نہ ان کے تسلیم کرنے میں جھگڑیں جیسے فرمان رسول ﷺ ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی خواہش کو اس چیز کا تابع نہ بنا دے جسے میں لایا ہوں'[2] صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الوصیة: باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته (١٦٣١)]

[2] [ضعیف: خطیب فی تاریخ بغداد (٣٦٩/٤) ابن ابی عاصم فی السنة (١٥) بغوی فی شرح السنة (١٠٤)] حافظ ابن حجرؒ نے نقل فرمایا ہے کہ امام نوویؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[فتح الباری (٢٨٩/١٣)] شیخ البانیؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی سند میں نعیم بن حماد راوی ضعیف ہے۔[المشکاة (١٦٧) ظلال الجنة (١٥)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

کسی شخص سے نالیوں سے باغ میں پانی لینے کے بارے میں جھگڑا ہو پڑا تو حضور ﷺ نے فرمایا زبیر رضی اللہ عنہ تم پانی پلا لو اس کے بعد پانی کو انصاری کے باغ میں جانے دو اس پر انصاری نے کہا ہاں یارسول اللہ ﷺ یہ تو آپ کی پھوپھی کے لڑکے ہیں یہ سن کر آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا زبیر رضی اللہ عنہ تم پانی پلا لو پھر پانی کو روکے رکھو یہاں تک باغ کی دیواروں تک پہنچ جائے پھر اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو پہلے تو حضور ﷺ نے ایک ایسی صورت نکالی تھی کہ جس میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو تکلیف نہ ہو اور انصاری کو کشادگی ہو جائے لیکن جب انصاری نے اسے اپنے حق میں بہتر نہ سمجھا تو آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق دلوایا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جہاں تک میرا خیال ہے یہ آیت ﴿فَلَا وَرَبِّكَ﴾ الخ‘ اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے‘[1] مسند احمد کی ایک مرسل حدیث میں ہے کہ یہ انصاری رضی اللہ عنہ بدری تھے[2] اور روایت میں ہے دونوں میں جھگڑا یہ تھا کہ پانی کی نہر سے پہلے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا کھجوروں کا باغ پڑتا تھا پھر اس انصاری کا۔ انصاری کہتے تھے کہ پانی روکو مت یونہی پانی دونوں باغوں میں ایک ساتھ آئے۔[3] ابن ابی حاتم میں ہے کہ یہ دونوں دعویدار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ تھے آپ کا فیصلہ ان میں یہ ہوا کہ پہلے اونچے والا پانی پلا لے پھر نیچے والا۔[4] دوسری ایک زیادہ غریب روایت میں شان نزول یہ مروی ہے کہ دو شخص اپنا جھگڑا لے کر دربار محمدی میں آئے آپ نے فیصلہ کر دیا لیکن جس کے خلاف فیصلہ تھا اس نے کہا حضور ﷺ آپ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیجئے آپ نے فرمایا بہت اچھا ان کے پاس چلے جاؤ جب یہاں آئے تو جس کے موافق فیصلہ ہوا تھا اس نے سارا ہی واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہہ سنایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دوسرے سے پوچھا کیا یہ سچ ہے؟ اس نے اقرار کیا آپ نے فرمایا اچھا تم یہیں ٹھہرو میں آتا ہوں اور فیصلہ کر دیتا ہوں تھوڑی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار تانے آ گئے اور اس شخص کی جس نے کہا تھا کہ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیجئے گردن اڑا دی دوسرا شخص یہ دیکھ کر دوڑ ابھاگا آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا اور کہا حضور ﷺ میرا ساتھی تو مار ڈالا گیا اور اگر میں بھی جان بچا کر بھاگ نہ آتا تو میری بھی خیر نہ تھی‘ آپ نے فرمایا میں عمر کو ایسا نہیں جانتا تھا کہ وہ جرات کے ساتھ ایک مومن کا خون بہا دے گا اس پر یہ آیت اتری اور اس کا خون برباد گیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بری کر دیا‘ لیکن یہ طریقہ لوگوں میں اس کے بعد بھی جاری نہ ہو جائے اس لئے اس کے بعد ہی یہ آیت اتری ﴿وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا﴾ جو آگے آتی ہے۔ (ابن ابی حاتم)

ابن مردویہ میں بھی یہ روایت ہے جو غریب اور مرسل ہے اور ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے واللہ اعلم۔ دوسری سند سے مروی ہے دو شخص رسول مقبول ﷺ کے پاس اپنا جھگڑا لائے آپ نے حق والے کے حق میں ڈگری

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب فلا وربك لا یومنون (۴۵۸۵۔ ۲۳۶۱)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الصلح: باب فضل اصلاح بین الناس (۲۷۰۸) مسند احمد (۱۶۵/۱) بغوی فی شرح السنة (۲۱۹۴/۸)]

[3] [صحیح: مسند احمد (۴/۴۔۵) صحیح بخاری (۲۳۵۹) صحیح مسلم (۱۲۹)]

[4] [مرسل و ضعیف: تفسیر ابن ابی حاتم (۵۵۵۹/۳)]

دے دی لیکن جس کے خلاف ہوا تھا اس نے کہا میں راضی نہیں ہوں آپ نے پوچھا تو کیا چاہتا ہے؟ کہا یہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں دونوں وہاں پہنچے جب یہ واقعہ جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا تمہارا فیصلہ وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہ اب بھی خوش نہ ہوا اور کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلو وہاں گئے پھر وہ ہوا جو آپ نے اوپر پڑھا۔ [1] (تفسیر حافظ ابو اسحاق)

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِاخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا
قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّھُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝ ٦٦
وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰھُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ٦٧ وَّلَهَدَيْنٰھُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ ٦٨ وَمَنْ
يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ
وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا ۝ ٦٩ ۭ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ
اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ ٧٠ ع ۹

اور اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنی جانوں کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اسے ان میں سے بہت ہی کم لوگ بجالاتے' اگر یہ وہی کریں جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً یہی ان کے لئے بہتر ہو اور بہت زیادہ مضبوطی والا ہو۔ اور تب تو ہم انہیں اپنے پاس سے بڑا ثواب دیں ○ اور یقیناً انہیں راہ راست دکھا دیں۔ جو بھی اللہ کی اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرمانبرداری کرے وہ ان کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ بہترین رفیق ہیں۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ بس ہے جاننے والا ○

اللہ اور رسول کے اطاعت گزار نبیوں کے رفیق: اللہ خبر دیتا ہے کہ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اگر انہیں ان منع کردہ کاموں کا بھی حکم دیا جاتا جنہیں وہ اس وقت کر رہے ہیں تو وہ ان کاموں کو بھی نہ کرتے اس لئے کہ ان کی ذلیل طبیعتیں حکم الٰہی کی مخالفت پر ہی استوار ہوئی ہیں' پس یہاں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی خبر دی ہے جو ظاہر نہیں ہوئی لیکن ہوتی تو کس طرح ہوتی؟ اس آیت کو سن کر ایک بزرگ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ حکم دیتا تو یقیناً ہم کر گذرتے لیکن اس کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس سے بچا لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا بیشک میری امت میں ایسے ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دلوں میں ایمان پہاڑوں سے زیادہ مضبوط اور ثابت ہے۔ [2] (ابن ابی حاتم) اس روایت کی دوسری سند میں ہے کہ کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا سدی کا قول ہے کہ ایک یہودی نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ سے فخریہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر خود ہمارا قتل بھی فرض کیا تو ہم کر گذریں گے اس پر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ اگر ہم پر یہ فرض ہوتا تو ہم بھی کر گذرتے اس پر یہ آیت

---

[1] [مرسل و ضعیف: الدر المنثور للسیوطی (۲/۳۲۲) مسند الفاروق (۲/۵۷۵)]

[2] [مرسل و ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۹۹۲۶)]

اتری۔ اور روایت میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر یہ حکم ہوتا تو اس کے بجالانے والوں میں سے ایک ابن ام عبد رضی اللہ عنہ بھی ہوتے ہیں۔ (۱) (ابن ابی حاتم) دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس آیت کو پڑھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ بھی اس عمل کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ (۲) ارشاد الٰہی ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے احکام بجالاتے اور ہماری منع کردہ چیزوں اور کاموں سے رک جاتے تو یہ ان کے حق میں اس سے بہتر ہوتا کہ وہ حکم کی مخالفت کریں اور ممانعت میں مشغول ہوں۔ یہی عمل زیادہ سچائی والا ہوتا اس کے نتیجہ میں ہم انہیں جنت عطا فرماتے اور دنیا و آخرت کی بہتر راہ کی رہنمائی کرتے۔ پھر فرماتا ہے جو شخص اللہ رسول ﷺ کے احکام پر عمل کرے اور منع کردہ کاموں سے باز رہے اسے اللہ تعالیٰ عزت کے گھر میں لے جائے گا نبیوں کا رفیق بنائے گا اور صدیقوں کا جو مرتبے میں نبیوں کے بعد ہیں پھر شہیدوں کا پھر تمام مومنوں کا جنہیں صالح کہا جاتا ہے جن کا ظاہر باطن آراستہ ہے خیال تو کرو یہ کیسے پاکیزہ اور بہترین رفیق ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے نبی ﷺ سے سنا تھا کہ ہر نبی کو اس کے مرض الموت کے زمانے میں دنیا میں رہنے اور آخرت میں جانے کا اختیار دیا جاتا ہے جب حضور ﷺ بیمار ہوئے تو شدت نقاہت سے اٹھ نہیں سکتے تھے آواز بیٹھ گئی تھی لیکن میں نے سنا کہ آپ فرما رہے ہیں ان کا ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا جو نبی ہیں صدیق ہیں شہید ہیں اور نیکوکار ہیں یہ سن کر مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے۔ (۳) یہی مطلب ہے جو دوسری حدیث میں آپ کے یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ اے اللہ میں بلند و بالا رفیق کی رفاقت کا طالب ہوں یہ کلمہ آپ نے تین مرتبہ اپنی زبان مبارک سے نکالا (۴) پھر فوت ہو گئے۔ علیه افضل الصلوة والتسلیم

آیت کا شان نزول: ابن جریر میں ہے کہ ایک انصاری حضور ﷺ کے پاس آئے آپ نے دیکھا کہ وہ سخت مغموم ہیں سبب دریافت کیا تو جواب ملا کہ حضور ﷺ یہاں تو صبح شام ہم لوگ آپ کی خدمت میں بیٹھتے ہیں دیدار بھی ہو جاتا ہے اور دو گھڑی صحبت بھی میسر ہو جاتی ہے لیکن کل قیامت کے دن تو آپ نبیوں کی اعلیٰ مجلس میں ہوں گے ہم تو آپ تک پہنچ بھی نہ سکیں گے حضور ﷺ نے کچھ جواب نہ دیا اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لائے آنحضرت ﷺ نے آدمی بھیج کر انہیں خوشخبری سنادی۔ (۵) یہی اثر مرسل سند سے بھی مروی ہے جو سند بہت ہی اچھی ہے، حضرت ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ یہ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا درجہ آپ پر ایمان لانے والوں سے یقیناً بہت ہی بڑا ہے پس جب کہ جنت میں یہ سب جمع ہوں گے تو آپس میں ایک

---

(۱) [**مرسل وضعیف**: الدرالمنثور للسیوطی (۲/۳۲٤)] مزید اس کی سند میں مصعب بن ثابت راوی ضعیف ہے۔]

(۲) [**مرسل وضعیف**: الدرالمنثور (۲/۳۲٤)] مزید اس کی سند میں اسماعیل بن عیاش راوی ضعیف ہے۔]

(۳) [**صحیح**: صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب آخر ما تکلم به النبی (٤٤٦۳) و کتاب التفسیر (٤٥٨٦) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب فی فضائل عائشة (۲٤٤٤) ابن ماجه : کتاب الجنائز : باب ماجاء فی ذکر مرض رسول الله (١٦٢٠) مسند احمد (٦/١٧٦)]

(۴) [**صحیح**: صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب آخر ما تکلم به النبی (٤٤٦۳)]

(۵) [**مرسل وضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (۹۹۲۹)] مزید اس میں جعفر بن ابی مغیرہ راوی ضعیف ہے۔]

نے فرمایا ﴿اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ﴾ ہرانسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسلمان جس قدر اس حدیث سے خوش ہوئے اتنا کسی اور چیز سے خوش نہیں ہوئے[1] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ میری محبت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے تو مجھے امید ہے کہ اللہ مجھے بھی انہی کے ساتھ اٹھائے گا گو میرے اعمال ان جیسے نہیں۔[2] (اللہ تو ہمارے دل بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے چاہنے والوں کی محبت سے بھر دے اور ہمارا حشر بھی انہی کے ساتھ کر دے آمین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنتی لوگ اپنے سے بلند درجہ والے جنتیوں کو ان کے بالا خانوں میں اس طرح دیکھیں گے جیسے تم چمکتے ستارے کو مشرق یا مغرب میں دیکھتے ہو ان میں بہت کچھ فاصلہ ہوگا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یہ منزلیں تو انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ہی مخصوص ہوں گی؟ کوئی اور وہاں تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان منزلوں تک وہ بھی پہنچیں گے جو اللہ پر ایمان لائے رسولوں کو سچا جانا اور مانا۔[3] (بخاری مسلم)

ایک حبشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں جو پوچھنا ہو پوچھو اور سمجھو وہ کہتا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو صورت میں، رنگ میں، نبوت میں اللہ عزوجل نے ہم پر فضیلت دے رکھی ہے اگر میں بھی اس چیز پر ایمان لاؤں جس پر آپ ایمان لائے ہیں اور ان احکام کو بجالاؤں جنہیں آپ بجالا رہے ہیں تو کیا جنت میں آپ کا ساتھ ملے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جنتی حبشی تو ایسا گورا چٹا ہو کر جنت میں جائے گا کہ اس کا پنڈا ایک ہزار برس کے فاصلے سے ہی نورانیت کے ساتھ جگمگاتا ہوا نظر آئے گا۔ پھر فرمایا: ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰهُ﴾ کہنے والے سے اللہ کا وعدہ ہے اور ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ﴾ کہنے والے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اس پر ایک اور صاحب نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ حقائق ہیں تو پھر ہم ہلاک کیسے ہو سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ایک انسان قیامت کے دن اس قدر اعمال لے کر آئے گا اگر کسی پہاڑ پر رکھے جائیں تو وہ بھی بوجھل ہوئے لیکن ایک نعمت جو کھڑی ہوگئی محض اس کے شکریہ میں یہ اعمال کم نظر آئیں گے ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے اسے ڈھانک لے اور جنت دے دے اور یہ آیتیں اتریں ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾ سے ﴿مُلْكًا كَبِيْرًا﴾[4] تک۔ تو حبشی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی (۳۶۸۸) صحیح مسلم: کتاب البر و الصلۃ: باب المرء مع من احب (۲۶۳۹)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی (۳۶۸۸)، (۶۱۶۷) صحیح مسلم: کتاب البر و الصلۃ (۲۶۳۹)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ و انہا مخلوقۃ (۳۲۵۶) صحیح مسلم: کتاب الجنۃ: باب ترائی اہل الجنۃ (۲۸۳۱)]

[4] [سورۃ الانسان: آیت ۱-۲۰]

صحابی رضی اللہ عنہ کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جنت جن جن چیزوں کو آپ کی آنکھیں دیکھیں گی میری آنکھیں بھی دیکھ سکیں گی؟ آپ نے فرمایا ہاں اس پر وہ حبشی فرط شوق میں روئے اور اس قدر روئے کہ اپنی اسی حالت میں فوت ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ ان کی نعش مبارک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اتار رہے تھے۔ [1] یہ روایت غریب ہے اور اس میں اصولی خامیاں بھی ہیں اس کی سند ضعیف ہے۔ ارشاد الٰہی ہے یہ خاص اللہ کا عنایت اور اس کا فضل ہے اس کی رحمت سے ہی یہ اس کے قابل ہوئے نہ کہ اپنے اعمال سے۔ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے اسے بخوبی معلوم ہے کہ مستحق ہدایت و توفیق کون ہے؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انفِرُوا جَمِيعًا ﴿٧١﴾ وَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ فَإِنْ أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُن مَّعَهُمْ شَهِيدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُن بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَا لَيْتَنِي كُنتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٧٤﴾

اے مسلمانو! اپنے ہتھیار لئے رہو پھر گروہ گروہ بن کر کوچ کرو یا سب کے سب اکٹھے نکل کھڑے ہو ○ یقیناً تم میں بعض وہ بھی ہیں جو پس و پیش کرتے ہیں، پھر اگر تمہیں کوئی نقصان ہوتا ہے تو کہتے ہیں اللہ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا ○ اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کا کوئی فضل مل جائے تو اس طرح کہ گویا تم میں ان میں کوئی دوستی تھی ہی نہیں کہتے ہیں کاش کہ میں بھی ان کے ہمراہ ہوتا تو بڑی کامیابی کو پہنچتا۔ پس جو لوگ دنیا کی زندگی کو آخرت پر قربان کرنے والے ہیں انہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہئے جو شخص راہ اللہ میں جہاد کرتے ہوئے شہادت پالے یا غالب آجائے یقیناً ہم اسے بہت بڑا ثواب عنایت فرمائیں گے ○

بچاؤ کے اسباب تیار رکھنا: اللہ رب العزت مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ہر وقت اپنے بچاؤ کے اسباب تیار رکھیں ہر وقت ہتھیار بند رہیں تاکہ دشمن ان پر باآسانی کامیاب نہ ہو جائے۔ ضرورت کے ہتھیار تیار رکھیں اپنی تعداد بڑھاتے رہیں قوت مضبوط کرتے رہیں منظم مردانہ وار جہاد کے لئے بیک آواز اٹھ کھڑے ہوں چھوٹے چھوٹے لشکروں میں بٹ کر یا متحدہ فوج کی صورت میں جیسا موقعہ ہو آواز سنتے ہی کوچ بول دیں۔ منافقین کی خصلت ہے کہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی راہ سے جی چرائیں اور دوسروں کو بھی بزدل بنائیں، جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول سردار منافقین کا فعل تھا اللہ تعالیٰ اسے رسوا کرے اس کا کردار یہ تھا کہ اگر حکمت الٰہیہ سے مسلمانوں کو دشمنوں کے مقابلہ

[1] [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۳۵۹۵) ابو نعیم فی الحلیة (۳۱۹/۳)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔[(۲۳۱/۲)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ایوب بن عتبہ راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۳۰۶/۱۰)]

میں کامیابی نہ ہوتی' دشمن ان پر چھا جاتا' انہیں نقصان پہنچاتا' ان کے آدمی شہید ہوتے تو یہ گھر بیٹھا خوشیاں مناتا اور اپنی دانائی پر اکڑتا اور اپنا اس جہاد میں شریک نہ ہونا اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کا انعام قرار دیتا لیکن بے خبر یہ نہیں سمجھتا کہ جو اجر وثواب ان مجاہدین کو ملا اس سب سے یہ بدنصیب یک لخت محروم رہا' اگر یہ بھی ان میں شامل ہوتا تو غازی کا درجہ پاتا اپنے صبر کے ثواب سمیٹتا یا شہادت کے بلند مرتبے تک پہنچ جاتا' اور اگر مسلمان مجاہدین کو اللہ کا فضل معاون ہوتا یعنی یہ دشمنوں پر غالب آ جاتے ان کی فتح ہوتی دشمنوں کو انہوں نے پامال کیا اور مال غنیمت لونڈی غلام لے کر خیر وعافیت ظفر ونصرت کے ساتھ لوٹتے تو یہ انگاروں پر لوٹتا اور ایسے لمبے لمبے سانس لے کر ہائے وائے کرتا ہے اور اس طرح پچھتاتا ہے اور ایسے کلمات زبان سے نکالتا ہے گویا یہ تمہارا کبھی تھا ہی نہیں یہ دین تمہارا نہیں بلکہ اس کا دین ہے اور کہتا افسوس میں ان کے ساتھ نہ ہوا اور نہ مجھے بھی حصہ ملتا میں بھی لونڈی' غلام' مال متاع والا بن جاتا الغرض دنیا پر ریجھا ہوا اور اسی پر مٹا ہوا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکل کھڑے ہونے والے مومنوں کو چاہیے کہ ان سے جہاد کریں جو اپنے دین کو دنیا کے بدلے فروخت کر رہے ہیں اپنے کفر اور عدم ایمان کے باعث اپنی آخرت کو برباد کر کے دنیا بناتے ہیں۔ سنو! اللہ کی راہ کا مجاہد کبھی نقصان نہیں اٹھاتا اس کے دونوں ہاتھوں میں لڈو ہیں قتل کیا گیا تو اجر موجود' غالب رہا تو ثواب حاضر۔ بخاری مسلم میں ہے اللہ کی راہ کے مجاہد کا ضامن خود اللہ عزوجل ہے یا تو اسے فوت کر کے جنت میں پہنچائے گا یا جس جگہ سے وہ چلا ہے وہیں اجر وغنیمت کے ساتھ صحیح سالم واپس لائے گا۔ [1] فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾ ع ۱۰

بھلا کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان ناتوانوں کے چھٹکارے کے لیے جہاد نہ کرو؟ جو مرد عورتیں اور ننھے ننھے بچے یوں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے' اور ہمارے لیے خود اپنے پاس سے حمایتی اور کارساز مقرر کر دے' اور ہمارے لیے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا ○ جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں' اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ اللہ کے سوا اوروں کی راہ میں لڑتے ہیں پس تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو' یقین مانو کہ شیطانی حیلہ بالکل بودا اور سخت کمزور ہے ○

جہاد کی رغبت: اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنی راہ میں جہاد کی رغبت دلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ وہ کمزور بے بس لوگ جو مکہ

---

[1] [صحیح]: صحیح بخاری: کتاب فرض الخمس: باب قول النبی احلت لکم الغنائم (۳۱۲۳) صحیح مسلم: کتاب الامارۃ: باب فضل الجہاد (۱۸۷۶) مسند احمد (۲/۳۹۹)

میں ہیں جن میں عورتیں اور بچے بھی ہیں جو وہاں کے قیام سے اکتا گئے ہیں جن پر کفار نت نئی مصیبتیں توڑ رہے ہیں جو محض بے بال و پر ہیں انہیں آزاد کراؤ' جو بے کس دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اسی بستی یعنی مکہ سے ہمارا نکلنا ممکن ہو' مکہ شریف کو اس آیت میں بھی قریہ کہا گیا ہے ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْ اَخْرَجَتْكَ﴾ [1] بہت سی بستیاں اس بستی سے کہیں زیادہ طاقت وقوت والی تھیں جس بستی سے (یعنی وہاں کے رہنے والوں نے) تمہیں نکالا۔ اسی مکہ کے رہنے والے مسلمان کافروں کے ظلم کی شکایت بھی کر رہے ہیں اور ساتھ ہی اپنی دعاؤں میں کہہ رہے ہیں کہ اے رب کسی کو اپنی طرف سے ہمارا ولی اور مددگار بنا کر ہماری امداد کو بھیج۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں اور میری والدہ انہی کمزوروں میں تھے [2] اور روایت میں ہے کہ آپ نے ﴿اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ﴾ [3] پڑھ کر فرمایا میں اور میری والدہ صاحبہ بھی انہی لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور رکھا۔ [4]

ارشاد ہے: ایماندار اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کی رضا جوئی کے لیے جہاد کرتے ہیں اور کفار اطاعت شیطان میں لڑتے ہیں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ شیطان کے دوستوں سے جو اللہ کے دشمن ہیں دل کھول کر جنگ کریں اور یقین مانیں کہ شیطان کے ہتھکنڈے اور اس کے مکروفریب سب نقش برآب ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ
فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ
اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى
اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۭ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ
فَتِيْلًا ﴿٧٧﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۭ وَاِنْ
تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ
مِنْ عِنْدِكَ ۭ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ فَمَالِ هٰٓؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ
حَدِيْثًا ﴿٧٨﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ
نَّفْسِكَ ۭ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿٧٩﴾

کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا جنہیں حکم کیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نمازیں پڑھتے رہو اور زکوۃ ادا کرتے رہو' پھر

---

[1] [سورة محمد : آیت ١٣]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب و مالکم لا تقتلون فی سبیل اللّٰہ (٤٥٨٧)]

[3] [سورة النساء: آیت ٩٨] [4] [صحیح بخاری (٤٥٨٨)]

جب انہیں جہاد کا حکم دیا گیا اسی وقت ان کی ایک جماعت لوگوں سے اس قدر ڈرنے لگی جیسے اللہ کا ڈر ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ' اور کہنے لگی اے رب تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ کیوں ہمیں تھوڑی سی زندگی اور نہ جینے دیا' تو کہہ دے کہ دنیا کی سودمندی تو بہت ہی کم ہے' اور پرہیز گاروں کے لیے تو آخرت ہی بہتر ہے' تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ستم روا نہ رکھا جائے گا ○ تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آ پکڑے گی گو تم مضبوط برجوں میں ہو' انہیں اگر کوئی بھلائی ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے' اور اگر انہیں برائی پہنچتی ہے تو کہہ اٹھتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے' انہیں خبر کر دو کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے انہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایک بات سمجھنے کے بھی قریب نہیں؟ ○ تجھے جو بھلائی ملتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے' ہم نے تجھے تمام لوگوں کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے' اور اللہ بس ہے سامنے دیکھتا ○

صبر وضبط اولین سبق: واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ ابتدائے اسلام میں جب مسلمان مکہ شریف میں تھے کمزور تھے حرمت والے شہر میں تھے کفار کا غلبہ تھا یہ انہی کے شہر میں تھے وہ بکثرت تھے جنگی اسباب میں ہر طرح فوقیت رکھتے تھے' اس لیے اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانون کو جہاد وقتال کا حکم نہیں دیا تھا' بلکہ ان سے فرمایا تھا کہ یہ کافروں کی ایذائیں سہتے چلے جائیں ان کی مخالفت برداشت کریں۔ ان کے ظلم وستم برداشت کریں' جو احکام اللہ نازل ہو چکے ہیں ان پر عامل رہیں' نمازیں ادا کرتے رہیں' زکوٰۃ دیتے رہا کریں' گو ان میں عموماً مال کی زیادتی بھی نہ تھی لیکن تاہم مسکینوں اور محتاجوں کے کام آنے کا اور ان کی ہمدردی کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا مصلحت الٰہی کا تقاضا یہ تھا کہ سر دست یہ کفار سے نہ لڑیں بلکہ صبر وضبط سے کام لیں' ادھر کافر بڑی دلیری سے ان پر ستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے ہر چھوٹے بڑے کو سخت سے سخت سزائیں دے رہے تھے' مسلمانوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا اس لیے ان کے دل میں رہ رہ کر جوش اٹھتا تھا اور زبان سے الفاظ نکل جاتے تھے کہ اس روزمرہ کی مصیبتوں سے تو یہی بہتر ہے کہ ایک مرتبہ دل کی بھڑاس نکل جائے' دو دو ہاتھ میدان میں ہو لیں کاش کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جہاد کا حکم دے دے' لیکن اب تک حکم نہیں ملا تھا' جب انہیں ہجرت کی اجازت ملی اور مسلمان اپنی زمین' زر' رشتہ کنبے' اللہ عزوجل کے نام پر قربان کر کے اپنا دین لے کر مکہ سے ہجرت کر کے مدینے پہنچے یہاں انہیں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی سہولت دی امن کی جگہ دی امداد کے لیے انصار مدینہ دیئے' تعداد میں کثرت ہو گئی قوت وطاقت قدرے بڑھ گئی تو اب اللہ حاکم مطلق کی طرف سے اجازت ملی کہ اپنے لڑنے والوں سے لڑو' جہاد کا حکم اترتے ہی بعض لوگ سٹ پٹائے' خوف زدہ ہوئے۔ جہاد کا تصور کر کے میدان میں قتل کیے جانے کا تصور' عورتوں کے رنڈاپے کا خیال' بچوں کی یتیمی کا منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ گھبراہٹ میں کہہ اٹھے کہ اے اللہ ابھی سے جہاد کیوں فرض کر دیا کچھ تو مہلت دی ہوتی۔

اسی مضمون کو دوسری آیتوں میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ﴾ [1] الخ' مختصر مطلب یہ ہے کہ ایماندار کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی جاتی جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر ہوتا ہے تو بیمار دل لوگ چیخ اٹھتے ہیں اور ٹیڑھے تیوروں سے تجھے گھورتے

---

[1] [سورۃ محمد: آیت ۲۰]

ہیں اور موت کی غشی والوں کی طرح اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں ان پر افسوس ہے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی مکہ شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں اے نبی اللہ ہم کفر کی حالت میں ذی عزت تھے آج اسلام کی حالت میں ذلیل سمجھے جانے لگے (مطلب یہ تھا کہ آپ کی فرماں برداری ضروری ہے اور آپ مقابلہ سے منع کرتے ہیں جس سے کفار کی جرات بڑھ گئی ہے اور وہ ہمیں ذلیل کرنے لگے ہیں تو آپ ہمیں مقابلہ کی اجازت کیوں نہیں دیتے؟) لیکن آپ نے جواب دیا مجھے اللہ کا حکم یہی ہے کہ ہم درگذر کریں کافروں سے جنگ نہ کریں۔ پھر جب مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی اور یہاں جہاد کے احکام نازل ہوئے تو لوگ ہچکچانے لگے اس پر یہ آیت اتری۔ (نسائی' حاکم' ابن مردویہ) [1] سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صرف صلوٰۃ وزکوٰۃ کا حکم ہی تھا تو تمنائیں کرتے تھے کہ جہاد فرض ہو جب فریضہ جہاد نازل ہوا تو کمزوردل لوگ انسانوں سے ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرنا چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے اے رب تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کردیا کیوں ہمیں اپنی موت کے صحیح وقت تک فائدہ نہ اٹھانے دیا۔ انہیں جواب ملتا ہے کہ دنیوی نفع بالکل ناپائیدار اور بہت ہی کم ہے ہاں متقیوں کے لیے آخرت دنیا سے بہت ہی بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت یہودیوں کے بارے میں اتری ہے۔ جواباً کہا گیا ہے کہ پرہیزگاروں کا انجام آغاز سے بہت ہی اچھا ہے۔ تمہیں تمہارے اعمال پورے پورے دیئے جائیں گے کامل اجر ملے گا ایک بھی نیک عمل غارت نہ کیا جائے گا ناممکن ہے کہ ایک بال برابر ظلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی پر کیا جائے۔ اس جملے میں انہیں دنیا سے بے رغبتی دلائی جارہی ہے آخرت کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے جہاد کی رغبت دی جارہی ہے۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ اس بندے پر رحم کرے جو دنیا کے ساتھ ایسا ہی رہے ساری دنیا اول سے آخرت تک اس طرح ہے جیسے کوئی سویا ہوا شخص اپنے خواب میں اپنی پسندیدہ چیز کو دیکھے لیکن آنکھ کھلتے ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ کچھ نہ تھا۔ حضرت ابو مصہر رحمہ اللہ کا یہ کلام کتنا پیارا ہے:

وَلَا خَيْرَ فِي الدُّنْيَا لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ ۔۔۔ مِنَ اللّٰهِ فِي دَارِ الْمَقَامِ نَصِيْبُ

فَإِنْ تُعْجِبِ الدُّنْيَا رِجَالًا فَإِنَّهَا ۔۔۔ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَالزَّوَالُ قَرِيْبُ

یعنی اس شخص کے لیے دنیا بھلائی سے یکسر خالی ہے جسے کل آخرت کا کوئی حصہ ملنے والا نہیں۔ گو دنیا کو دیکھ دیکھ کر بعض لوگ ریجھ رہے ہیں لیکن دراصل یہ یونہی سا فائدہ ہے اور وہ بھی بہت جلد فنا ہوجانے والا ہے۔

پھر ارشاد باری ہے کہ آخر موت کا مزا ہر ایک کو چکھنا ہی ہے کوئی ذریعہ کسی کو اس سے بچا نہیں سکتا' جیسے فرمان ہے ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ [2] جتنے یہاں ہیں سب فانی ہیں' اور جگہ ارشاد ہے ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ

---

[1] [صحيح: نسائي: كتاب الجهاد: باب وجوب الجهاد (٣٠٨٨) مستدرك حاكم (٦٦/٢) تفسير ابن ابي حاتم (٥٦٣٠/٣)] امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح نسائي]

[2] [سورة الرحمن: آيت ٢٦]

﴿الْمَوْتِ﴾ (۱) ہر ہر جاندار مرنے والا ہے فرماتا ہے ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ (۲) تجھ سے اگلے لوگوں میں سے بھی کسی کے لیے ہم نے ہمیشہ کی زندگی مقرر نہیں کی۔

مقصد یہ ہے کہ خواہ جہاد کرے یا نہ کرے ذات اللہ کے سوا موت کا مزا تو ایک نہ ایک روز ہر کسی کو چکھنا ہی پڑے گا۔ ہر ایک کا ایک وقت مقرر ہے اور ہر ایک کی موت کی جگہ بھی معین ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس وقت جبکہ آپ بستر مرگ پر ہیں فرماتے ہیں اللہ کی قسم فلاں جگہ غرض بیسیوں لڑائیوں میں سینکڑوں معرکوں میں گیا ثابت قدمی یا مردی کے ساتھ دلیرانہ جہاد کیے آؤ دیکھ لو میرے جسم کا کوئی عضو ایسا نہ پاؤ گے جہاں کوئی نہ کوئی نشان نیزے یا برچھے یا تیر یا بھالے کا تلوار اور ہتھیار کا نہ ہو لیکن چونکہ میدان جنگ میں موت نہ لکھی تھی اب دیکھو اپنے بستر پر اپنی موت مر رہا ہوں' کہاں ہیں لڑائی سے جی چرانے والے نامرد میری ذات سے سبق سیکھیں۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

پھر فرماتا ہے کہ موت کے پنجے سے بلند و بالا مضبوط اور محفوظ قلعے اور محل بھی بچا نہیں سکتے۔ بعض نے کہا مراد اس سے آسمان کے برج ہیں' لیکن یہ قول ضعیف ہے صحیح یہی ہے کہ مراد محفوظ مقامات ہیں یعنی کتنی ہی حفاظت موت سے کی جائے لیکن وہ اپنے وقت سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ زہیر کا شعر ہے کہ موت سے بھاگنے والا گو زینہ لگا کر اسباب آسمانی بھی جمع کر لے تو بھی اسے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔

ایک قول ہے ((مُشَیَّدَہٗ)) بہ تشدید اور ((مَشِیْدُ)) بغیر تشدید ایک ہی معنی میں ہیں اور بعض ان دونوں میں فرق کے قائل ہیں کہتے ہیں کہ اول کا معنی مطول دوسرے کا معنی مزین یعنی چونے سے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں اس موقعہ پر ایک مطول قصہ بزبان حضرت مجاہد رحمہ اللہ مروی ہے کہ اگلے زمانے میں ایک عورت حاملہ تھی جب اسے درد ہونے لگے اور بچی تولد ہوئی تو اس نے اپنے ملازم سے کہا کہ جاؤ کہیں سے آگ لے آؤ وہ باہر نکلا تو دیکھا کہ دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے پوچھتا ہے کہ کیا ہوا لڑکی یا لڑکا؟ اس نے کہا لڑکی ہوئی ہے کہا سن یہ لڑکی ایک سو آدمیوں سے زنا کرائے گی پھر اس کے ہاں اب جو شخص ملازم ہے اسی سے اس کا نکاح ہوگا اور ایک مکڑی اس کی موت کا باعث بنے گی۔ یہ شخص یہیں سے پلٹ آیا اور آتے ہی ایک تیز چھری لے کر اس لڑکی کے پیٹ کو چیر ڈالا اور اسے مردہ سمجھ کر وہاں سے بھاگ نکلا اس کی ماں نے یہ حال دیکھ کر اپنی بچی کے پیٹ میں ٹانکے لگا دیئے اور علاج معالجہ شروع کیا جس سے اس کا زخم بھر گیا' اب ایک زمانہ گذر گیا ادھر یہ لڑکی بلوغت کو پہنچ گئی اور تھی بھی اچھی شکل صورت کی۔ بدچلنی میں پڑ گئی ادھر ملازم سمندر کے راستے کہیں چلا گیا کام کاج شروع کیا اور بہت رقم پیدا کی کل مال سمیٹ کر بہت مدت بعد یہ پھر اسی اپنے گاؤں میں آ گیا اور ایک بڑھیا عورت کو بلا کر کہا کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں گاؤں میں جو بہت خوبصورت عورت ہو اس سے میرا نکاح کرا دو' یہ عورت گئی اور چونکہ شہر بھر میں اس لڑکی سے زیادہ خوش شکل کوئی عورت نہ تھی یہیں پیغام بھیجا' منظور ہو گیا' نکاح بھی ہو گیا اور وداع ہو کر یہ اس کے

---

(۱) [سورة آل عمران: آیت ۱۸۵] (۲) [سورة الانبياء: آیت ۳٤]

ہاں آ بھی گئی دونوں میاں بیوی میں بہت محبت ہوگئی۔

ایک دن ذکر اذکار میں اس عورت نے اس سے پوچھا آخر آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں یہاں کیسے آ گئے؟ وغیرہ اس نے اپنا تمام ماجرا بیان کر دیا کہ میں یہاں ایک عورت کے ہاں ملازم تھا اور وہاں سے اس کی لڑکی کے ساتھ یہ حرکت کر کے بھاگ گیا تھا اب اتنے برسوں کے بعد یہاں آیا ہوں تو اس لڑکی نے کہا جس کا پیٹ چیر کر تم بھاگے تھے میں وہی ہوں یہ کہہ کر اپنے اس زخم کا نشان بھی اسے دکھایا تب تو اسے یقین آ گیا اور کہنے لگا جب تو وہی ہے تو ایک بات تیری نسبت مجھے اور بھی معلوم ہے وہ یہ کہ تو ایک سو آدمیوں سے مجھ سے پہلے مل چکی ہو اس نے کہا ٹھیک ہے یہ کام تو مجھ سے ہوا ہے لیکن گنتی یاد نہیں۔

اس نے کہا کہ مجھے تیری نسبت ایک اور بات بھی معلوم ہے وہ یہ کہ تیری موت کا سبب ایک مکڑی بنے گی۔ خیر چونکہ مجھے تجھ سے بہت زیادہ محبت ہے میں تیرے لیے ایک بلند و بالا پختہ اور اعلیٰ محل تعمیر کرا دیتا ہوں اسی میں تو رہ تا کہ وہاں تک ایسے کیڑے مکوڑے پہنچ ہی نہ سکیں چنانچہ ایسا ہی محل تیار ہوا اور یہ وہاں رہنے سہنے لگی۔

ایک مدت کے بعد ایک روز دونوں میاں بیوی بیٹھے تھے کہ اچانک چھت پر ایک مکڑی دکھائی دی۔ اسے دیکھتے ہی اس شخص نے کہا دیکھو آج یہاں مکڑی دکھائی دی عورت بولی اچھا یہ میری جان لیوا ہے؟ تو میں اس کی جان لوں گی غلاموں کو حکم دیا کہ اسے زندہ پکڑ کر میرے سامنے لاؤ نوکر پکڑ کر لے آئے اس نے زمین پر رکھ کر اپنے پیر کے انگوٹھے سے اسے مل ڈالا اور اس کی جان نکل گئی لیکن اس میں سے پیپ کا ایک آدھ قطرہ اس کے انگوٹھے کے ناخن اور گوشت کے درمیان اڑ کر چپک گیا اس کا زہر چڑھا' پیر سیاہ پڑ گیا اسی میں آخر مر گئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جب باغی چڑھ دوڑے تو آپ نے امت محمدیہ ﷺ کی خیر خواہی اور ان کے اتفاق کی دعا کے بعد دو شعر پڑھے جن کا مطلب بھی یہی ہے کہ موت کو ٹالنے والی کوئی چیز اور کوئی حیلہ کوئی قوت اور کوئی چالاکی نہیں۔

حضر کے بادشاہ ساطرون کو کسریٰ سابور ذوالاکتاف نے جس طرح قتل کیا وہ واقعہ بھی ہم یہاں لکھتے ہیں' ابن ہشام میں ہے جب سابور عراق میں تھا تو اس کے علاقہ پر ساطرون نے چڑھائی کی تھی اس کے بدلے میں جب اس نے چڑھائی کی تو یہ قلعہ بند ہو گیا دو سال تک محاصرہ رہا لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا۔

ایک روز ساطرون کی بیٹی نضیرہ اپنے باپ کے قلعہ کا گشت لگا رہی تھی اچانک اس کی نظر سابور پر پڑ گئی یہ اس وقت شاہانہ پر تکلف ریشمی لباس میں تاج شاہی سر پر رکھے ہوئے تھا نضیرہ کے دل میں آیا کہ اس سے میری شادی ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو؟ چنانچہ اس نے خفیہ پیغام بھیجنے شروع کیے اور وعدہ ہو گیا کہ اگر یہ لڑکی اس قلعہ پر سابور کا قبضہ کرا دے تو سابور اس سے نکاح کر لے گا اس کا باپ ساطرون بڑا شرابی تھا اس کی ساری رات نشہ میں کٹتی تھی اس کی لڑکی نے موقعہ پا کر رات کو اپنے باپ کو نشہ میں مدہوش دیکھ کر اس کے سرہانے سے قلعہ کے دروازے کی کنجیاں چپکے سے نکال لیں اور اپنے ایک بااعتماد غلام کے ہاتھ سابور تک پہنچا دیں جس سے اس نے دروازہ کھول لیا

اور شہر میں قتل عام کرایا اور قابض ہو گیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس قلعہ میں ایک جادو تھا جب تک اس طلسم کو توڑا نہ جائے قلعہ کا فتح ہونا ناممکن تھا اس لڑکی نے اس کے توڑنے کا گر اسے بتا دیا کہ ایک چت کبرا کبوتر لے کر اس کے پاؤں کسی باکرہ کے پہلے حیض کے خون سے رنگ لو پھر اس کبوتر کو چھوڑ و وہ جا کر قلعہ کی دیوار پر بیٹھے تو فوراً وہ طلسم ٹوٹ جائے گا اور قلعہ کا پھاٹک کھل جائے گا۔

چنانچہ ساپور نے یہی کیا اور قلعہ فتح کر کے ساطرون کو قتل کر ڈالا تمام لوگوں کو تہہ تیغ کیا اور تمام شہر کو اجاڑ دیا اور اس لڑکی کو اپنے ہمراہ لے گیا اور اس سے نکاح کر لیا۔ ایک رات جبکہ لڑکی نضیرہ اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی اسے نیند نہ آ رہی تھی تلملا رہی تھی اور بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی تو سابور نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا شاید میرے بستر میں کچھ ہے جس سے مجھے نیند نہیں آ رہی' شمع جلائی گئی بستر ٹٹولا گیا تو گل آس کی ایک پتی نکلی سابور اس نزاکت پر حیران رہ گیا کہ ایک اتنی چھوٹی سی پتی بستر میں ہونے کی بنا پر اسے نیند نہیں آئی ؟ پوچھا تیرے والد کے ہاں تیرے لیے کیا ہوتا تھا؟ اس نے کہا نرم ریشم کا بستر اتھا صرف باریک نرم ریشمی لباس تھا صرف نلیوں کا گودا کھایا کرتی تھی اور صرف انگوری خالص شراب پیتی تھی یہ انتظام میرے باپ نے میرے لیے کر رکھا تھا۔ یہ تھی بھی ایسی کہ اس کی پنڈلی کا گودا تک باہر سے نظر آتا تھا۔

ان باتوں نے سابور پر ایک اور رنگ چڑھا دیا اور اس نے کہا جس باپ نے تجھے اس طرح پالا پوسا اس کے ساتھ تو نے یہ سلوک کیا کہ میرے ہاتھوں اسے قتل کرایا اس کے ملک کو تاخت و تاراج کرایا پھر مجھے تجھ سے کیا امید رکھنی چاہیے؟ اللہ جانے میرے ساتھ تو کیا کرے؟ اسی وقت حکم دیا کہ اس کے سر کے بال گھوڑے سے باندھ دیئے جائیں اور گھوڑے کو بے لگام چھوڑ دیا جائے' چنانچہ یہی ہوا گھوڑا بدکا بھاگا اچھلنے کودنے لگا اور اس کی ٹاپوں سے زمین پر پچھاڑیں کھاتے ہوئے اس کے جسم کا چورا چورا ہو گیا۔ چنانچہ اس واقعہ کو عرب شعرا نے نظم بھی کیا ہے۔

ہر بھلائی اللہ کی طرف سے: اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر انہیں خوش حالی پھلواری اولاد و کھیتی ہاتھ لگے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر قحط سالی پڑے تنگ روزی ہو موت اور اولاد و مال کی کمی اور کھیت اور باغ کی کمی ہو تو جھٹ سے کہہ اٹھتے ہیں یہ نبی ﷺ کی تابعداری کا نتیجہ ہے' یہ فائدہ ہے مسلمان ہونے کا یہ پھل ہے صاحب ایمان بننے کا' فرعونی بھی اسی طرح برائیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مسلمانوں سے منسوب کر کے بدشگونی لیا کرتے تھے۔

جیسے کہ قرآن نے اس کا ذکر کیا ہے' ایک آیت میں ہے ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾ [1] الخ' یعنی بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ایک کنارے کھڑے رہ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں یعنی اگر بھلائی ملی تو باچھیں کھل جاتی ہیں اور اگر برائی پہنچے تو الٹے پیروں پلٹ جاتے ہیں۔ یہ ہیں جو دونوں جہان میں برباد ہوں گے۔ پس یہاں بھی ان منافقوں کی جو بظاہر مسلمان ہیں اور پیٹ کے کھوٹے ہیں برائی بیان ہو رہی ہے کہ جہاں کچھ نقصان ہوا اور بہک گئے کہ اسلام لانے کی وجہ سے ہمیں نقصان ہوا۔

---

[1] [سورۃ الحج، آیت: ۱۱]

سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿حَسَنَہ﴾ سے مراد یہاں بارشوں کا ہونا' جانوروں میں زیادتی ہونا' بال بچے بہ کثرت ہونا' خوشحالی میسر آنا وغیرہ ہے اگر یہ ہوتا تو کہتے کہ یہ سب من جانب اللہ ہے اور اگر اس کے خلاف ہوتا تو اس بے برکتی کا باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتے اور کہتے یہ سب تیری وجہ سے ہے یعنی ہم نے اپنے بڑوں کی راہ چھوڑ دی اور اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اختیار کی اس لیے اس مصیبت میں پھنس گئے اور اس بلا میں گرفتار ہوئے۔ پس پروردگار ان کے ناپاک قول اور اس پلید عقیدے کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے' اس کی قضا وقدر ہر بھلے' برے' فاسق' فاجر' نیک' بد' مومن' کافر پر جاری ہے' بھلائی' برائی سب اس کی طرف سے ہے۔

پھر ان کے اس قول کی جو محض شک وشبہ کم علمی بے وقوفی جہالت اور ظلم کی بنا پر ہے تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہیں کیا ہو گیا ہے؟ بات سمجھنے کی قابلیت بھی ان سے جاتی رہی۔ ''ایک غریب حدیث جو ((كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ)) کے متعلق ہے اسے بھی سنیئے''۔

بزار میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تھے کہ کچھ لوگوں کے ہمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے ان دونوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ کر دونوں صاحب بیٹھ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ بلند آواز میں گفتگو کیا ہو رہی تھی؟

ایک شخص نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو کہہ رہے تھے نیکیاں اور بھلائیاں اللہ کی طرف سے ہیں اور برائیاں اور بدیاں ہماری طرف سے ہیں' آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم کیا کہہ رہے تھے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں کہہ رہا تھا کہ دونوں باتیں اللہ جل شانہ کی طرف سے ہیں آپ نے فرمایا یہی بحث اول اول حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام میں ہوئی تھی میکائیل علیہ السلام وہی کہتے تھے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں اور جبرائیل علیہ السلام وہ کہہ رہے تھے جو اے عمر رضی اللہ عنہ تم کہہ رہے ہو۔ پس آسمان والوں میں جب اختلاف ہوا تو زمین والوں میں تو ہونا لازمی تھا' آخر حضرت اسرافیل علیہ السلام کی طرف فیصلہ گیا اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ حسنات اور سیأت دونوں اللہ مختار کل کی طرف سے ہیں۔

پھر آپ نے دونوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میرا فیصلہ سنو اور یاد رکھو اگر اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی کے عمل کو نہ چاہتا تو ابلیس کو پیدا ہی نہ کرتا۔ [1]

لیکن شیخ الاسلام امام تقی الدین ابو العباس حضرت ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور تمام ان محدثین کا جو حدیث کی پرکھ رکھتے ہیں اتفاق ہے کہ یہ روایت گھڑی ہوئی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرماتا ہے جس سے مراد عموم ہے یعنی سب سے ہی خطاب ہے کہ تمہیں جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کا فضل لطف رحمت ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ خود تمہاری طرف سے تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے' جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ

---

[1] [موضوع: بزار (۳۰۵۱/۲) اللآلی المصنوعۃ (۱/۲۰۹)]

﴿عَنْ كَثِيرٍ﴾ [1] یعنی جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے بعض اعمال کی وجہ سے اور بھی تو اللہ تعالیٰ بہت سی بداعمالیوں سے درگذر فرماتا رہتا ہے۔

﴿فَمِنْ نَفْسِكَ﴾ سے مراد بہ سبب گناہ ہے یعنی شامت اعمال۔ آنحضرت ﷺ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص کا ذرا سا جسم کسی لکڑی سے چھل جائے یا اس کا قدم پھسل جائے یا اسے ذرا سی محنت کرنی پڑے جس سے پسینہ آ جائے تو وہ بھی کسی نہ کسی گناہ پر ہوتا ہے اور ابھی تو اللہ تعالیٰ جن گناہوں سے چشم پوشی فرماتا ہے جنہیں معاف کر دیتا ہے وہ بہت سارے ہیں [2] اس مرسل حدیث کا مضمون ایک صحیح متصل حدیث میں بھی ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں: اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ایمان دار کو غم و رنج یا جو بھی تکلیف و مشقت پہنچتی ہے یہاں تک کہ جو کانٹا بھی لگتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کا کفارہ بنا دیتا ہے [3] ابو صالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ جو برائی تجھے پہنچتی ہے اس کا باعث تیرا گناہ ہے ہاں اسے مقدر کرنے والا اللہ تعالیٰ آپ ہے۔

حضرت مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم تقدیر کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ کیا تمہیں سورۂ نساء کی یہ آیت کافی نہیں، پھر اس آیت کو پڑھ کر فرماتے ہیں اللہ سبحانہ کی قسم لوگ اللہ کی طرف سونپ نہیں دیئے گئے انہیں حکم دیئے گئے ہیں اور اسی کی طرف وہ لوٹتے ہیں یہ قول بہت قوی اور مضبوط ہے۔

قدریہ اور جبریہ کی پوری تردید کرتا ہے، تفسیر اس بحث کا موضوع نہیں۔ پھر فرماتا ہے تیرا کام اے نبی ﷺ شریعت کی تبلیغ کرنا ہے اس کی رضامندی اور ناراضگی کے کام کو اس کے احکام اور اس کی ممانعت کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے، اللہ کی گواہی کافی ہے کہ اس نے تجھے رسول ﷺ بنا کر بھیجا ہے۔

اسی طرح اسی کی گواہی اس امر پر بھی کافی ہے کہ تو نے تبلیغ کر دی تیرے ان کے درمیان جو ہو رہا ہے اسے بھی وہ مشاہدہ کر رہا ہے یہ جس طرح کفار عناد اور تکبر تیرے ساتھ برتتے ہیں اسے بھی وہ دیکھ رہا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿80﴾
وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ
وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿81﴾

اس رسول کی اطاعت جو کرے اسی نے اللہ کی فرمانبرداری کی، اور جو منہ پھیرے تو ہم نے تجھے کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہیں

---

[1] [سورۃ الشوری: آیت ۳۰]

[2] [مرسل وضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۹۹۷۵)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المرضیٰ: باب ماجآء فی کفارۃ المرض (۵۶۴۱) صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ: باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض (۲۵۷۳) ترمذی: کتاب الجنائز: باب ماجآء فی ثواب المریض (۹۶۶) مسند احمد (۳۰۳/۲)]

بھیجا ○ یہ کہتے تو ہیں کہ اطاعت ہے پھر جب آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک جماعت جو کہہ گئی ہے اس کے خلاف راتوں کو مشورے کرتی ہے' ان کی راتوں کی بات چیت اللہ لکھ رہا ہے' تو ان کی طرف التفات بھی نہ کر اور اللہ پر بھروسہ رکھ' اللہ کافی کارساز ہے ○

نبی کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت : اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ کا تابعدار صحیح معنی میں میرا ہی اطاعت گذار ہے آپ کا نافرمان میرا نافرمان ہے' اس لیے کہ آپ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے جو فرماتے ہیں وہ وہی ہوتا ہے جو میری طرف سے وحی کیا جاتا ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں میری ماننے والا اللہ تعالیٰ کی ماننے والا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی بات نہ مانی جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی' یہ حدیث بخاری و مسلم میں ثابت ہے۔[1]

پھر فرماتا ہے جو بھی منہ موڑ کر بیٹھ جائے تو اس کا گناہ اے نبی ﷺ آپ پر نہیں آپ کا ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے جو نیک نصیب ہوں گے مان لیں گے' نجات اور اجر حاصل کر لیں گے ہاں ان کی نیکیوں کا ثواب آپ کو بھی ہو گا کیونکہ دراصل اس راہ کے راہبر اس نیکی کے معلّم آپ ہی ہیں' اور جو نہ مانے نہ عمل کرے تو نقصان اٹھائے گا بد نصیب ہوگا اپنے بوجھ سے آپ مرے گا اس کا گناہ آپ پر نہیں اس لیے کہ آپ نے سمجھانے بجھانے اور راہ حق دکھانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ حدیث میں ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والا رشد وہدایت والا ہے اور اللہ اور رسول ﷺ کا نافرمان اپنے ہی نفس کو ضرر و نقصان پہنچانے والا ہے۔[2]

پھر منافقوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ ظاہری طور پر تو اطاعت کا اقرار کرتے ہیں موافقت کا اظہار کرتے ہیں لیکن جہاں نظروں سے دور ہوئے اپنی جگہ پر پہنچے تو ایسے ہو گئے گویا ان تلوں میں تیل ہی نہ تھا جو کچھ یہاں کہا تھا اس کے بالکل برعکس راتوں کو چھپ چھپ کر سازشیں کرنے بیٹھ گئے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی ان پوشیدہ چالاکیوں اور چالوں کو بخوبی جانتا ہے اس کے مقرر کردہ زمین کے فرشتے ان کی سب کرتوتوں اور ان کی تمام باتوں کو اس کے حکم سے ان کے نامہ اعمال میں لکھ رہے ہیں' پس انہیں ڈانٹا جا رہا ہے کہ یہ کیا بیہودہ حرکت ہے؟ اس سے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اس سے تمہاری کوئی بات چھپ سکتی ہے؟ تم کیوں ظاہر باطن یکساں نہیں رکھتے' ظاہر باطن کا جاننے والا تمہیں تمہاری اس بیہودہ حرکت پر سخت سزا دے گا۔

ایک اور آیت میں بھی منافقوں کی اس خصلت کا بیان ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ ﴿وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب الاحکام : باب قول اللہ تعالی اطیعوا اللہ واطیعو الرسول (۷۱۳۷) صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب وجوب طاعۃ الامراء (۱۸۳۵)]

[2] [ضعیف : ابوداؤد: کتاب الصلاۃ : باب الرجل یخطب علی قوس (۱۰۹۷) مسند احمد (۲۵۶/٤) نسائی (۹۰/٦)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود (۲۳۸) تمام المنۃ (ص : ۳۳۵)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

﴿وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا﴾ (1) الخ۔

پھر اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان سے درگذر کیجیے' بردباری برتئے' ان کی خطا معاف کیجیے' ان کا حال ان کے نام سے دوسروں سے نہ کہیے' ان سے بالکل بے خوف رہئے' اللہ پر بھروسہ کیجیے جو اس پر بھروسہ کرے جو اس کی طرف رجوع کرے اسے وہی کافی ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭوَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا
كَثِيْرًا ۝ وَاِذَا جَاۗءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى
الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْھُمْ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے ○ جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی تو انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کیا' اگر یہ لوگ اسے رسول (ﷺ) کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو تحقیق کا مادہ رکھتے ہیں' اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو معدودے چند کے علاوہ تم سب شیطان کے پیروکار بن جاتے ○

قرآن میں غور وفکر کی ترغیب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ قرآن کو غور وفکر تامل وتدبر سے پڑھیں' اس سے اعراض نہ کریں' اس سے تغافل نہ برتیں' بے پرواہی نہ کریں اس کے مستحکم مضامین اس کے حکمت بھرے احکام اس کے فصیح وبلیغ الفاظ پر غور کریں' ساتھ ہی خبر دیتا ہے کہ یہ پاک کتاب' اختلاف' اضطراب' تعارض اور تضاد سے پاک ہے' اس لیے کہ حکیم وحمید اللہ کا کلام ہے وہ خود حق ہے اور اسی طرح اس کا کلام بھی سراسر حق ہے' چنانچہ اور جگہ فرمایا ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰي قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (2) یہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟ کیا ان کے دلوں پر سنگین قفل لگ گئے ہیں' پھر فرماتا ہے اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل شدہ نہ ہوتا جیسے کہ مشرکین اور منافقین کا زعم ہے یا اگر یہ فی الحقیقت کسی کا اپنی طرف سے وضع کیا ہوا ہوتا یا کوئی اور اس کا کہنے والا ہوتا تو ضروری بات تھی کہ اس میں انسانی طبائع کے مطابق اختلاف ملتا' یعنی ناممکن ہے کہ انسانی کلام اضطراب وتضاد سے مبرا ہو لازماً یہ ہوتا کہ کہیں کچھ کہا جاتا اور کہیں کچھ اور یہاں ایک بات کہی تو آگے جا کر اس کے خلاف بھی کہہ گئے۔ چنانچہ اس پاک کتاب کا ایسی متضاد باتوں سے بچا ہوا ہونا اس سچائی کی صاف دلیل ہے کہ یہ اللہ قادر مطلق کا کلام ہے۔ اور جگہ ہے پختہ عالموں کا قول بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے یعنی محکم اور متشابہ سب حق ہے اسی لیے متشابہ کو محکم کی طرف لوٹا دیتے ہیں اور ہدایت پا لیتے ہیں اور جن کے دلوں میں کجی ہے بدنیتی ہے وہ محکم متشابہ کی طرف موڑ توڑ کر کے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے جو اللہ

---

(1) [سورة النور: آیت ٤٧] (2) [سورة محمد: آیت ٢٤]

تعالیٰ نے پہلے صحیح مزاج والوں کی تعریف کی اور دوسری قسم کے لوگوں کی برائی بیان فرمائی۔ عمرو بن شعیب سے مروی ہے ﴿عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ﴾ والی حدیث میں ہے کہ میں اور میرے بھائی ایک ایسی مجلس میں شامل ہوئے کہ اس کے مقابلہ میں سرخ اونٹوں کا مل جانا بھی اس کے پاسنگ برابر بھی قیمت نہیں رکھتا ہم آئے دونوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے دروازے پر چند بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے ہیں ہم ادب کے ساتھ ایک طرف بیٹھ گئے ان میں قرآن کریم کی کسی آیت کی بابت مذاکرہ ہو رہا تھا جس میں اختلافی مسائل بھی تھے آخر بات بڑھ گئی اور زور زور سے آپس میں بات چیت ہونے لگی رسول اللہ ﷺ اسے سن کر سخت غضبناک ہو کر باہر تشریف لائے چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا ان پر مٹی ڈالتے ہوئے فرمانے لگے خاموش رہو تم سے اگلی امتیں اسی باعث تباہ ہوگئیں کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کیا اور کتاب اللہ کی ایک آیت کو دوسری آیت کے خلاف سمجھا یاد رکھو قرآن کی کوئی آیت دوسری آیت کے خلاف اسے جھٹلانے والی نہیں بلکہ قرآن کی ایک ایک آیت ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے تم جسے جان لو عمل کرو جسے نہ معلوم کر سکو اسے اس کے جاننے والے کے لیے چھوڑ دو۔ [1] دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تقدیر کے بارے میں مباحثہ کر رہے تھے' راوی کہتے ہیں کہ کاش کہ میں اس مجلس میں نہ بیٹھتا۔ [2] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں دوپہر کے وقت حاضر حضور ہوا تو بیٹھا ہی تھا کہ ایک آیت کے بارے میں دو شخصوں کے درمیان اختلاف ہوا ان کی آوازیں اونچی ہوئیں تو آپ نے فرمایا تم سے پہلی امتوں کی ہلاکت کا باعث صرف ان کا کتاب اللہ میں اختلاف کرنا ہی تھا۔ (مسند احمد) [3]

پھر ان جلد باز لوگوں کو روکا جا رہا ہے جو کسی امن کی یا خوف کی خبر پاتے ہی بے تحقیق بات ادھر سے ادھر تک پہنچا دیتے ہیں حالانکہ ممکن ہے وہ بالکل ہی غلط ہو' صحیح مسلم شریف کے مقدمہ میں حدیث ہے کہ انسان کو یہی جھوٹ کافی ہے کہ جو سنے اس کو بیان کرنے لگ جائے ابوداؤد میں بھی یہ روایت ہے۔ [4]

بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گپ بازی سے منع فرمایا [5] یعنی سنی سنائی باتیں بیان کرنے سے جن کی تحقیق اچھی طرح سے نہ کی ہو' ابوداؤد کی حدیث میں ہے انسان کا یہ کہنا کہ فلاں نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا'

---

[1] [حسن صحیح: مسند احمد (۲/۱۸۱)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۶۷۰۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [تخريج الطحاوية (ص : ۲۱۸)]

[2] [صحیح: مسند احمد (۲/۱۷۸) ابن ماجه : مقدمه : باب في القدر (۸۵)] حافظ بوصیری ؒ اور شیخ البانی ؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الزوائد (۱/۵۸) التعليق الرغيب (۱/۸۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: صحیح مسلم : كتاب العلم : باب النهي عن اتباع متشابه القرآن (۲۶۶۶) مسند احمد (۲/۱۹۲)]

[4] [صحیح: صحیح مسلم : مقدمه : باب النهي عن الحديث بكل ما سمع (۵) ابوداؤد : كتاب الادب : باب التشديد في الكذب (۴۹۹۲)]

[5] [صحیح: صحیح بخاری : كتاب الرقاق : باب مايكره من قيل وقال (۶۴۷۳) صحیح مسلم : كتاب الاقضية : باب النهي عن كثرة المسائل (۵۹۳) مسند احمد (۴/۲۳۲)]

برا فعل ہے۔ (1) اور صحیح حدیث میں ہے جو شخص کوئی بات بیان کرے اور وہ گمان کرتا ہو کہ یہ غلط ہے وہ بھی جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے۔ (2) یہاں پر ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی روایت کا ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ جب انہیں یہ خبر پہنچی کہ حضور علیہ السلام نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی تو آپ اپنے گھر سے چلے مسجد میں آئے یہاں بھی لوگوں کو یہی کہتے سنا تو بذات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور خود آپ سے دریافت کیا کہ کیا یہ سچ ہے؟ کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طلاق دے دی؟ آپ نے فرمایا غلط ہے چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اللہ کی بڑائی بیان کی۔ (3) صحیح مسلم میں ہے کہ پھر آپ نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر بہ آواز بلند فرمایا لوگو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی۔ اسی پر یہ آیت نازل ہوئی' (4) پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہوں نے اس معاملہ کی تحقیق کی۔ علمی اصطلاح میں استنباط کہتے ہیں کسی چیز کو اس کے منبع اور مخزن سے نکالنا مثلاً جب کوئی شخص کسی کان کو کھود کر اس کے نیچے سے کوئی چیز نکالے تو عرب کہتے ہیں ((استنبط الرجل)) پھر فرماتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ورحم تم پر نہ ہوتا تو تم سب کے سب سوائے چند کامل ایمان والوں کے شیطان کے تابعدار بن جاتے۔ ایسے موقعوں پر محاورۃً یہ بھی معنی ہوتے ہیں کہ تم کل کے کل شامل ہو چنانچہ عرب کے ایسے شعر بھی ہیں۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿٨٤﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿٨٥﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَــيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَآ اَوْ رُدُّوْھَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿٨٦﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾ ع

النصف ع

تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہ' تجھے صرف تیری ذات کی نسبت حکم دیا جاتا ہے ان ایمان والوں کو رغبت دلاتا رہ' بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی جنگ کو روک دے اللہ تعالیٰ سخت لڑائی والا ہے اور سزا دینے میں بھی سخت ہے۔ جو شخص کسی نیکی اور بھلے کام کی سفارش کرے اسے بھی اس کا کچھ حصہ ملے گا اور جو برائی اور بدی کی سفارش کرے اس کے لیے بھی اس میں

(1) [صحیح: ابوداؤد: كتاب الادب: باب في قول الرجل زعموا (٤٩٧٢) مسند احمد (٥/٤٠١)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحيحة (١٢٥١)]

(2) [صحیح: صحيح مسلم: مقدمه: باب وجوب الرواية عن الثقات (١) ابن ماجه: مقدمه: باب من حدث عن رسول الله (٣٩) مسند احمد: (٥/١٤)]

(3) [صحیح: صحيح بخارى: كتاب العلم: باب التناوب فى العلم (٨٩) صحيح مسلم: كتاب الطلاق: باب فى الايلا (١٤٧٩)]

(4) [صحیح: صحيح مسلم: كتاب الطلاق: باب فى الايلاء (١٤٧٩)]

سے ایک حصہ ہے' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ○ اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا ان ہی الفاظ کو لوٹا دو' بے شبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے ○ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ تم سب کو یقیناً قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں' اللہ سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہوگا؟ ○

جہاد وقتال کا حکم: رسول ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ تنہا اپنی ذات سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں چاہے کوئی بھی آپ کا ساتھ نہ دے' ابو اسحاق رحمہ اللہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے دریافت فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان اکیلا تنہا ہو اور دشمن ایک سو ہوں تو کیا وہ ان سے جہاد کرے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو کہا پھر قرآن کی اس آیت سے تو ممانعت تاکید ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے ہاتھوں آپ ہلاکت میں نہ پڑو (1) تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسی آیت میں اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے اللہ کی راہ میں لڑ تجھے فقط تیرے نفس کی تکلیف دی جاتی ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ مومنوں کو بھی ترغیب دیتا رہ۔ (2) (ابن ابی حاتم) مسند احمد میں اتنا اور بھی ہے کہ مشرکین پر تنہا حملہ کرنے والا ہلاکت کی طرف بڑھنے والا نہیں بلکہ اس سے مراد اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے رکنے والا ہے (3) اور روایت میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا مجھے میرے رب نے جہاد کا حکم دیا ہے پس تم بھی جہاد کرو' (4) یہ حدیث غریب ہے۔ پھر فرماتا ہے مومنوں کو دلیری دلا اور انہیں جہاد کی رغبت دلا' چنانچہ بدر والے دن میدان جہاد میں مسلمانوں کی صفیں درست کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا اٹھو اور بڑھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان وزمین ہے' (5) جہاد کی ترغیب کی بہت سی حدیثیں ہیں' بخاری میں ہے جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے' صلوٰۃ قائم کرے' زکوٰۃ دیتا رہے' رمضان کے روزے رکھے اللہ پر اس کا حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہو یا جہاں پیدا ہوا ہے وہیں ٹھہرا رہا ہو' لوگوں نے کہا حضور ﷺ کیا لوگوں کو اس کی خوشخبری ہم نہ دے دیں؟ آپ نے فرمایا سنو جنت میں سو درجے ہیں جن میں سے ایک درجے میں اس قدر بلندی ہے جتنی زمین وآسمان میں اور یہ درجے اللہ نے انکے لیے تیار کیے ہیں جو اس کی راہ میں جہاد کریں۔ پس جب تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس طلب کرو وہ بہترین جنت ہے اور سب سے اعلیٰ ہے اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی سب نہریں جاری ہوتی ہیں' (6) مسلم کی حدیث میں ہے جو

---

(1) [سورۃ البقرۃ : آیت ۱۹۵]

(2) [حسن : تفسیر ابن ابی حاتم (۵۷۰۴/۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔]

(3) [حسن : مسند احمد (۲۸۱/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس سبب نزول کو صحیح قرار دیا ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۸٤۷۷)] اس معنی کی حدیث صحیح بخاری (٤٥١٦) میں بھی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(4) [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (۳۳٥/۲)] اس کی سند میں محمد بن حمیر راوی مجہول ہے۔[میزان (۷٤٦۰)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(5) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الامارۃ : باب ثبوت الجنة للشهيد (۱۹۰۱)]

(6) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب درجات المجاهدين في سبيل الله (۲۷۹۰)]

شخص اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر محمد ﷺ کے رسول و نبی ہونے پر راضی ہو جائے اس کے لیے جنت واجب ہے' حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اسے سن کر خوش ہو کر کہنے لگے حضور ﷺ دوبارہ ارشاد ہو آپ نے دوبارہ اسی کو بیان فرما کر کہا ایک اور عمل ہے جس کے باعث اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے سو درجے بلند کرتا ہے ایک درجے سے دوسرے درجے تک اتنی بلندی ہے جتنی زمین و آسمان میں ہے پوچھا وہ عمل کیا ہے؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد۔ [1]

ارشاد ہے جب آپ جہاد کے لیے تیار ہو جائیں گے مسلمان آپ کی تعلیم سے جہاد پر آمادہ ہو جائیں گے تو پھر اللہ کی مدد شامل حال ہوگی اللہ تعالیٰ کفر کی کمر توڑ دے گا کفار کی ہمت پست کر دے گا ان کے حوصلے ٹوٹ جائیں گے پھر کیا مجال کہ وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں' اللہ تعالیٰ سے زیادہ جنگی قوت رکھنے والا اور اس سے سخت سزا دینے والا کوئی نہیں' وہ قادر ہے کہ دنیا میں بھی انہیں مغلوب کرے اور یہیں انہیں عذاب بھی دے اسی طرح آخرت میں بھی اسی کو قدرت حاصل ہے' جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ﴾ [2] الخ' اگر اللہ چاہے ان سے از خود بدلہ لے لے' لیکن وہ ان کو اور تمہیں آزما رہا ہے۔ جو شخص کسی امر خیر میں کوشش کرے تو اسے بھی اس بھلائی کا ثواب ملے گا' اور جو اس کے خلاف کوشش کرے اور بد نتیجہ برآمد کرے اس کی کوشش اور نیت کا اس پر بھی ویسا ہی بوجھ ہوگا۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں: سفارش کرو اجر پاؤ گے اور اللہ اپنے نبی ﷺ کی زبان پر وہ جاری کرے گا جو چاہے' [3] یہ آیت ایک دوسرے کی سفارش کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے' اس مہربانی کو دیکھئے فرمایا محض شفاعت پر ہی اجر مل جائے گا خواہ اس سے کام بنے یا نہ بنے' اللہ ہر چیز کا حافظ ہے' ہر چیز پر حاضر ہے' ہر چیز کا حساب لینے والا ہے' ہر چیز پر قادر ہے' ہر چیز کو دوام بخشنے والا ہے' ہر ایک کو روزی دینے والا ہے' ہر انسان کے اعمال کا اندازہ کرنے والا ہے۔

سلام کا بہتر جواب: مسلمانو! جب تمہیں کوئی مسلمان سلام کرے تو اس کے سلام کے الفاظ سے بہتر الفاظ اس کا جواب دو' یا کم سے کم انہیں الفاظ کو دوہرا دو' پس زیادتی مستحب ہے اور برابری فرض ہے' ابن جریر میں ہے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ آپ نے فرمایا: ﴿وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ﴾ پھر دوسرا آیا اس نے کہا ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ﴾ آپ نے جواب دیا ﴿وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ﴾ پھر ایک اور صاحب آئے انہوں نے کہا ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ﴾ آپ نے جواب میں فرمایا ((وَعَلَيْكَ))

---

[1] [صحيح: صحيح مسلم: كتاب الامارة: باب بيان ما اعده الله تعالى المجاهد فى الجنة (١٨٨٤) مسند احمد (١٤/٣)]

[2] [سورة محمد: آيت ٤]

[3] [صحيح: صحيح بخارى: كتاب الزكاة: باب التحريض على الصدقة (١٤٣٢) و كتاب الادب (٦٠٢٧) صحيح مسلم: كتاب البر و الصلة: باب استحباب الشفاعة فيما ليس بحرام (٢٦٢٧) ابو داؤد: كتاب الادب: باب فى الشفاعة (٥١٣١) ترمذى: كتاب العلم: باب ماجآء أن الدال على الخير كفاعله (٢٦٧٢) نسائى (٢٥٥٨) مسند احمد (٤٠٠/٤)]

تو اس نے کہا اے اللہ کے نبی ﷺ فلاں اور فلاں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے جواب دیا کچھ زیادہ دعائیہ الفاظ کے ساتھ دیا۔ جو مجھے نہیں دیا آپ نے فرمایا تم نے ہمارے لیے کچھ باقی ہی نہ چھوڑا اللہ کا فرمان ہے جب تم پر سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا اسی کو لوٹا دو اس لیے ہم نے وہی الفاظ لوٹا دیئے۔ (١) یہ روایت ابن ابی حاتم میں بھی اسی طرح مروی ہے' اسے ابوبکر مردویہ نے بھی روایت کیا ہے مگر میں نے اسے مسند میں نہیں دیکھا واللہ اعلم۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سلام کے کلمات میں اس سے زیادتی نہیں' اگر ہوتی تو آنحضرت ﷺ اس آخری صحابی کے جواب میں وہ لفظ کہہ دیتے۔

مسند احمد میں ہے ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آئے اور ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ﴾ کہہ کر بیٹھ گئے آپ نے جواب دیا اور فرمایا دس نیکیاں ملیں' دوسرے آئے اور ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ﴾ کہہ کر بیٹھ گئے آپ نے فرمایا بیس نیکیاں ملیں' پھر تیسرے صاحب آئے انہوں نے کہا: ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ﴾ آپ نے فرمایا تیس نیکیاں ملیں۔ (٢) امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کو عام لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خلق اللہ میں سے جو کوئی سلام کرے اسے جواب دو گو وہ مجوسی ہو' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سلام کا اس سے بہتر جواب دینا تو مسلمانوں کے لیے ہے اور اسی کو لوٹا دینا اہل ذمہ کے لیے ہے۔ لیکن اس تفسیر میں ذرا اختلاف ہے جیسے کہ اوپر کی حدیث میں گذر چکا ہے مراد یہ ہے کہ اس کے سلام سے اچھا جواب دیں اور اگر مسلمان سلام کے سبھی الفاظ کہہ دے تو پھر جواب دینے والا انہی کو لوٹا دے' ذمی لوگوں کو خود سلام کی ابتداء کرنا تو ٹھیک نہیں اور وہ خود کریں تو جواب میں اتنے ہی الفاظ کہہ دے' بخاری ومسلم میں ہے جب کوئی یہودی تمہیں سلام کرے تو خیال رکھو یہ کہہ دیتے ہیں ﴿اَلسَّامُ عَلَيْكَ﴾ تو تم کہہ دو ﴿وَعَلَيْكَ﴾ (٣) صحیح مسلم میں ہے یہود ونصاریٰ کو تم پہلے سلام نہ کرو اور جب راستے میں مڈبھیڑ ہو جائے تو انہیں تنگی کی طرف مضطر کرو۔ (٤) امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں سلام نفل ہے اور جواب سلام فرض ہے اور علماء کرام کا

---

(١) [ضعيف : تفسير ابن جرير الطبري (١٠٠٥٠) تفسير ابن ابی حاتم (٥٧٢٦/٣) طبرانی کبير (٦١١٤)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعيفة (٥٤٣٣)]

(٢) [صحيح : ابوداؤد : كتاب الادب : باب كيف السلام (٥١٩٥) ترمذی : كتاب الاستيئذان : باب ماذكر فی فضل السلام (٢٦٨٩) مسند احمد (٤٣٩/٤) نسائی فی السنن الكبری (١٠١٦٩) بيهقی فی شعب الايمان (٨٨٧٠/٦)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[التعليق الرغيب (٢٦٨/٣)]

(٣) [صحيح : صحيح بخاری : كتاب الاستيئذان : باب كيف الرد علی اهل الزمة بالسلام (٦٢٥٧) صحيح مسلم : كتاب السلام : باب النهی عن ابتداء اهل الكتاب بالسلام (٢١٦٤) ترمذی : كتاب السير : باب ماجاء فی التسليم علی اهل الكتاب (١٦٠٣) ابوداؤد : كتاب الادب : باب فی السلام علی اهل الزمة (٥٢٠٦) مسند احمد (١٩/٢)]

(٤) [صحيح : صحيح مسلم : كتاب السلام : باب النهی عن ابتداء اهل الكتاب بالسلام (٢١٦٧) ترمذی : كتاب السير : باب ماجاء فی التسليم علی اهل الكتاب (١٦٠٢) ابوداؤد : كتاب الادب : باب فی السلام علی اهل الزمة (٥٢٠٥) مسند احمد (٢٦٦/٢)]

فرمان بھی یہی ہے‘ پس اگر جواب نہ دے گا تو گنہگار ہوگا اس لیے کہ جواب سلام اللہ کا حکم ہے‘ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی توحید بیان فرماتا ہے اور الوہیت اور اپنا یکتا ہونا ظاہر کرتا ہے اور اس میں ضمنی مضامین بھی ہیں‘ اسی لیے دوسرے جملے کو لام سے شروع کیا جو قسم کے جواب میں آتا ہے‘ تو اگلا جملہ خبر ہے اور قسم بھی ہے کہ وہ عنقریب تمام مقدم و موخر کو میدان محشر میں جمع کرے گا اور وہاں ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا‘ اس اللہ سمیع بصیر سے زیادہ سچی بات والا اور کوئی نہیں‘ اس کی خبر اس کا وعدہ اس کی وعید سب سچ ہے‘ وہی معبود برحق ہے‘ اس کے سوا کوئی مربی نہیں۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ
تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿٨٨﴾ وَدُّوْا لَوْ
تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاۗءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَلَا
تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٨٩﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ
مِّيْثَاقٌ اَوْ جَاۗءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ
وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا
اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿٩٠﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ
يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا
فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ
وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿٩١﴾ ع ٩

تمہیں کیا ہوگیا؟ کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو انہیں تو ان کے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اوندھا کر دیا ہے‘ اب کیا تم یہ منصوبے باندھ رہے ہو کہ اللہ کے گمراہ کئے ہوؤں کو تم راہ راست پر لا کھڑا کرو‘ جسے اللہ راہ بھلا دے تو ہرگز اس کے لیے کوئی راہ نہ پائے گا○ ان کی تو چاہت ہے کہ جس طرح کے کافر وہ ہیں تم بھی ان کی طرح کفر کرنے لگو اور پھر سب یکساں ہو جاؤ پس جب تک یہ اسلام کی خاطر وطن نہ چھوڑیں ان میں سے کسی کو حقیقی دوست نہ بناؤ‘ پس اگر یہ منہ پھیر لیں تو انہیں پکڑو اور قتل کرو جہاں بھی یہ ہاتھ لگ جائیں خبردار ان میں سے کسی کو اپنا رفیق اور مددگار نہ سمجھ بیٹھنا○ سوائے ان کے جو اس قوم سے تعلق رکھتے ہوں جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے یا جو تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تم سے جنگ کرنے سے بھی تنگ دل ہیں اور اپنی قوم سے بھی جنگ کرنے سے تنگ دل ہیں‘ اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا اور وہ تم سے یقیناً جنگ کرتے‘ پس اگر یہ لوگ تم سے یکسوئی اختیار کریں اور تم سے لڑائی نہ کریں اور تمہاری جانب صلح کا پیغام ڈالیں تو اللہ نے تمہارے لیے ان پر کوئی راہ لڑائی کی نہیں کی○ تم کچھ اور لوگوں کو ایسا بھی پاؤ گے جن کی (بظاہر) چاہت ہے کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں‘ (لیکن) جب کبھی فتنہ انگیزی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تو اوندھے منہ

اس میں ڈال دیئے جاتے ہیں پس اگر یہ لوگ تم سے کنارہ کشی نہ کریں اور تم سے صلح کی سلسلہ جنبانی نہ کریں اور اپنے ہاتھ نہ روک لیں تو انہیں پکڑو اور مارو جہاں کہیں بھی پا لو یہی وہ ہیں جن پر ہم نے تمہیں ظاہر حجت عنایت فرمائی ہے ○

منافقین کا کردار: اس میں اختلاف ہے کہ منافقوں کے کس معاملہ میں مسلمانوں کے درمیان دو قسم کے خیالات داخل ہوئے تھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میدان احد میں تشریف لے گئے تب آپ کے ساتھ منافق بھی تھے جو جنگ سے پہلے ہی واپس لوٹ آئے تھے ان کے بارے میں بعض مسلمان تو کہتے تھے کہ انہیں قتل کر دینا چاہیے اور بعض کہتے تھے نہیں یہ بھی ایماندار ہیں اس پر یہ آیت اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شہر طیبہ ہے جو خود بخود میل کچیل کو اس طرح دور کر دے گا جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو چھانٹ دیتی ہے۔ (1) (بخاری و مسلم) ابن اسحاق میں ہے کہ کل لشکر جنگ احد میں ایک ہزار کا تھا عبداللہ بن ابی ابن سلول تین سو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر واپس لوٹ آیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پھر سات سو ہی رہ گئے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مکہ میں کچھ لوگ تھے جو کلمہ گو تو تھے لیکن مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی مدد کرتے تھے یہ اپنی کسی ضروری حاجت کے لیے مکہ سے نکلے انہیں یقین تھا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی کیونکہ بظاہر کلمہ کے قائل تھے ادھر جب مدنی مسلمانوں کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے بعض کہنے لگے ان نامرادوں سے پہلے جہاد کرو یہ ہمارے دشمنوں کے طرف دار ہیں اور بعض نے کہا سبحان اللہ جو لوگ تم جیسا کلمہ پڑھتے ہیں تم ان سے لڑو گے؟ صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے ہجرت نہیں کی اور اپنے گھر نہیں چھوڑے ہم کس طرح ان کے خون اور ان کے مال اپنے اوپر حلال کر سکتے ہیں؟ ان کا یہ اختلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا آپ خاموش تھے جو یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن ابی حاتم) (2)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے لڑکے فرماتے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگائی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کوئی ہے جو مجھے عبداللہ بن ابی کی ایذاء سے بچائے اس پر اوس و خزرج کے درمیان جو اختلاف ہوا اس کی بابت یہ آیت نازل ہوئی ہے لیکن یہ قول غریب ہے ان کے سوا اور اقوال بھی ہیں۔ اللہ نے انہیں ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ ان کی ہدایت کی کوئی راہ نہیں۔ یہ تو چاہتے ہیں کہ سچے مسلمان بھی ان جیسے گمراہ ہو جائیں ان کے دلوں میں اس قدر عداوت ہے۔ تو تمہیں ممانعت کی جاتی ہے کہ جب تک یہ ہجرت نہ کریں انہیں اپنا نہ سمجھو یہ خیال نہ کرو کہ یہ تمہارے دوست اور مددگار ہیں بلکہ یہ خود اس لائق ہیں کہ ان سے باقاعدہ جہاد کیا جائے۔ پھر ان میں سے ان حضرات کا استثناء کیا جاتا ہے جو کسی ایسی قوم کی پناہ میں چلے

---

(1) [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب فضائل المدینة: باب المدینة تنفی الخبث (١٨٨٤) و کتاب المغازی (٤٠٥٠) صحیح مسلم: کتاب الحج: باب المدینة تنفی خبثها (١٣٨٢) و کتاب صفات المنافقین: باب صفات المنافقین (٢٧٧٦) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورة النسآء (٣٠٢٨) مسند احمد (١٨٤/٥)]

(2) [تفسیر ابن جریر الطبری (٩/١٠)]

جائیں جس سے مسلمانوں کا عہد و پیمان صلح وسلوک ہو تو ان کا حکم بھی وہی ہوگا جو معاہدہ والی قوم کا ہے' سراقہ بن مالک مدلجی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب جنگ بدر اور جنگ احد میں مسلمان غالب آئے اور آس پاس کے لوگوں میں اسلام کی بخوبی اشاعت ہوگئی تو مجھے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دے کر میری قوم بنو مدلج کی گوشمالی کے لیے روانہ فرمائیں تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں آپ کو احسان یاد دلاتا ہوں لوگوں نے مجھ سے کہا خاموش رہ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کہنے دو' کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ میری قوم کی طرف لشکر بھیجنے والے ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ ان سے صلح کر لیں اس بات پر کہ اگر قریش اسلام لائیں تو وہ بھی مسلمان ہو جائیں گے اور اگر وہ اسلام نہ لائیں تو ان پر بھی آپ چڑھائی نہ کریں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا ان کے ساتھ جاؤ اور ان کے کہنے کے مطابق ان کی قوم سے صلح کر آؤ' پس اس بات پر صلح ہوگئی کہ وہ دشمنان دین کی کسی قسم کی مدد نہ کریں اور اگر قریش اسلام لائیں تو یہ بھی مسلمان ہو جائیں پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کفر کرو جیسے وہ کفر کرتے ہیں پھر تم اور وہ برابر ہو جاؤ پس ان میں سے کسی کو دوست نہ جانو' (1) یہی روایت ابن مردویہ میں ہے اور ان میں ہی آیت ﴿إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ﴾ الخ' نازل ہوئی۔ پس جو بھی ان سے مل جاتا وہ انہی کی طرح پر امن رہتا۔ کلام کے الفاظ سے زیادہ مناسبت اسی کو ہے۔

صحیح بخاری شریف میں صلح حدیبیہ کے قصے میں ہے کہ پھر جو چاہتا ہے کہ کفار کی جماعت میں داخل ہو جاتا اور امن پالیتا اور جو چاہتا مدنی مسلمانوں سے ملتا اور عہد نامہ کی وجہ سے مامون ہو جاتا' (2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس حکم کو پھر اس آیت نے منسوخ کر دیا کہ ﴿فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ﴾ (3) الخ' یعنی جب حرمت والے مہینے گذر جائیں تو مشرکین سے جہاد کرو جہاں کہیں انہیں پاؤ۔ ایک دوسری جماعت کا ذکر ہو رہا ہے جسے مستثنیٰ کیا ہے جو میدان میں لائے جاتے ہیں لیکن یہ بیچارے بے بس ہوتے ہیں وہ نہ تو تم سے لڑنا چاہتے ہیں نہ تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑنا پسند کرتے ہیں بلکہ وہ ایسے بیچ کے لوگ ہیں جو نہ تمہارے دشمن کہے جا سکتے ہیں نہ دوست۔ یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ اس نے ان لوگوں کو تم پر مسلط نہیں کیا اگر وہ چاہتا تو انہیں زور و طاقت دیتا اور ان کے دل میں ڈال دیتا کہ وہ تم سے لڑیں۔ پس اگر یہ تمہاری لڑائی سے باز رہیں اور صلح و صفائی سے یکسو ہو جائیں تو تمہیں بھی ان سے لڑنے کی اجازت نہیں' اسی قسم کے لوگ تھے جو بدر والے دن بنو ہاشم کے قبیلے میں سے مشرکین کے ساتھ آئے تھے جو دل سے اسے ناپسند رکھتے تھے

---

(1) [ضعیف: تفسیر ابن ابی حاتم (۵۷۵۰/۳) ابن ابی شیبة (۴۵۸/۸)] یہ روایت حسن اور سراقہ کے مابین انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

(2) [صحیح: صحیح بخاری : کتاب الشروط : باب الشروط فی الجهاد (۲۷۳۱)]

(3) [سورۃ التوبۃ: آیت ۵]

جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ، یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قتل کو منع فرما دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ انہیں زندہ گرفتار کر دیا جائے۔ پھر ایک اور گروہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو بظاہر تو اوپر والوں جیسا ہے لیکن دراصل نیت میں بہت کھوٹ ہے یہ لوگ منافق ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اسلام ظاہر کر کے اپنے جان مال مسلمانوں سے محفوظ کرا لیتے ہیں ادھر کفار میں مل کر ان کے معبودان باطل کی پرستش کر کے ان میں سے ہونا ظاہر کر کے ان سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں تاکہ ان کے ہاتھوں سے بھی امن میں رہیں، دراصل یہ لوگ کافر ہیں، جیسے اور جگہ ہے اپنے شیاطین کے پاس تنہائی میں جا کر کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں، یہاں بھی فرماتا ہے کہ جب کبھی فتنہ انگیزی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تو جی کھول کر پوری سرگرمی سے اس میں حصہ لیتے ہیں جیسے کوئی اوندھے منہ گرا ہوا ہو۔ "فتنہ" سے مراد یہاں شرک ہے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ لوگ بھی مکہ والے تھے یہاں آ کر بطور ریاکاری کے اسلام قبول کرتے تھے وہاں جا کر ان کے بت پوجتے تھے تو مسلمانوں کو فرمایا جاتا ہے کہ اگر یہ اپنی دوغلی روش سے باز نہ آئیں ایذا رسانی سے ہاتھ نہ روکیں صلح نہ کریں تو انہیں امن وامان نہ دو ان سے بھی جہاد کرو انہیں بھی قیدی بناؤ اور جہاں پاؤ قتل کر دو، بے شک ان پر ہم نے تمہیں ظاہر غلبہ اور کھلی حجت عطا فرمائی ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٩٢﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿٩٣﴾

کسی مومن کو دوسرے مومن کا قتل کر دینا زیبا نہیں مگر غلطی سے ہو جائے (تو اور بات ہے)، جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد مار ڈالے اس پر ایک مسلمان غلام کی گردن کی آزادگی ہے اور مقتول کے عزیزوں کو خون بہا پہنچانا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ بطور صدقہ کے معاف کر دیں، اور اگر مقتول تمہاری دشمن قوم کا ہو اور ہو وہ مسلمان تو صرف ایک مومن غلام کی گردن آزاد کرنی لازم ہے، اور اگر مقتول اس قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہے تو خون بہا لازم ہے جو اس کے کنبے والوں کو پہنچایا جائے اور ایک مسلمان غلام کی آزادگی، پس جو نہ پائے اس کے ذمے دو مہینے کے لگاتار روزے ہیں اللہ سے بخشوانے کے لئے، اور اللہ بخوبی جاننے والا اور حکمت والا ہے ○ اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس پر اللہ کا غضب ہے اسے اللہ نے لعنت کی ہے اور اس کیلئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے ○

قصاص ودیت کے مسائل اور قتل خطا: ارشاد ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کو لائق نہیں کہ کسی حال میں اپنے مسلمان

بھائی کا خون ناحق کرے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے رسول ﷺ فرماتے ہیں کسی مسلمان کا جو اللہ کی ایک ہونے کی اور میرے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہو خون بہانا حلال نہیں۔ مگر تین حالتوں میں ایک تو یہ کہ اس نے کسی کو قتل کر دیا ہو' دوسرے شادی شدہ ہو کر زنا کیا ہو' تیسرے دین اسلام چھوڑ دینے والا جماعت سے علیحدہ ہونے والا۔ (۱) پھر یہ بھی یاد رہے کہ جب ان تینوں کاموں میں سے کوئی کام کسی سے واقع ہو جائے تو رعایا میں سے کسی کو اس کے قتل کا اختیار نہیں البتہ امام یا نائب امام کو بہ عہدہ قضا کا حق ہے' اس کے بعد استثناء منقطع ہے' عرب شاعروں کے کلام میں بھی اس قسم کے استثناء بہت سے ملتے ہیں' اس آیت کے شان نزول میں ایک قول تو یہ مروی ہے کہ عیاش بن ابی ربیعہ جو ابو جہل کا ماں کی طرف سے بھائی تھا جس ماں کا نام اسماء بنت مخرمہ تھا اس کے بارے میں اتری ہے اس نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا جسے وہ اسلام لانے کی وجہ سے سزائیں دے رہا تھا یہاں تک کہ اس کی جان لے لی' ان کا نام حارث بن یزید غامدی تھا' حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ کانٹا رہ گیا اور انہوں نے ٹھان لی کہ موقعہ پا کر اسے قتل کر دوں گا اللہ تعالیٰ نے کچھ دنوں بعد قاتل کو بھی اسلام کی ہدایت دی وہ مسلمان ہو گئے اور ہجرت بھی کر لی لیکن حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم نہ تھا' فتح مکہ والے دن یہ ان کی نظر پڑے یہ جان کر کہ یہ اب تک کفر پر ہیں ان پر اچانک حملہ کر دیا اور قتل کر دیا اس پر یہ آیت اتری' (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جبکہ انہوں نے ایک شخص کافر پر حملہ کیا تلوار سونتی ہی تھی تو اس نے کلمہ پڑھ لیا لیکن ان کی تلوار چل گئی اور اسے قتل کر ڈالا' جب حضور ﷺ سے یہ واقعہ بیان ہوا تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ عذر بیان کیا کہ اس نے صرف جان بچانے کی غرض سے یہ کلمہ پڑھا تھا' آپ ناراض ہو کر فرمانے لگے کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ (۳) یہ واقعہ صحیح حدیث میں بھی ہے لیکن وہاں نام دوسرے صحابی کا ہے' پھر قتل خطا کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس میں دو چیزیں واجب ہیں ایک تو غلام آزاد کرنا دوسرے دیت دینا' اس غلام کے لیے بھی شرط ہے کہ وہ ایماندار ہو' کافر کو آزاد کرنا کافی نہ ہوگا چھوٹا نابالغ بچہ بھی کافی نہ ہوگا جب تک کہ وہ اپنے ارادے سے ایمان کا قصد کرنے والا اور اتنی عمر کا نہ ہو' امام ابن جریر رحمہ اللہ کا مختار قول یہ ہے کہ اگر اس کے ماں باپ دونوں مسلمان ہوں تو جائز ہے ورنہ نہیں' جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان ہونا شرط ہے چھوٹے بڑے کی کوئی قید نہیں۔

ایک انصاری رضی اللہ عنہ سیاہ فام لونڈی کو لے کر حاضر حضور ﷺ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں میرے ذمے ایک مسلمان گردن کا آزاد کرنا ہے اگر یہ مسلمان ہو تو میں اسے آزاد کر دوں' آپ نے اس لونڈی سے پوچھا کیا تو گواہی دیتی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے کہا ہاں' آپ نے فرمایا اس بات کی بھی گواہی دیتی ہے کہ میں اللہ کا

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الدیات : باب قول اللّٰہ تعالی ان النفس بالنفس والعین بالعین (٦٨٧٨) صحیح مسلم : کتاب القسامۃ : باب مایباح بہ دم المسلم (١٦٧٦) نسائی (٤٠٢١) ابن ماجہ (٢٥٣٤) ابوداؤد (٤٣٥٢) ترمذی (١٤٠٢) مسند احمد (١/٤٤٤)]

(۲) [تفسیر ابن جریر الطبری (٩/٣٢)]

(۳) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (١٠٠٩٩) اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید راوی ضعیف ہے۔]

رسول ہوں؟ اس نے کہا ہاں' فرمایا کیا مرنے کے بعد جی اٹھنے کی بھی تو قائل ہے؟ اس نے کہا ہاں' آپ نے فرمایا اسے آزاد کر دو'(1) اس کی اسناد صحیح ہیں اور صحابی کون تھے؟ اس کا مخفی رہنا سند میں مضر نہیں' یہ روایت حدیث کی اور بہت سی کتابوں میں اس طرح ہے کہ آپ نے اس سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمانوں میں' دریافت کیا میں کون ہوں؟ جواب دیا آپ رسول اللہ ﷺ ہیں' آپ نے فرمایا اسے آزاد کر دو۔ یہ ایماندار ہے(2) پس ایک تو گردن آزاد کرنا واجب ہے دوسرے خوں بہا دینا جو مقتول کے گھر والوں کو سونپ دیا جائے گا یہ ان کے مقتول کا عوض ہے یہ دیت سو اونٹ ہے پانچ قسموں کے' بیس تو دوسری سال کی عمر کی اونٹنیاں اور بیس اسی عمر کے اونٹ اور بیس تیسرے سال میں لگی ہوئی اونٹنیاں اور بیس پانچویں سال میں لگی ہوئی اور بیس چوتھے سال میں لگی ہوئی یہی فیصلہ قتل خطا کے خون بہا کا رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے ملاحظہ ہو سنن و مسند احمد۔(3) یہ حدیث بہ روایت حضرت عبداللہ موقوف بھی مروی ہے'(4)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت سے بھی یہی منقول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے یہ دیت چار چوتھائیوں میں بٹی ہوئی ہے' یہ خون بہا قاتل کے عاقلہ اور اس کے عصبہ یعنی وارثوں کے بعد کے قریبی رشتہ داروں پر ہے' اس کے اپنے مال پر نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے خیال میں اس امر میں کوئی بھی مخالف نہیں کہ حضور ﷺ نے دیت کا فیصلہ انہی لوگوں پر کیا ہے اور یہ حدیث خاصہ میں کثرت سے مذکور ہے' امام صاحب جن احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ بہت سی ہیں' بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہذیل قبیلہ کی دو عورتیں آپس میں لڑیں ایک نے دوسرے کو پتھر مارا وہ حاملہ تھی بچہ بھی ضائع ہو گیا اور وہ بھی مر گئی قصہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اس بچہ کے عوض تو ایک لونڈی یا غلام دے اور عورت مقتولہ کے بدلے دیت اور وہ دیت قاتلہ عورت کے حقیقی وارثوں کے بعد کے رشتے داروں کے ذمے ہے'(5) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو قتل عمد خطا سے ہو وہ بھی حکم میں خطاء محض کے ہے' یعنی دیت کے اعتبار سے ہاں اس میں تقسیم ثلث پر ہو گی' تین

---

(1) [صحیح: مسند احمد (۳/۴۵۲)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۱۵۷۴۳)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (۴/۲۴۴)]

(2) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب تحریم الکلام فی الصلاة (۵۳۷) ابوداؤد: کتاب الصلاة: باب تشمیت العاطس فی الصلاة (۹۳۰) مسند احمد (۵/۴۴۷)]

(3) [ضعیف: ابوداؤد: کتاب الدیات: باب الدیة کم ھی (۴۵۴۵) ترمذی: کتاب الدیات: باب ماجاء فی الدیة کم ھی من الابل (۱۳۸۶) نسائی: کتاب القسامة: باب ذکر اسنان دیة الخطا (۴۸۰۶) ابن ماجه: کتاب الدیات: باب دیة الخطا (۲۶۳۱) مسند احمد (۱/۴۵۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعیفة (۴۰۲۰)] اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ راوی ضعیف ہے۔]

(4) [موقوف: بیھقی (۸/۴۷)]

(5) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الدیات: باب جنین المرأة (۶۹۱۰) صحیح مسلم: کتاب القسامة: باب دیة الجنین (۱۶۸۱-۴۸۲۱) نسائی: کتاب القسامة: باب دیة جنین المرأة (۴۷۳۳) ابوداؤد: کتاب الدیات: باب دیة الجنین (۴۵۷۶) مسند احمد (۲/۵۳۶)]

حصے ہوں گے کیونکہ اس میں شباہت عمد یعنی بالقصد بھی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے بنو جذیمہ کی جنگ کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر پر سردار بنا کر بھیجا انہوں نے جا کر انہیں دعوت اسلام دی انہوں نے دعوت تو قبول کر لی لیکن بوجہ لاعلمی بجائے ((اَسْلَمْنَا)) یعنی ہم مسلمان ہوئے کے ((صبانا)) کہا یعنی ہم بے دین ہوئے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر جناب باری میں عرض کی یا اللہ خالد کے اس فعل سے میں اپنی بیزاری اور برات تیرے سامنے ظاہر کرتا ہوں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں بھیجا کہ جاؤ ان کے مقتولین کی دیت چکا آؤ اور جو ان کا مالی نقصان ہوا ہو اسے بھی کوڑی کوڑی چکا آؤ" [1] اس سے ثابت ہوا کہ امام یا نائب امام کی خطا کا بوجھ بیت المال پر ہوگا۔

پھر فرمایا ہے کہ خون بہا جو واجب ہے اگر اولیاء مقتول از خود اس سے دست بردار ہو جائیں تو انہیں اختیار ہے وہ بطور صدقہ کے اسے معاف کر سکتے ہیں۔ پھر فرمان ہے کہ اگر مقتول مسلمان ہو لیکن اس کے اولیاء حربی کافر ہوں تو قاتل پر دیت نہیں، قاتل پر اس صورت میں صرف آزادگی گردن ہے اور اگر اس کے ولی وارث اس قوم میں سے ہوں جن سے تمہاری صلح اور عہد و پیمان ہے تو دیت دینی پڑے گی اگر مقتول مومن تھا تو کامل خوں بہا اور اگر مقتول کافر تھا تو بعض کے نزدیک تو پوری دیت ہے بعض کے نزدیک آدھی بعض کے نزدیک تہائی، تفصیل کتب احکام میں ملاحظہ ہو اور قاتل پر مومن بردے کو آزاد کرنا بھی لازم ہے اگر کسی کو اس کی طاقت بوجہ مفلسی کے نہ ہو تو اس کے ذمے دو مہینے کے روزے ہیں جو لگاتار پے در پے رکھنے ہوں گے اگر کسی شرعی عذر مثلاً بیماری یا حیض یا نفاس کے بغیر کوئی روزہ بیچ میں سے چھوڑ دیا تو پھر نئے سرے سے روزے شروع کرنے پڑیں گے، سفر کے بارے میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ یہ بھی شرعی عذر ہے دوسرے یہ کہ یہ عذر نہیں۔ پھر فرماتا ہے قتل خطا کی توبہ کی یہ صورت ہے کہ غلام آزاد نہیں کر سکتا تو روزے رکھ لے اور جسے روزوں کی بھی طاقت نہ ہو وہ مسکینوں کو کھلا سکتا ہے یا نہیں؟ تو ایک قول تو یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے جیسے کہ ظہار کے کفارے میں ہے، وہاں صاف بیان فرما دیا یہاں اس لیے بیان نہیں کیا گیا کہ یہ ڈرانے اور خوف دلانے کا مقام ہے آسانی کی صورت اگر بیان کر دی جاتی تو ہیبت و عظمت اتنی باقی نہ رہتی، دوسرا قول یہ ہے کہ روزے کے نیچے کچھ نہیں اگر ہوتا تو بیان کے ساتھ ہی بیان کر دیا جاتا، حاجب کے وقت سے بیان کو موخر کرنا ٹھیک نہیں (یہ بظاہر قول ثانی ہی صحیح معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔ مترجم) اللہ علیم و حکیم ہے، اس کی تفسیر کئی مرتبہ گذر چکی ہے۔

قتل عمد: قتل خطا کے بعد اب قتل عمداً کا بیان ہو رہا ہے، اس کی سختی برائی اور انتہائی تاکید والی ڈراؤنی وعید فرمائی جا رہی ہے یہ وہ گناہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے شرک کے ساتھ ملا دیا ہے فرماتا ہے ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ [2] الخ، یعنی مسلمان بندے وہ ہیں جو

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب بعث النبی خالد ابن ولید (۴۳۳۹، ۷۱۸۹) مسند احمد (۲/۱۵۰۔ ۱۵۱)]

[2] [سورۃ الفرقان: آیت ۶۸]

اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود ٹھہرا کر نہیں پکارتے اور نہ وہ کسی شخص کو ناحق قتل کرتے ہیں' دوسری جگہ فرمان ہے ﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ﴾ [1] الخ' یہاں بھی اللہ کے حرام کیے ہوئے کاموں کا ذکر کرتے ہوئے شرک کا اور قتل کا ذکر فرمایا ہے اور بھی اس مضمون کی آیتیں بہت سی ہیں اور حدیث بھی اس باب میں بہت سی منقول ہوئی ہیں' بخاری و مسلم میں ہے کہ سب سے پہلے خون کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا" [2] ابوداؤد میں ہے ایماندار نیکیوں اور بھلائیوں میں بڑھتا رہتا ہے جب تک کہ خون ناحق نہ کرے اگر ایسا کرلیا تو تباہ ہو جاتا ہے" [3] دوسری حدیث میں ہے ساری دنیا کا زوال اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل سے کم درجے کا ہے [4] اور حدیث میں ہے اگر تمام روئے زمین کے اور آسمان کے لوگ کسی ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے" [5] اور حدیث میں ہے جس شخص نے کسی مسلمان کے قتل میں آدھے کلمے سے بھی اعانت کی وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس حالت میں آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوا ہوگا کہ یہ شخص اللہ کی رحمت سے محروم ہے۔ [6]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تو قول ہے کہ جس نے مومن کو قصداً قتل کیا اس کی توبہ قبول ہی نہیں' اہل کوفہ جب اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں تو ابن جبیر رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر دریافت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں یہ آخری آیت ہے جسے کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا" [7] اور آپ فرماتے ہیں کہ دوسری آیت ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ﴾ الخ' جس میں توبہ کا ذکر ہے کہ وہ اہل شرک کے بارے میں نازل ہوئی ہے' پس جبکہ کسی شخص نے اسلام کی حالت میں کسی مسلمان کو غیر شرعی وجہ سے قتل کیا اس کی سزا جہنم ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی' حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے جب یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان ہوا تو فرمانے لگے مگر جو نادم ہو' سالم بن ابوالجعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں'

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۱۵۱]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب القصاص یوم القیامۃ (۶۵۳۳) صحیح مسلم : کتاب القسامۃ : باب المجازۃ بالدماء فی الآخرۃ (۱۶۷۹)]

[3] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الفتن : باب فی تعظیم قتل المؤمن (۴۲۷۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود ، السلسلۃ الصحیحۃ (۵۱۱)] مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح : ترمذی : کتاب الدیات : باب ماجاء فی تشدید قتل المؤمن (۱۳۹۵) نسائی : کتاب التحریم : باب تعظیم الدم (۳۹۹۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[غایۃ المرام (۴۳۹)] شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[5] [صحیح : ترمذی : کتاب الدیات : باب الحکم فی الدماء (۱۳۹۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی ، التعلیق الترغیب (۲۰۲/۳)]

[6] [ضعیف جدا : ابن ماجہ : کتاب الدیات : باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلما (۲۶۲۰)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔[۱۰۴/۳] شیخ البانیؒ اسے ضعیف کہتے ہیں ۔[السلسلۃ الضعیفۃ (۵۰۳)]

[7] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب ومن یقتل مومن متعمدا (۴۵۹۰) صحیح مسلم : کتاب التفسیر : باب فی تفسیر آیات متفرقۃ (۳۰۲۳)]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب نابینا ہو گئے تھے ایک مرتبہ ہم ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو ایک شخص آیا اور آپ کو آواز دے کر پوچھا کہ اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر مار ڈالا آپ نے فرمایا اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اللہ کا اس پر غضب ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور اس کے لیے عذاب عظیم تیار ہے‘ اس نے پھر پوچھا اگر وہ توبہ کرے نیک عمل کرے اور ہدایت پر جم جائے تو؟ فرمانے لگے اس کی ماں اسے روئے اسے توبہ اور ہدایت کہاں؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میرا نفس ہے میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس کی ماں اسے روئے جس نے مومن کو جان بوجھ کر مار ڈالا ہے وہ قیامت کے دن اسے دائیں یا بائیں ہاتھ سے تھامے ہوئے رحمان کے عرش کے سامنے آئے گا اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا اور اللہ سے کہے گا کہ اے اللہ اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا؟ اس اللہ عظیم کی قسم جس کے ہاتھ میں عبداللہ کی جان ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اسے منسوخ کرنے والی کوئی آیت نہیں اتری‘ [1] اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی وحی اترے گی [2] حضرت زید بن ثابت‘ حضرت ابوہریرہ‘ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن‘ عبید بن عمیر‘ حسن‘ قتادہ‘ ضحاک رحمہم اللہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خیال کے ساتھ ہیں۔ ابن مردویہ میں ہے کہ مقتول اپنے قاتل کو پکڑ کر قیامت کے دن اللہ کے سامنے لائے گا دوسرے ہاتھ سے اپنا سر اٹھائے ہوئے ہوگا اور کہے گا میرے رب اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا؟ قاتل کہے گا پروردگار اس لیے کہ تیری عزت ہو اللہ فرمائے گا پس یہ میری راہ میں ہے۔ دوسرا مقتول بھی اپنے قاتل کو پکڑے ہوئے لائے گا اور یہی کہے گا‘ قاتل جواباً کہے گا اس لیے کہ فلاں کی عزت ہو اللہ فرمائے گا قاتل کا گناہ اس نے اپنے سر لے لیا پھر اسے آگ میں جھونک دیا جائے گا جس گڑھے میں ستر سال تک تو نیچے ہی چلا جائے گا۔ [3]

مسند احمد میں ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دے‘ لیکن ایک تو وہ شخص جو کفر کی حالت میں مرا دوسرا وہ جو کسی مومن کا قصداً قاتل بنا۔ [4] ابن مردویہ میں بھی ایسی ہی حدیث ہے اور وہ بالکل غریب ہے‘ [5] محفوظ وہ حدیث ہے جو بحوالہ مسند بیان ہوئی۔ ابن مردویہ میں اور حدیث ہے کہ جان بوجھ کر ایماندار کو مار ڈالنے والا کافر

---

[1] [صحیح بالشواهد: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰۱۹۳) صحیح بخاری (۴۷۶۶) صحیح مسلم (۱۸)، (۳۰۲۳) نسائی (۸۶/۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

[2] [صحیح: نسائی: کتاب المحاربة: باب تعظیم الدم (۴۰۱۰) ابن ماجه (۲۶۲۱) مسند احمد (۲۴/۱)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح نسائی، الصحیحة (۲۶۹۷)]

[3] [صحیح: نسائی: کتاب المحاربة: باب تحریم الدم (۳۹۸۹) ابو نعیم فی الحلیة (۱۴۷/۴) مسند احمد (۹۹/۴)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (۲۶۹۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

[4] [صحیح: مسند احمد (۹۹/۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۶۹۰۷)]

[5] [صحیح: ابوداود (۴۲۷۰) مستدرک حاکم (۳۵۱/۴)]

ہے۔ (1) یہ حدیث منکر ہے اور اس کی اسناد میں بہت کلام ہے۔ حمید کہتے ہیں میرے پاس ابوالعالیہ آئے میرے ایک دوست بھی اس وقت میرے پاس تھے ہم سے کہنے لگے تم دونوں مجھ سے کم عمر اور زیادہ یادداشت والے ہو آؤ میرے ساتھ بشر بن عاصم کے پاس چلو جب وہاں پہنچے تو حضرت بشر رحمۃ اللہ سے فرمایا انہیں بھی وہ حدیث سنادو انہوں نے سنانی شروع کی کہ عقبہ بن مالک لیثی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا اس نے ایک قوم پر چھاپہ مارا وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے ان کے ساتھ ایک شخص بھاگا جا رہا تھا اس کے پیچھے ایک لشکری بھاگا جب اس کے قریب ننگی تلوار لیے پہنچ گیا تو اس نے کہا میں تو مسلمان ہوں۔ اس نے کچھ خیال نہ کیا تلوار چلادی۔ اس واقعہ کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی تو آپ بہت ناراض ہوئے اور سخت سست کہا یہ خبر اس شخص کو بھی پہنچی۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اس قاتل نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم اس نے تو یہ بات محض قتل سے بچنے کے لیے کہی تھی آپ نے اس کی طرف سے نگاہ پھیر لی اور خطبہ سناتے رہے اس نے دوبارہ کہا آپ نے پھر منہ موڑ لیا' اس سے صبر نہ ہو سکا' تیسری بار کہا تو آپ نے اس کی طرف توجہ کی اور ناراضگی آپ کے چہرے سے ٹپک رہی تھی' فرمانے لگے مومن کے قاتل کی کوئی بھی معذرت قبول کرنے سے اللہ تعالیٰ انکار کرتے ہیں تین بار یہی فرمایا یہ روایت نسائی میں بھی ہے (2) پس ایک مذہب تو یہ ہوا کہ قاتل مومن کی توبہ نہیں دوسرا مذہب یہ ہے کہ توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے جمہور سلف وخلف کا یہی مذہب ہے کہ اگر اس نے توبہ کی اللہ کی طرف رجوع کیا خشوع خضوع میں لگا رہا نیک اعمال کرنے لگ گیا تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلے گا اور مقتول کو اپنے پاس سے عوض دے کر اسے راضی کرلے گا اللہ فرماتا ہے ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ﴾ (3) الخ' یہ خبر ہے اور خبر میں نسخ کا احتمال نہیں اور اس آیت کو مشرکوں کے بارے میں اور اس آیت کو مومنوں کے بارے میں خاص کرنا بظاہر خلاف قیاس ہے اور کسی صاف دلیل کا محتاج ہے واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ﴾ (4) الخ' اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم میری رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یہ آیت اپنے عموم کے اعتبار سے ہر گناہ پر محیط ہے خواہ کفر وشرک ہو خواہ شک ونفاق ہو خواہ قتل وفسق ہو خواہ کچھ ہی ہو' جو اللہ کی طرف رجوع کرے اللہ اس کی طرف مائل ہوگا جو توبہ کرے اللہ اسے معاف فرمائے گا۔ فرماتا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ﴾ (5) الخ' اللہ تعالیٰ شرک کو تو بخشتا نہیں اس کے سوا کے تمام گناہ جسے چاہے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ کی اس کریمی

---

(1) **ضعیف**: ابن عدی فی الکامل (۱۰۵۹/۳)] اس کی سند میں بقیہ بن ولید راوی مدلس اور ابن جبیرہ انصاری ضعیف ہے۔ اسے امام بخاریؒ نے منکر الحدیث کہا ہے۔ امام ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ [تھذیب التھذیب (۶۶۰/۱)]

(2) **[صحیح**: مسند احمد (۲۸۹/۵) ابو نعیم فی معرفة الصحابة (۱۹۹) صحیح ابن حبان (۵۹۷۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۲۴۹۰)]

(3) [سورة الفرقان : آیت ۶۸، ۷۰] (4) [سورة الزمر: آیت ۵۳]

(5) [سورة نساء: آیت ۴۸]

کے صدقے جائیے کہ اس نے اسی سورت میں اس آیت سے پہلے بھی جس کی تفسیر اب ہم کر رہے ہیں اپنی عام بخشش کی آیت بیان فرمائی اور پھر اس آیت کے بعد ہی اسے دوہرا دیا اسی طرح اپنی عام بخشش کا اعلان پھر کیا تاکہ بندوں کو اس کی کامل فطرت سے کامل امید بندھ جائے واللہ اعلم۔

بخاری و مسلم کی وہ حدیث بھی اس موقعہ پر یاد رکھنے کے قابل ہے جس میں ہے کہ ایک بنی اسرائیلی نے ایک سو قتل کیے تھے۔ پھر ایک عالم سے پوچھتا ہے کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے وہ جواب دیتا ہے کہ تجھ میں اور تیری توبہ میں کون ہے جو حائل ہے؟ جاؤ اس بدبستی کو چھوڑ کر نیکوں کے شہر میں جا بسو چنانچہ اس نے ہجرت کی مگر راستے میں ہی فوت ہو گیا اور رحمت کے فرشتے اسے لے گئے [1] یہ حدیث پوری پوری کئی مرتبہ بیان ہو چکی ہے جبکہ بنی اسرائیل میں یہ ہے تو اس امت مرحومہ کے لیے قاتل کی توبہ کے لیے دروازے بند کیوں ہیں؟ ان پر تو ہم سے بہت زیادہ پابندیاں تھیں جن سب سے اللہ نے ہمیں آزاد کر دیا اور رحمۃ للعالمین جیسے سردار انبیاء کو بھیج کر وہ دین ہمیں دیا جو آسانیوں اور راحتوں والا سیدھا صاف اور واضح ہے' لیکن یہاں جو سزا قاتل کی بیان فرمائی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی سزا یہ ہے کہ اسے سزا ضرور دی جائے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سلف کی ایک جماعت بھی یہی فرماتی ہے' بلکہ اس معنی کی ایک حدیث بھی ابن مردویہ میں ہے [2] لیکن سنداً وہ صحیح نہیں اور اسی طرح ہر وعید کا مطلب یہی ہے کہ اگر کوئی عمل صالح وغیرہ اس کے مقابل میں نہیں تو اس بدی کا بدلہ وہ ہے جو وعید میں واضح بیان ہوا ہے اور یہی طریقہ وعید کے بارے میں ہمارے نزدیک نہایت درست اور احتیاط والا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اور قاتل کا مقدر جہنم بن گیا۔ چاہے اس کی وجہ توبہ کی عدم قبولیت کہا جائے یا اس کے متبادل کسی نیک عمل کا مفقود ہونا خواہ بقول جمہور دوسرا نیک عمل نجات دہندہ نہ ہونے کی وجہ سے ہو۔ وہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا بلکہ یہاں خلود سے مراد بہت دیر تک رہنا ہے جیسا کہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ جہنم میں سے وہ بھی نکل آئیں گے جن کے دل میں رائی کے چھوٹے سے چھوٹے دانے برابر بھی ایمان ہوگا۔ اوپر جو ایک حدیث بیان ہوئی ہے کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بجز کفر اور قتل مومن کے معاف فرما دے۔ اس میں ((عَسٰی)) ترجی کا مسئلہ ہے ان دونوں صورتوں میں ترجی یعنی امید گو اٹھ جائے پھر بھی وقوع پذیر ہونا یعنی ایسا ہونا ان دونوں میں سے ایک بھی ممکن نہیں اور وہ قتل ہے' کیونکہ شرک و کفر کا معاف نہ ہونا تو الفاظ قرآن سے ثابت ہو چکا اور جو حدیثیں گذریں جن میں قاتل کو مقتول لے کر آئے گا وہ بالکل ٹھیک ہیں چونکہ اس میں انسانی حق ہے وہ توبہ سے ٹل نہیں جاتا۔ بلکہ انسانی حق تو توبہ ہونے کی صورت میں بھی حقدار کو پہنچانا ضروری ہے اس میں جس طرح قتل ہے اسی طرح چوری ہے غصب ہے تہمت ہے اور دوسرے حقوق انسانی ہیں جن کا توبہ سے معاف نہ ہونا اجماعاً ثابت ہے بلکہ توبہ کے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء (۳٤۷۰) صحیح مسلم : کتاب التوبة : باب قبول التوبة (۲۷٦٦)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم (۵۸۱۹/۳) العقیلی فی الضعفاء (۳٤٦/۳) طبرانی اوسط (۸٦۰٦/۸)] اس کی سند میں محمد بن جامع عطار راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (۱۱۱۷)]

لیے صحت کی شرط ہے کہ ان حقوق کو ادا کرے۔ اور جب ادائیگی محال ہے تو قیامت کے روز اس کا مطالبہ ضروری ہے۔ لیکن مطالبہ سے سزا کا واقع ہونا ضروری نہیں۔ ممکن ہے کہ قاتل کے اور سب اعمال صالحہ مقتول کو دے دیئے جائیں یا بعض دے دیئے جائیں اور اس کے پاس پھر بھی کچھ رہ جائیں اور یہ بخش دیا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقتول کا مطالبہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنے پاس سے اور اپنی طرف سے حور وقصور اور بلند درجات جنت دے کر پورا کر دے اور اس کے عوض وہ اپنے قاتل سے درگذر کرنے پر خوش ہو جائے اور قاتل کو اللہ تعالیٰ بخش دے وغیرہ۔ واللہ اعلم۔ جان بوجھ کر مار ڈالنے والے کے لیے کچھ تو دنیوی احکام ہیں اور کچھ اخروی۔ دنیا میں تو اللہ نے مقتول کے ولیوں کو اس پر غلبہ دیا ہے فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا﴾ [1] الخ، جو ظلم سے قتل کیا جائے ہم نے اس کے پیچھے والوں کو غلبہ دیا ہے انہیں اختیار ہے کہ یا تو وہ بدلہ لیں یعنی قاتل کو بھی قتل کرائیں یا معاف کر دیں یا دیت یعنی خون بہا یعنی جرمانہ وصول کر لیں اور اس کے جرمانہ میں سختی ہے جو تین قسموں پر مشتمل ہے۔ تیس تو چوتھے سال کی عمر میں لگے ہوئے اونٹ، تیس پانچویں سال میں لگے ہوئے، چالیس حاملہ اونٹنیاں جیسے کہ کتب احکام میں ثابت ہیں۔

اس میں ائمہ نے اختلاف کیا ہے کہ اس پر غلام کا آزاد کرنا یا دو ماہ کے پے در پے روزے رکھنے یا کھانا کھلانا ہے یا نہیں؟ پس امام شافعی اور ان کے اصحاب اور علماء کی ایک جماعت تو اس کی قائل ہے کہ جب خطا میں یہ حکم ہے تو عمداً میں بطور اولیٰ یہی حکم ہونا چاہیئے اور ان پر جواباً جھوٹی غیر شرعی قسم کے کفارے کو پیش کیا گیا ہے اور انہوں نے اس کا عذر عمداً چھوڑ دی ہوئی نماز کو قضا قرار دیا ہے جیسے کہ اس پر اجماع ہے خطا میں۔

امام احمد رحمہ اللہ کے اصحاب اور دوسرے کہتے ہیں قتل عمداً نا قابل کفارہ ہے۔ اس لیے اس میں کفارہ نہیں اور اسی طرح جھوٹی قسم اور ان کے لیے ان دونوں صورتوں میں اور عمداً چھوٹی ہوئی نماز میں فرق کرنے کی کوئی راہ نہیں، اس لیے کہ یہ عمداً چھوٹی ہوئی نماز کی قضا کے وجوب کے قائل ہیں۔ سابقہ مکتبہ خیال کی ایک دلیل یہ حدیث بھی ہے جو مسند احمد میں مروی ہے کہ لوگ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کوئی ایسی حدیث سناؤ جس میں کمی زیادتی نہ ہو تو وہ بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کیا تم قرآن لے کر پڑھتے ہو تو اس میں کمی زیادتی بھی کرتے ہو؟ انہوں نے کہا حضرت ہمارا مطلب یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے جو سنی ہو کہا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنوں میں سے ایک آدمی کی بابت حاضر ہوئے جس نے بوجہ قتل کے اپنے تئیں جہنمی بنا لیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا اس کی طرف سے ایک غلام آزاد کرو اس کے ایک ایک عضو کے بدلہ اس کا ایک ایک عضو اللہ تعالیٰ جہنم سے آزاد کر دے گا۔ [2]

---

[1] [سورة بنی اسرائیل: آیت ۳۳]

[2] [ضعیف: مسند احمد (۱۰۷/٤) مستدرك حاكم (۲۱۲/۲) ابو داؤد: كتاب العتق: باب فی ثواب العتق (۳۹٦٤)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٦٩٨٥)]

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

اے ایمان والو! جب تم راہ اللہ میں جا رہے ہو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تم سے سلام علیک کرے تو تم اسے نہ کہہ دو کہ تو ایمان والا نہیں، تم زندگانی دنیا کے اسباب کی تلاش میں ہو تو اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں، پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا لہٰذا تم ضرور تحقیق و تفتیش کر لیا کرو، بے شک اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے ○

قتل سے پہلے کافر ہونے کی تحقیق: ترمذی وغیرہ کی ایک حدیث میں ہے کہ بنو سلیم کا ایک شخص بکریاں چراتا ہوا صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے پاس سے گذرا اور سلام کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں کہنے لگے یہ مسلمان تو ہے نہیں صرف اپنی جان بچانے کے لیے سلام کرتا ہے چنانچہ اسے قتل کر دیا اور بکریاں لے کر چلے آئے، اس پر یہ آیت اتری،[1] یہ حدیث تو صحیح ہے لیکن بعض نے اس میں علتیں نکالی ہیں کہ سماک راوی کے سوائے اس طریقے کا اور کوئی مخرج ہی اس کا نہیں، اور یہ کہ عکرمہ سے اس کے روایت کرنے میں بھی تامل ہے، اور یہ کہ اس آیت کے شان نزول میں اور واقعات بھی مروی ہیں، بعض کہتے ہیں کہ محلم بن جثامہ کے بارے میں اتری ہے بعض کہتے ہیں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں، لیکن میرے خیال میں یہ سب ناقابل تسلیم ہیں سماک سے اسے بہت سے ائمہ کبار نے روایت کیا ہے، عکرمہ سے صحیح دلیل لی گئی ہے، یہی روایت دوسرے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری میں مروی ہے[2] سعید بن منصور سے بھی مروی ہے، ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک شخص کو اس کے والد اور اس کی قوم نے اپنے اسلام کی خبر پہنچانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، راستے میں اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ایک لشکر سے رات کے وقت ملاقات ہوئی اس نے ان سے کہا میں مسلمان ہوں لیکن انہیں یقین نہ آیا اور اسے دشمن سمجھ کر قتل کر ڈالا ان کے والد کو جب یہ علم ہوا تو یہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا چنانچہ آپ نے انہیں ایک ہزار دینار دیئے اور دیت دی اور انہیں عزت کے ساتھ رخصت کیا، اس پر یہ آیت اتری۔

محلم بن جثامہ کا واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک چھوٹا سا لشکر اضم کی طرف بھیجا جب یہ لشکر بطن اضم میں

---

(1) [حسن صحیح: مسند احمد (۱/۲۲۹) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة النسآء (۳۰۳۰)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ [التعلیق علی الاحسان (۷/۱۲۲)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے حسن کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۰۲۳)]

(2) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا (۴۵۹۱) صحیح مسلم: کتاب التفسیر: باب فی تفسیر آیات متفرقة (۳۰۲۵) ابوداؤد (۳۹۷۴)]

پہنچا تو عامر بن اضبط اشجعی اپنی سواری پر سوار مع اسباب کے آ رہے تھے پاس پہنچ کر سلام کیا سب تو رک گئے لیکن محلم بن جثامہ نے آپس کی پرانی عداوت کی بنا پر اس پر جھپٹ کر حملہ کر دیا' انہیں قتل کر ڈالا اور ان کا اسباب قبضہ میں کر لیا پھر ہم حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا اس پر یہ آیت اتری۔ [1] ایک اور روایت میں ہے کہ عامر نے اسلامی طریقہ کے مطابق سلام کیا تھا لیکن جاہلیت کی پہلی عداوت کے باعث محلم نے اسے تیر مار کر مار ڈالا یہ خبر پا کر عامر کے لوگوں سے کہا سنا محلم بن جثامہ نے مصالحانہ گفتگو کی لیکن عینیہ نے کہا نہیں نہیں اللہ کی قسم جب تک اس کی عورتوں پر بھی وہی مصیبت نہ آئے جو میری عورتوں پر آئی۔ چنانچہ محلم اپنی دونوں چادریں اوڑھے ہوئے آئے اور رسول کریم ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اس امید پر کہ حضور ﷺ ان کے لیے استغفار کریں لیکن آپ نے فرمایا اللہ تجھے معاف نہ کرے یہ یہاں سے سخت نادم شرمسار روتے ہوئے اٹھے اپنی چادروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے سات روز بھی نہ گذرے پائے تھے انتقال کر گئے۔ لوگوں نے انہیں دفن کیا لیکن زمین نے ان کی نعش اگل دی' حضور ﷺ سے جب یہ ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا تمہارے اس ساتھی سے نہایت ہی بدتر لوگوں کو زمین سنبھال لیتی ہے لیکن اللہ کا ارادہ ہے کہ وہ تمہیں مسلمان کی حرمت دکھائے چنانچہ ان کے لاشے کو پہاڑ پر ڈال دیا گیا اور اوپر سے پتھر رکھ دیئے گئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ [2] (ابن جریر)

صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً مروی ہے کہ حضور ﷺ نے مقداد رضی اللہ عنہ سے فرمایا جبکہ انہوں نے قوم کفار کے ساتھ جو مسلمان مخفی ایمان والا تھا اسے قتل کر دیا تھا باوجود یہ کہ اس نے اپنے اسلام کا اظہار کر دیا تھا کہ تم بھی مکہ میں اسی طرح تھے کہ ایمان چھپائے ہوئے تھے۔ [3] بزار میں یہ واقعہ پورا اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا تھا جس میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بھی تھے جب دشمنوں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ سب تو ادھر ادھر ہو گئے ایک شخص مالدار وہاں رہ گیا ہے اس نے انہیں دیکھتے ہی ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہا۔ تاہم انہوں نے حملہ کر دیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ ایک شخص جس نے یہ واقعہ دیکھا تھا وہ سخت برہم ہوا اور کہنے لگا مقداد رضی اللہ عنہ تم نے اسے قتل کر ڈالا جس نے کلمہ پڑھا تھا؟ میں اس کا ذکر حضور ﷺ سے کروں گا' جب یہ لشکر واپس پہنچا تو اس شخص نے یہ واقعہ حضور ﷺ سے عرض کیا آپ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا تم نے یہ کیا کیا؟ کل قیامت کے دن تم ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کے سامنے کیا جواب دو گے؟ پس اللہ نے یہ آیت اتاری اور آپ نے فرمایا کہ اے مقداد وہ شخص مخفی مسلمان تھا جس طرح تو مکہ میں اپنے ایمان کو مخفی رکھتا تھا پھر تو نے اس کے اسلام ظاہر کرنے کے باوجود اسے مارا؟ [4]

---

[1] [اسنادہ محتمل للتحسین : مسند احمد (٦/ ١١) سيرة ابن هشام (١٤٨٣/٤) ابن ابی شيبة (٥٦٣/٨)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند محتمل للتحسین ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٣٨٨١)]

[2] [ضعیف : تفسير ابن جرير الطبرى (١٠٢١٦)] اس میں ابن اسحاق مدلس راوی نے عن سے روایت بیان کی ہے۔]

[3] [صحیح : صحيح بخارى : كتاب الديات : باب قول الله تعالىٰ و من يقتل مؤمنا متعمدا (٦٨٦٦)]

[4] [ضعیف : مسند البزار (٢٢٠٢) طبرانى (١٢٣٧٩)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (٤١٠٩)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس غنیمت کے لالچ میں تم غفلت برتتے ہو اور سلام کرنے والوں کے ایمان میں شک وشبہ کرکے انہیں قتل کرڈالتے ہو یاد رکھو وہ غنیمت بھی اللہ کی طرف سے ہے اس کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں جو وہ تمہیں حلال ذرائع سے دے گا اور وہ تمہارے لیے اس مال سے بہت بہتر ہوں گی۔ تم بھی اپنا وہ وقت یاد کرو کہ تم بھی ایسے ہی لاچار تھے اپنے ضعف اور اپنی کمزوری کی وجہ سے ایمان ظاہر کرنے کی جرات نہیں کرسکتے تھے قوم میں چھپے لگے پھرتے تھے آج اللہ خالق کل نے تم پر احسان کیا تمہیں قوت دی اور تم کھلے بندوں اپنے اسلام کا اظہار کررہے ہو، تو جو بے اسباب اب تک دشمنوں کے پنجے میں پھنسے ہوئے ہیں اور ایمان کا اعلان کھلے طور پر نہیں کرسکے جب وہ اپنا ایمان ظاہر کریں تو تمہیں تسلیم کرلینا چاہیے اور آیت میں ہے ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ﴾ [1] الخ، یاد کرو جبکہ تم کم تھے کمزور تھے۔ الغرض ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح یہ بکری کا چرواہا اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا اسی طرح اس سے پہلے جبکہ بے سروسامانی اور قلت کی حالت میں تم مشرکوں کے درمیان تھے ایمان چھپائے پھرتے تھے، یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ تم بھی پہلے اسلام والے نہ تھے اللہ نے تم پر احسان کیا اور تمہیں اسلام نصیب فرمایا، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ اس کے بعد کبھی کسی ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہنے والے کو قتل نہ کروں گا کیونکہ انہیں بھی اس بارے میں پوری سرزنش ہوئی تھی۔ پھر تاکیداً دوبارہ فرمایا کہ بخوبی تحقیق کرلیا کرو، پھر دھمکی دی جاتی ہے کہ اللہ جل شانہ کو اپنے اعمال سے غافل نہ سمجھو، جو تم کررہے ہو، وہ سب کی پوری طرح خبر رکھتا ہے۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ
عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰي ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ
عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿95﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿96﴾ ع ۱۳ ۱۵ ۱۰

اپنی جانوں اور مالوں سے راہ اللہ میں جہاد کرنے والے مومن اور بغیر عذر کے بیٹھ رہنے والے مومن برابر نہیں، اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والے پر اللہ تعالیٰ نے درجوں میں بہت فضیلت دے رکھی ہے، اور یوں تو اللہ نے ہر ایک کو خوبی اور اچھائی کا وعدہ دیا ہے، لیکن مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت دے رکھی ہے ○ اپنی طرف سے مرتبے کی بھی اور بخشش کی بھی اور رحمت کی بھی، اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے ○

مجاہد اور عوام میں فرق: صحیح بخاری میں ہے کہ جب اس آیت کے ابتدائی الفاظ اترے کہ گھروں میں بیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے مومن برابر نہیں، تو آپ اسے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلوا کر لکھوا رہے تھے اس وقت حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا آئے اور کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تو نابینا ہوں معذور ہوں اس پر الفاظ ﴿غَيْرُ اُولِي

---

[1] [سورۃ الانفال: آیت ۲۶]

﴿الضَّرَرِ﴾ نازل ہوئے[1] یعنی وہ بیٹھ رہنے والے جو بے عذر ہوں ان کا ذکر ہے۔اور روایت میں ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ قلم دوات اور شانہ لے کر آئے تھے[2] اور حدیث میں ہے کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو میں ضرور جہاد میں شامل ہوتا اس پر وہ آیت اتری اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ران حضرت زید رضی اللہ عنہ کی ران پر تھی ان پر اس قدر بوجھ پڑا قریب تھا کہ ران ٹوٹ جائے۔[3] اور حدیث میں ہے کہ جس وقت ان آیات کی وحی اتری اور اسکے بعد طمانیت آپ پر نازل ہوئی میں آپ کے پہلو میں تھا اللہ کی قسم مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کا ایسا بوجھ پڑا کہ میں نے اس سے زیادہ بوجھل چیز زندگی بھر کوئی نہیں اٹھائی پھر وحی ہٹ جانے کے بعد آپ نے ﴿عَظِيمًا﴾ تک آیت لکھوائی اور میں نے اسے شانے کی ہڈی پر لکھ لیا اور حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ابھی تو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے الفاظ ختم بھی نہ ہوئے تھے جو آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی' حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ منظر اب تک میری نگاہوں کے سامنے ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ بعد میں اترے ہوئے الفاظ کو میں نے ان کی جگہ پر اپنی تحریر میں بعد میں بڑھایا ہے'[4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مراد بدر کی لڑائی میں جانے والے اور اس میں حاضر نہ ہونے والے ہیں'[5] غزوہ بدر کے موقعہ پر حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے ہم دونوں نابینا ہیں کیا ہمیں رخصت ہے؟ تو انہیں آیت قرآنی میں رخصت دی گئی' پس مجاہدین کو جس قسم کے بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی گئی ہے وہ وہ ہیں جو صحت و تندرستی والے ہوں'[6] پس پہلے تو مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر مطلقاً فضیلت تھی لیکن اسی وحی میں جو الفاظ اترے اس نے ان لوگوں کو جنہیں مباح عذر ہوں عام بیٹھ رہنے والوں سے مستثنیٰ کر دیا جیسے اندھے لنگڑے لولے اور بیمار یہ مجاہدین کے درجے میں ہیں۔ پھر مجاہدین کی جو فضیلت بیان ہوئی ہے وہ ان لوگوں پر بھی ہے جو بے وجہ جہاد میں شامل نہ ہوئے ہوں' جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر گذری اور یہی ہونا بھی چاہیے بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ تم جس جہاد کے لیے سفر کرو اور جس جنگل میں کوچ کرو وہ تمہارے ساتھ اجر میں یکساں ہیں' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا باوجود یہ کہ وہ مدینے میں مقیم ہیں' آپ نے فرمایا ہاں اس

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر (۴۵۹۳)]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر (۴۵۹۴) نسائی : کتاب الجہاد : باب فضل المجاہدین علی القاعدین (۳۱۰۱) ترمذی : کتاب الجہاد : باب ماجآء فی اہل العذر فی العقود (۱۶۷۰)]

(3) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجہاد : باب قول اللہ عزوجل لا یستوی القاعدون (۲۸۳۲) و کتاب التفسیر (۴۵۹۲) ترمذی (۳۰۳۳) مسند احمد (۵/۸۴)]

(4) [صحیح : ابوداؤد : کتاب الجہاد : باب الرخصۃ فی القعود من العذر (۲۵۰۷) مسند احمد (۵/۱۹۰)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

(5) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر (۴۵۹۵)]

(6) [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورۃ النساء (۳۰۳۲)]

لیے کہ انہیں عذر نے روک رکھا ہے[1] اور روایت میں ہے کہ تم جو خرچ کرتے ہو اس کا ثواب بھی جو تمہیں ملتا ہے انہیں بھی ملتا ہے[2] اسی مطلب کو ایک شاعر نے ان الفاظ میں منظور کیا ہے:

يَا رَاحِلِيْنَ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ لَقَدْ سِرْتُمْ جُسُوْمًا وَّسِرْنَا نَحْنُ اَرْوَاحًا
اِنَّا اَقَمْنَا عَلٰى عُذْرٍ وَّعَنْ قَدْرٍ وَمَنْ اَقَامَ عَلٰى عُذْرٍ فَقَدْ رَاحَا

یعنی اے اللہ کے گھر کے حج کو جانے والو! اگر تم اپنے جسموں سمیت اس طرف چل رہے ہو لیکن ہم بھی اپنی روحانی روش سے اسی طرف لپکے جا رہے ہیں' سنو ہماری جسمانی کمزوری اور عذر نے ہمیں روک رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ عذر سے رک جانے والا کچھ جانے والے سے کم نہیں۔

پھر فرماتا ہے ہر ایک سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ جنت کا اور بہت بڑے اجر کا ہے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے' پھر ارشاد ہے' مجاہدین کو غیر مجاہدین پر بڑی فضیلت ہے۔ پھر ان کے بلند درجات ان کے گناہوں کی معافی اور ان پر جو برکت و رحمت ہے اس کا بیان فرمایا اور اپنی عام بخشش اور عام رحم کی خبر دی۔ بخاری و مسلم میں ہے جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ کے مجاہدین کے لیے تیار کیا ہے ہر دو درجوں میں اس قدر فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں[3] اور حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں تیر چلائے اسے جنت کا درجہ ملتا ہے ایک شخص نے پوچھا درجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تمہارے یہاں کے گھروں کے بالا خانوں جتنا نہیں بلکہ دو درجوں میں سو سال کا فاصلہ ہے۔[4]

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا
مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا
فِيْهَا ۭ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿97﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ
مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ
سَبِيْلًا ﴿98﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿99﴾ وَمَنْ
يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ
يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ
اَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿100﴾ ع ۱۴

[1] [صحیح: صحیح بخاری (۲۸۳۹)، (٤٤٢٣) ابن ماجه (٢٧٦٤) مسند احمد (١٠٣/٣)]

[2] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب الرخصة فی القعود من العذر (٢٥٠٨)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب درجات المجاهدین فی سبیل الله (٢٧٩٠) صحیح مسلم: کتاب الامارة: باب بیان ما اعده الله تعالیٰ (١٨٨٤)]

[4] [ضعیف و منقطع: الدر المنثور (٣٦٦/٢)]

جولوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں، پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنی جگہ کمزور اور مغلوب تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے، یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور وہ بری جگہ ہے پہنچنے کی ○ مگر جو مرد عورتیں اور بچے بے بس ہیں جنہیں نہ تو کسی چارہ کار کی طاقت اور نہ کسی راستے کا علم ○ بہت ممکن ہے کہ اللہ ان سے درگزر کرے اللہ درگزر کرنے والا اور معاف فرمانے والا ہے ○ جو کوئی راہ اللہ میں وطن کو چھوڑے گا وہ زمین میں بہت سی قیام کی جگہیں بھی پائے گا اور کشادگی بھی، جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف نکل کھڑا ہوا پھر اسے موت نے آ پکڑا تو بھی یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہو گیا، اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے ○

غلط عذر نا قابل قبول اور ہجرت: محمد بن عبدالرحمٰن ابوالاسود فرماتے ہیں اہل مدینہ سے جنگ کرنے کے لیے جو لشکر تیار کیا گیا اس میں میرا نام بھی تھا۔ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مولیٰ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے ملا اور اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے اس میں شمولیت کرنے سے بہت سختی سے روکا۔ اور کہا سنو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے میں نے سنا ہے کہ بعض مسلمان لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مشرکوں کے ساتھ تھے اور ان کی تعداد بڑھاتے تھے بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ ان میں سے کوئی تیر سے ہلاک کر دیا جاتا یا مسلمانوں کی تلواروں سے قتل کر دیا جاتا، انہی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے [1] یعنی موت کے وقت ان کا اپنی بے طاقتی کا حیلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتا اور روایت میں ہے کہ ایسے لوگ جو اپنے ایمان کو مخفی رکھتے تھے جب وہ بدر کی لڑائی میں کافروں کے ساتھ آ گئے تو مسلمانوں کے ہاتھوں میں سے بھی بعض مارے گئے جس پر مسلمان غمگین ہوئے کہ افسوس یہ تو ہمارے ہی بھائی تھے، اور ہمارے ہی ہاتھوں مارے گئے ان کے لیے استغفار کرنے لگے اس پر یہ آیت اتری۔ پس باقی ماندہ مسلمانوں کی طرف یہ آیت لکھی کہ ان کا کوئی عذر نہ تھا کہا یہ نکلے اور ان سے مشرکین ملے اور انہوں نے تقیہ کیا پس یہ آیت اتری ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ آمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ [2] الخ، حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو اسلام کا کلمہ پڑھتے تھے اور تھے مکے میں ہی ان میں علی بن امیہ بن خلف اور ابوقیس بن ولید بن مغیرہ اور ابوالعاص بن منبہ بن حجاج اور حارث بن زمعہ تھے ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ ان منافقون کے بارے میں اتری ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد مکے میں رہ گئے پھر بدر کی لڑائی میں مشرکوں کے ساتھ آئے ان میں سے بعض میدان جنگ میں کام بھی آ گئے۔ مقصد یہ ہے کہ آیت کا حکم عام ہے ہر اس شخص کا جو ہجرت پر قادر ہو پھر بھی مشرکوں میں پڑا رہے اور دین پر مضبوط نہ رہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظالم ہے اور اس آیت کی رو سے اور مسلمانوں کے اجماع سے وہ حرام کام کا مرتکب ہے اس آیت میں ہجرت سے گریز کرنے کو ظلم کہا گیا ہے، ایسے لوگوں سے ان کے نزع کے عالم میں فرشتے کہتے ہیں کہ تم یہاں کیوں ٹھہرے رہے؟ کیوں ہجرت نہ کی؟ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنے شہر سے دوسرے شہر کہیں نہیں جا سکتے تھے، جس کے جواب میں

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر (٤٥٩٦)، (٧٠٨٥) تفسیر الطبری: (١٠٢٦٦)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٠٢٦٥)]

فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین میں کشادگی نہ تھی؟ ابوداؤد میں ہے جو شخص مشرکین میں ملا جلا رہے انہی کے ساتھ رہے سہے وہ بھی انہی جیسا ہے۔ (۱) سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جبکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ عقیل اور نوفل گرفتار کئے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عباس تم اپنا فدیہ بھی دو اور اپنے بھتیجے کا بھی' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ کے قبلے کی طرف نمازیں نہیں پڑھتے تھے؟ کیا ہم کلمہ شہادت ادا نہیں کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا عباس رضی اللہ عنہ تم نے بحث تو چھیڑی ہے لیکن اس میں تم ہار جاؤ گے سنو اللہ جل شانہ فرماتا ہے پھر آپ نے یہی تلاوت فرمائی یعنی تم نے ہجرت کیوں نہ کی؟ (۲)

پھر جن لوگوں کو ہجرت کے چھوڑ دینے پر ملامت نہ ہوگی ان کا ذکر فرماتا ہے کہ جو لوگ مشرکین کے ہاتھوں سے نہ چھوٹ سکیں اور اگر کبھی چھوٹ بھی جائیں تو راستے کا علم انہیں نہیں ان سے اللہ تعالیٰ درگذر فرمائے گا' ((عَسٰی)) کا کلمہ اللہ کے کلام میں وجوب اور یقین کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ درگذر کرنے والا اور بہت ہی معافی دینے والا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ)) کہنے کے بعد سجدے میں جانے سے پہلے یہ دعا مانگی اے اللہ عیاش بن ابوربیعہ کو سلمہ بن ہشام کو ولید بن ولید کو اور تمام بے بس ناطاقت مسلمانوں کو کفار کے پنجے سے رہائی دے اے اللہ اپنا سخت عذاب قبیلہ مضر پر ڈال اے اللہ ان پر ایسی قحط سالی نازل فرما جیسی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں آئی تھی۔ (۳) ابن ابی حاتم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد قبلے کی طرف منہ کئے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اے اللہ ولید بن ولید کو عیاش بن ابوربیعہ کو سلمہ بن ہشام کو اور تمام ناتواں بے طاقت مسلمانوں کو اور جو بے حیلے کی طاقت رکھتے ہیں نہ راہ پانے کی کافروں کے ہاتھوں سے نجات دے۔ (۴)

ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ (۵) اس حدیث کے شواہد صحیح میں بھی اس سند کے سوا اور سندوں میں بھی ہیں جیسے کہ پہلے گذرا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں اور میری والدہ ان ضعیف عورتوں اور بچوں میں تھے جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ ہمیں اللہ نے معذور رکھا۔ (۶)

---

(۱) [صحیح : ابوداؤد : کتاب الجهاد : باب فی الاقامة بارض الشرك (۲۷۸۷)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

(۲) [ضعیف و مرسل : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰۲۷۰)]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله تعالی فاولئك عسی الله ان یعفو عنهم (۴۵۹۸) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب استحباب القنوت فی جمیع الصلاة (۶۷۵) ابوداؤد : کتاب الصلاة : باب القنوت فی الصلاة (۱۴۴۲)]

(۴) [ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم (۵۸۷۲/۳)] اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔]

(۵) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰۲۸۰)] اس کی سند میں بھی علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔]

(۶) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب الا المستضعفین من الرجال والنساء (۴۵۹۷)]

ہجرت کی ترغیب دیتے ہوئے اور مشرکوں سے الگ ہونے کی ہدایات کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والا ہراساں نہ ہو وہ جہاں جائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسباب پناہ تیار کردے گا اور وہ بہ آرام وہاں اقامت کرسکے گا مراغم کے ایک معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے بھی ہیں' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ اپنے دکھ سے بچاؤ کی بہت سی صورتیں پالے گا' امن کے بہت سے اسباب اسے مل جائیں گے' دشمنوں کے شر سے بچ جائے گا اور وہ روزی بھی پائے گا گمراہی کی جگہ ہدایت اسے ملے گی اس کی فقیری تونگری سے بدل جائے گی۔
ارشاد ہوتا ہے جو شخص بہ نیت ہجرت اپنے گھر سے نکلا پھر ہجرت گاہ پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں اسے موت آ گئی اسے بھی ہجرت کا کامل ثواب مل گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر عمل کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی' پس جس کی ہجرت اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف ہو اس کی ہجرت اللہ کی رضا مندی اور رسول کی خوشنودی کا باعث ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لیے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہو اسے اصل ہجرت کا ثواب نہ ملے گا بلکہ اس کی ہجرت اسی طرف سمجھی جائے گی۔ (۱) یہ حدیث عام ہے ہجرت وغیرہ تمام اعمال پر مشتمل ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں اس شخص کے بارے میں ہے جس نے ننانوے قتل کئے تھے پھر ایک عابد کو قتل کر کے سو پورے کئے پھر ایک عالم سے پوچھا کہ کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا تیری توبہ کے اور تیرے درمیان کوئی چیز حائل نہیں تو اپنی بستی سے ہجرت کر کے فلاں شہر چلا جا جہاں اللہ کے عابد بندے رہتے ہیں چنانچہ یہ ہجرت کر کے اس طرف چلا راستہ میں ہی تھا جو موت آ گئی۔ رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اس کے بارے میں اختلاف ہوا بحث یہ تھی کہ یہ شخص توبہ کر کے ہجرت کر کے مگر چلا تو سہی یہ وہاں پہنچا تو نہیں پھر انہیں حکم کیا گیا کہ وہ اس طرف کی اور اس طرف کی زمین ناپیں جس بستی سے یہ شخص قریب ہو اس کے رہنے والوں میں اسے ملا دیا جائے پھر زمین کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بری بستی کی جانب سے دور ہو جا اور نیک بستی والوں کی طرف قریب ہو جا' جب زمین ناپی گئی تو توحید والوں کی بستی سے ایک بالشت برابر قریب نکلی اور اسے رحمت کے فرشتے لے گئے۔ (۲) ایک روایت میں ہے کہ موت کے وقت یہ اپنے سینے کے بل نیک لوگوں کی بستی کی طرف گھسیٹتا ہوا گیا۔ (۳)
مسند احمد کی حدیث میں ہے جو شخص اپنے گھر سے اللہ کی راہ میں ہجرت کی نیت سے نکلا پھر آپ نے اپنی تینوں انگلیوں یعنی کلمہ کی انگلی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کو ملا کر کہا۔ پھر فرمایا کہاں ہیں مجاہد؟ پھر وہ اپنی سواری پر سے گر

---

(۱) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ (۱) و کتاب الایمان (۵٤) و کتاب العتق (۲۵۲۹) صحیح مسلم: کتاب الامارۃ (۱۹۰۷) نسائی: کتاب الطھارۃ (۷۵) ابن ماجہ: کتاب الزھد (٤۲۲۷) ابوداؤد: کتاب الطلاق (۲۲۰۱) ترمذی: کتاب فضائل الجھاد (۱٦٤۷) مسند احمد (۱/٤۳)]

(۲) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء (۳٤۷۰) صحیح مسلم: کتاب التوبۃ (۲۷٦٦) ابن ماجہ: کتاب الدیات (۲٦۲۲) مسند احمد (۳/۲۰)]

(۳) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب التوبۃ (۲۷٦٦)]

پڑا یا اسے کسی جانور نے کاٹ لیا یا اپنی موت مر گیا تو اس کی ہجرت کا ثواب اللہ کے ذمے ثابت ہو گیا (راوی کہتے ہیں اپنی موت مرنے کے لیے جو کلمہ حضور ﷺ نے استعمال کیا) واللہ میں نے اس کلمہ کو آپ سے پہلے کسی عربی کی زبانی نہیں سنا اور جو شخص غضب کی حالت میں قتل کیا گیا وہ جگہ کا مستحق ہو گیا'[1] حضرت خالد بن حزام رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے حبشہ کی طرف چلے لیکن راہ میں ہی انہیں ایک سانپ نے ڈس لیا اور اسی میں ان کی روح قبض ہو گئی ان کے بارے میں یہ آیت اتری۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں چونکہ ہجرت کر کے حبشہ پہنچ گیا اور مجھے ان کی خبر مل گئی تھی کہ یہ بھی ہجرت کر کے آ رہے ہیں اور میں جانتا تھا کہ قبیلہ بنو اسد سے ان کے سوا اور کوئی ہجرت کر کے آنے کا نہیں اور کم و بیش جتنے مہاجر تھے ان کے ساتھ رشتے کنبے کے لوگ تھے لیکن میرے ساتھ کوئی نہ تھا میں ان کا یعنی حضرت خالد کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا جو مجھے ان کی اس طرح کی اچانک شہادت کی خبر ملی تو مجھے بہت ہی رنج ہوا۔[2] یہ اثر بہت ہی غریب ہے۔ یہ بھی وجہ ہے کہ یہ قصہ مکے کا ہے اور آیت مدینے میں اتری ہے۔ لیکن بہت ممکن ہے کہ راوی کا مقصود یہ ہو کہ آیت کا حکم عام ہے گو شان نزول یہ نہ ہو واللہ اعلم۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت ضمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرف چلے لیکن آپ کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں انتقال کر گئے ان کے بارے میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی[3] اور روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی ضمرہ جن کو آنکھوں سے دکھائی نہ دیتا تھا جب وہ آیت ﴿اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ﴾ الخ سنتے ہیں تو کہتے ہیں میں مالدار ہوں اور چارہ کار بھی رکھتا ہوں مجھے ہجرت کرنی چاہیے چنانچہ سامان سفر تیار کر لیا اور حضور ﷺ کی طرف چل کھڑے ہوئے لیکن ابھی تنعیم میں ہی تھے جو موت آ گئی ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔[4] طبرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری راہ میں غزوہ کرنے کے لیے نکلا صرف میرے وعدوں کو سچا جان کر اور میرے رسولوں پر ایمان رکھ کر پس وہ اللہ کی ضمانت میں ہے یا تو وہ لشکر کے ساتھ فوت ہو کر جنت میں پہنچے گا یا اللہ کی ضمانت میں واپس لوٹے گا اجر و غنیمت اور فضل رب لے کر۔ اگر وہ اپنی موت مر جائے یا مار ڈالا جائے یا گھوڑے سے گر جائے یا اونٹ پر سے گر پڑے یا کوئی زہریلا جانور کاٹ لے یا اپنے بستر پر کسی طرح

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (٤/٣٦) ابن ابی شیبة (٥٦٥/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابن اسحاق راوی مدلس ہے اور اس نے عن سے روایت بیان کی ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (١٦٤١٤)]

[2] [حسن : تفسیر ابن ابی حاتم (٥٨٨٨/٣) الدر المنثور للسیوطی (٣٧٠/٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم (٥٨٨٩/٣) مسند ابویعلی (٢٦٧٩)] اس کی سند میں اشعث بن سوار راوی ضعیف ہے۔]

[4] [صحیح : تفسیر ابن ابی حاتم (٥٨٩٠/٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

بھی فوت ہو جائے وہ شہید ہے۔ (١) ابوداؤد میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ وہ جنتی ہے (٢) بعض الفاظ ابوداؤد میں نہیں ہیں۔ ابو یعلی میں ہے جو شخص حج کے لیے نکلا پھر مر گیا قیامت تک اس کے لیے حج کا ثواب لکھا جاتا ہے' جو عمرے کے لیے نکلا اور راستے میں فوت ہو گیا اس کے لیے قیامت تک عمرے کا اجر لکھا جاتا ہے۔ جو جہاد کے لیے نکلا اور فوت ہو گیا اس کے لیے قیامت تک جہاد کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ (٣) یہ حدیث بھی غریب ہے۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ١٠١

جب تم سفر میں جا رہے ہو تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں' اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے البتہ کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں ○

قصر نماز: فرمان الٰہی ہے کہ تم کہیں سفر میں جا رہے ہو۔ یہی الفاظ سفر کے لیے سورۂ مزمل میں بھی آئے ہیں۔ تو تم پر نماز کی تخفیف کرنے میں کوئی گناہ نہیں' یہ کمی یا تو کمیت میں یعنی بجائے چار رکعت کے دو رکعت ہے جیسے کہ جمہور نے اس آیت سے سمجھا ہے گو پھر ان میں بعض مسائل میں اختلاف ہوا ہے بعض تو کہتے ہیں یہ شرط ہے کہ سفر اطاعت کا ہو مثلاً جہاد کے لیے یا حج وعمرے کے لیے یا طلب وزیارت کے لیے وغیرہ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما عطا' یحییٰ رحمہ اللہ علیہما اور ایک روایت کی رو سے امام مالک رحمہ اللہ کا یہی قول ہے' کیونکہ اس سے آگے فرمان ہے اگر تمہیں کفار کی ایذاء رسانی کا خوف ہو' بعض کہتے ہیں اس قید کی کوئی ضرورت نہیں کہ سفر قربت الٰہیہ کا ہو بلکہ نماز کی کمی ہر مباح سفر کے لیے ہے جیسے اضطرار اور بے بسی کی صورت میں مردار کھانے کی اجازت ہے' ہاں یہ شرط ہے کہ سفر معصیت کا نہ ہو' امام شافعی' امام احمد رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ ائمہ کا یہی قول ہے' ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں تجارت کے سلسلے میں دریائی سفر کرتا ہوں تو آپ نے اسے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا' یہ حدیث مرسل ہے' بعض لوگوں کا مذہب ہے کہ ہر سفر میں نماز کا قصر کرنا جائز ہے' سفر خواہ مباح ہو خواہ ممنوع ہو یہاں تک کہ اگر کوئی ڈاکہ ڈالنے کے لیے اور مسافروں کو ستانے کے لیے نکلا ہوا ہے اسے بھی نماز قصر کرنے کی اجازت ہے' ابوحنیفہ' ثوری اور داود رحمہم اللہ کا یہی قول ہے کہ آیت عام ہے' لیکن یہ قول جمہور کے قول کے خلاف ہے۔ کفار سے ڈر کی جو شرط لگائی ہے یہ باعتبار اکثریت کے ہے آیت کے نازل ہونے کے وقت چونکہ عموماً یہی حال تھا اس لیے آیت میں بھی اسے بیان کر دیا

---

(١) [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (١٠٣٤١٨) طبرانی کبیر (٣٤١٨/٣) ابو نعیم فی الحلیة (١٩٠/٥)] اس کی سند میں بقیہ مدلس راوی کا عنعنہ ہے۔]

(٢) [ضعیف: ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فیمن مات غازیا (٢٤٩٩) مستدرك حاکم (٧٨/٢)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود]

(٣) [صحیح لغیرہ: مسند ابویعلی (٦٣٥٧)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔ [صحیح الترغیب (١١١٤) السلسلة الصحیحة (٢٥٥٣)]

گیا، ہجرت کے بعد سفر مسلمانوں کے سب کے سب خوف والے ہی ہوتے تھے قدم قدم پر دشمن کا خطرہ رہتا تھا بلکہ مسلمان سفر کے لیے نکل ہی نہ سکتے تھے بجز اس کے کہ یا تو جہاد کو جائیں یا کسی خاص لشکر کے ساتھ جائیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جب منطوق بہ اعتبار غالب کے آئے تو اس کا مفہوم معتبر نہیں ہوتا۔ جیسے اور آیت میں ہے اپنی لونڈیوں کو بدکاری کے لئے مجبور نہ کرو اگر وہ پاکدامنی کرنا چاہیں اور جیسے فرمایا ان کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جن عورتوں سے تم نے صحبت کی ہے۔ پس جیسے کہ ان دونوں آیتوں میں قید کا بیان ہے لیکن اس کے ہونے پر ہی حکم کا دارومدار نہیں بلکہ بغیر اس کے بھی حکم وہی ہے یعنی لونڈیوں کو بدکاری کے لیے مجبور کرنا حرام ہے چاہے وہ پاکدامنی چاہتی ہوں یا نہ چاہتی ہوں۔ اسی طرح اس عورت کی لڑکی حرام ہے جس سے نکاح ہو کر صحبت ہو گئی ہو خواہ وہ اس کی پرورش میں ہو یا نہ ہو، حالانکہ دونوں جگہ قرآن میں یہ قید موجود ہے، پس جس طرح ان دونوں موقعوں میں بغیر ان قیود کے بھی حکم یہی ہے اسی طرح یہاں بھی گو خوف نہ ہوتا ہم محض سفر کی وجہ سے نماز کو قصر کرنا جائز ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت یعلی بن امیہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نماز کی تخفیف کا حکم تو خوف کی حالت میں ہے اور اب تو امن ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہی خیال مجھے ہوا تھا اور یہی سوال میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا تو آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے تم اس کے صدقے کو قبول کرو۔ مسلم اور سنن وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے بالکل صحیح روایت ہے۔ [1] ابو خظلہ حذاء رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سفر کی نماز کا پوچھا تو آپ نے فرمایا دو رکعت ہیں انہوں نے کہا قرآن میں تو خوف کے وقت دو رکعت ہیں اور اس وقت تو پوری طرح امن وامان ہے تو آپ نے فرمایا یہی سنت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ (ابن ابی شیبہ) [2] ایک اور شخص کے سوال پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا آسمان سے تو یہ رخصت اتر چکی ہے اب اگر تم چاہو تو اسے لوٹا دو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مکہ اور مدینہ کے درمیان ہم نے باوجود امن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعت پڑھیں۔ [3] (نسائی وغیرہ) اور حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکے کی طرف چلے تو اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ تھا اور آپ برابر دو رکعت ہی ادا فرماتے رہے۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ واپسی میں بھی یہی دو رکعت آپ پڑھتے رہے اور مکے میں اس سفر میں آپ نے دس روز قیام کیا تھا۔ [4] مسند احمد میں حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ سے

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین: باب صلاۃ المسافرین وقصرھا (٦٨٦) ابوداؤد: کتاب صلاۃ السفر: باب صلاۃ المسافر (١١٩٩) ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلاۃ: باب تقصیر الصلاۃ فی السفر (١٠٦٥) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ النسآء (٣٠٣٤) نسائی: کتاب التقصیر (١٤٣٤) مسند احمد (٢٥/١)]

[2] [صحیح: ابن ابی شیبۃ (٣٣٧/٢)]

[3] [صحیح: ترمذی: کتاب الصلاۃ: باب ماجآء فی التقصیر فی السفر (٥٤٧) نسائی: کتاب التقصیر (١٤٣٦) مسند احمد (٢١٥/١)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، ارواء الغلیل (٦/٣)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب تقصیر الصلاۃ: باب ماجآء فی التقصیر (١٠٨١) صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین: باب صلاۃ المسافرین وقصرھا (٦٩٣) ابوداؤد (١٢٣٣) ابن ماجہ (١٠٧٧) ترمذی (٥٤٨) نسائی (١٤٣٩) مسند احمد (١٩٠/٣)]

روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ منیٰ میں ظہر کی اور عصر کی نماز دو دو رکعت پڑھی ہیں حالانکہ اس وقت ہم بکثرت تھے اور نہایت ہی پرامن تھے‘[1] صحیح بخاری میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے آپ ﷺ کے ساتھ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ (سفر میں) دو رکعت پڑھی ہیں‘ لیکن اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں پوری پڑھنے لگے ہیں۔ بخاری کی اور روایت میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی چار رکعات کا ذکر آیا تو آپ نے ﴿اِنَّا لِلّٰهِ﴾ الخ‘ پڑھ کر فرمایا میں نے تو حضور ﷺ کے ساتھ بھی منیٰ میں دو رکعت پڑھی ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی کاش کہ بجائے ان چار رکعات کے میرے حصے میں دو ہی مقبول رکعات آئیں‘[2] پس یہ حدیثیں کھلم کھلا دلیل ہیں اس بات کی کہ سفر کی دو رکعات کے لیے خوف کا ہونا شرط نہیں بلکہ نہایت امن و اطمینان کے سفر میں بھی دوگانہ ادا کر سکتا ہے۔

اسی لیے بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ یہاں کیفیت میں یعنی قرات‘ قومہ‘ رکوع‘ سجود وغیرہ میں قصر اور کمی مراد ہے نہ کہ کمیت میں یعنی تعداد رکعات میں تخفیف کرنا۔ ضحاک‘ مجاہد اور سدی رحمہم اللہ کا یہی قول ہے جیسے کہ آ رہا ہے‘ اس کی ایک دلیل امام مالک کی روایت کردہ یہ حدیث بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نماز دو دو رکعتیں ہی سفر حضر میں فرض کی گئی تھی پھر سفر میں تو وہی دو رکعتیں رہیں اور اقامت کی حالت میں دو اور بڑھا دی گئیں‘[3] پس علماء کی یہ جماعت کہتی ہے کہ اصل نماز دو رکعتیں تھیں تو پھر اس آیت میں قصر سے مراد کمیت یعنی رکعتوں کی تعداد میں کمی کیسے ہو سکتی ہے؟ اس قول کی بہت بڑی تائید صراحتاً اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مسند احمد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ بزبان نبی ﷺ سفر کی دو رکعتیں ہیں اور ضحیٰ کی نماز بھی دو رکعت ہے اور عید الفطر کی نماز بھی دو رکعت ہے اور جمعہ کی نماز بھی دو رکعت ہے یہی پوری نماز ہے قصر والی نہیں‘[4] یہ حدیث نسائی‘ ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں بھی ہے اس کی سند بہ شرط مسلم ہے۔ اس کے راوی ابن ابی لیلیٰ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سننا ثابت ہے جیسے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھا ہے اور خود اس روایت میں اور اس کے علاوہ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب تقصیر : باب الصلاۃ بمنی (۱۰۸۳) صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب قصر الصلاۃ بمنی (۶۹۶) ابوداؤد : کتاب المناسك : باب القصر لاھل مکة (۱۹۶۵) مسند احمد (۳۰۶/۴)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری (۱۰۸٤)، (۱٦٥۷)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلاۃ : باب کیف فرضت الصلوت فی الاسراء (۳٥۰) صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب صلاۃ المسافرین (٦۸٥) ابوداؤد : کتاب صلاۃ السفر : باب صلاۃ السفر (۱۱۹۸) نسائی : کتاب الصلاۃ : باب کیف فرضت الصلاۃ (٤٥٤)]

[4] [صحیح : ابن ماجه : کتاب اقامة الصلاۃ : باب تقصیر الصلاۃ فی السفر (۱۰٦۳) نسائی : کتاب الجمعة : باب عدد صلاۃ الجمعة (۱٤۲۱) مسند احمد (۳۷/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه، صحیح ترمذی، ارواء الغلیل (٦۳۸)]

بھی صراحتاً موجود ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے انشاء اللہ۔ گو بعض محدثین سننے پر فیصلہ دینے کے قائل نہیں، لیکن اسے مانتے ہوئے بھی اس سند میں کمی واقع نہیں ہوتی کیونکہ بعض طرق میں ابن ابی لیلیٰ کا ایک ثقہ سے اور ان کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سننا مروی ہے، اور ابن ماجہ میں ان کا کعب بن عجرہ سے روایت کرنا بھی مروی ہے۔ فاللہ اعلم۔ مسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی نماز کو اقامت کی حالت میں چار رکعت فرض کی ہے اور سفر میں دو رکعت اور خوف میں ایک رکعت [1] پس جیسے کہ قیام میں اس سے پہلے اور اس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے یا پڑھی جاتی تھی اسی طرح سفر میں بھی اور اس روایت میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت میں جو اوپر گذری کہ حضر میں اللہ تعالیٰ نے دو رکعتیں ہی فرض کی تھیں گویا کچھ منافات نہیں اس لیے کہ اصل دو ہی تھیں بعد میں دو اور بڑھا دی گئیں پھر حضر کی چار رکعت ہو گئیں تو اب کہہ سکتے ہیں کہ اقامت کی حالت میں فرض چار رکعتیں ہیں۔ جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت میں ہے واللہ اعلم۔ الغرض یہ دونوں روایتیں اسے ثابت کرتی ہیں کہ سفر میں دو رکعت نماز ہی پوری نماز ہے کم نہیں اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ثابت ہو چکا ہے۔ مراد اس میں قصر کیفیت ہے جیسے کہ صلوٰۃ خوف میں ہے اسی لیے فرمایا ہے اگر تم ڈرو اس بات سے کہ کافر تمہیں فتنے میں ڈال دیں گے اور اس کے بعد فرمایا جب تو ان میں ہو اور نماز پڑھو تو بھی۔

پھر قصر کا مقصود صفت اور کیفیت بھی بیان فرما دی امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب صلوٰۃ خوف کو اسی آیت ﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ﴾ سے ﴿مُّهِيْنًا﴾ تک لکھ کر شروع کیا ہے۔

ضحاک رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ لڑائی کے وقت ہے انسان اپنی سواری پر نماز دو تکبیریں پڑھ لے اس کا منہ جس طرف بھی ہو اسی طرف صحیح ہے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سفر میں جب تو نے دو رکعت پڑھیں تو وہ قصر کی پوری مقدار ہے ہاں جب کافروں کی فتنہ انگیزی کا خوف ہو تو ایک ہی رکعت قصر ہے۔ اور یہ بجز ایسے خوف کے وقت کے حلال نہیں۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت سے مراد وہ دن ہے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عسفان میں تھے اور مشرک ضجنان میں تھے ایک دوسرے سے برسرپیکار بالکل تیار ادھر ظہر کی نماز کا وقت آ گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسب معمول چار رکعتیں پوری ادا کیں پھر مشرکین نے سامان و اسباب کو لوٹ لینے کا ارادہ کیا، [2] ابن جریر اسے مجاہد اور سدی رحمہما اللہ اور جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اسی کو کہتے ہیں کہ یہی ٹھیک ہے۔ حضرت خالد بن اسید، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہتے ہیں صلوٰۃ خوف کے قصر کا حکم تو ہم کتاب اللہ میں پاتے ہیں لیکن صلوٰۃ مسافر کے قصر کا حکم کتاب اللہ میں نہیں ملتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جواب دیتے ہیں ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں نماز کو قصر کرتے ہوئے پایا اور ہم نے

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : كتاب صلاة المسافرين : باب صلاة المسافرين (٦٨٧) ابوداؤد : كتاب صلاة السفر : باب من قال يصلي بكل طائفة ركعة (١٢٤٧) ابن ماجه (١٠٦٤)]

[2] [تفسير ابن ابي حاتم (٥٩٨٩/٣)]

بھی اس پر عمل کیا۔ [1] خیال فرمایئے کہ اس میں قصر کا اطلاق صلوٰۃ خوف پر کیا اور آیت سے مراد صلوٰۃ خوف لی اور صلوٰۃ مسافر کو اس میں شامل نہیں کیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اس کا اقرار کیا۔ اس آیت سے مسافرت کی نماز کا قصر بیان نہیں فرمایا بلکہ اس کے لیے فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سند بتایا۔ اس سے زیادہ صراحت والی روایت ابن جریر کی ہے کہ حضرت سماک آپ سے صلوٰۃ پوچھتے ہیں آپ فرماتے ہیں سفر کی نماز دو رکعت ہے اور یہی دو رکعت سفر کی پوری نماز ہے قصر نہیں' قصر تو صلوٰۃ خوف میں ہے کہ امام ایک جماعت کو ایک رکعت پڑھاتا ہے دوسری جماعت دشمن کے سامنے ہے پھر یہ چلے گئے وہ آ گئے ایک رکعت امام نے انہیں پڑھائی تو امام کی دو رکعت ہوئیں اور ان دونوں جماعتوں کی ایک ایک رکعت ہوئی۔ [2]

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَوٰةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓا
أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَىٰ
لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِينَ
كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً
وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰ
أَن تَضَعُوٓا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿١٠٢﴾

جب تو ان میں ہو اور انہیں نماز میں کھڑا کر لے تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت تو تیرے ساتھ اپنے ہتھیار لیے کھڑی ہو۔ پھر جب یہ سجدہ کر چکیں تو یہ تو ہٹ کر تمہارے پیچھے آ جائیں اور وہ دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آ جائے اور تیرے ساتھ نماز ادا کرے اور اپنا بچاؤ اور اپنے ہتھیار لیے رہیں' کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے بے خبر ہو جاؤ تو وہ تم پر اچانک دھاوا بول دیں' ہاں اپنے ہتھیار اتار رکھنے میں اس وقت تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ تمہیں تکلیف ہو بوجہ بارش کے یا بہ سبب بیمار ہو جانے کے' اپنے بچاؤ کی چیزیں ساتھ لیے رہو' اللہ تعالیٰ نے منکروں کے لیے ذلت کی مار تیار کر رکھی ہے ○

نماز خوف: نماز خوف کی کئی قسمیں مختلف صورتیں اور حالتیں ہیں' کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ دشمن قبلہ کی طرف کبھی دشمن دوسری جانب ہوتا ہے' نماز بھی کبھی چار رکعت ہوتی ہے کبھی تین رکعت جیسے مغرب اور فجر کی دو' صلوٰۃ سفر کبھی جماعت سے ادا کرنی ممکن ہوتی ہے کبھی لشکر اس طرح باہم گتھے ہوئے ہوتے ہیں کہ نماز باجماعت ممکن ہی نہیں ہوتی بلکہ الگ الگ قبلہ کی طرف اور غیر قبلہ کی طرف پیدل اور سوار جس طرح ممکن ہو پڑھی جاتی ہے بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے جو جائز بھی ہے کہ دشمنوں کے حملوں سے بچتے بھی جائیں ان پر برابر حملے بھی کرتے جائیں اور نماز بھی ادا

[1] [صحیح: ابن ماجه: كتاب اقامة الصلاة: باب تقصير الصلاة في السفر (١٠٦٦) تفسير ابن جرير الطبري (١٠٣٢٣) مسند احمد (٩٤/٢)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٠٣٣٢)]

کرتے جائیں' ایسی حالت میں صرف ایک رکعت ہی نماز پڑھی جاتی ہے جس کے جواز میں علماء کا فتویٰ ہے اور دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جو اس سے اگلی آیت کی تفسیر میں بیان ہو چکی ہے۔ عطاء' جابر' حسن' مجاہد' حکم' قتادہ' حماد' طاؤس' ضحاک' محمد بن نصر مروزی' ابن حزم رحمہ اللہ کا یہی فتویٰ ہے' صبح کی نماز میں ایک ہی رکعت اس حالت میں رہ جاتی ہے' اسحٰق راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایسی دوڑ دھوپ کے وقت ایک ہی رکعت کافی ہے۔ ارشاد ہے ادا کر لے اگر اس قدر پر بھی قادر نہ ہو تو سجدہ کر لے یہ بھی ذکر اللہ ہے' اور لوگ کہتے ہیں صرف ایک تکبیر ہی کافی ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ ایک سجدہ اور ایک تکبیر سے مراد بھی ایک رکعت ہو۔ جیسے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا فتویٰ ہے اور یہی قول ہے جابر بن عبداللہ' عبداللہ بن عمر کعب وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا۔

سدی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں لیکن جن لوگوں کا قول صرف ایک تکبیر کا ہی بیان ہوا ہے اس کا بیان کرنے والے اسے پوری رکعت پر محمول نہیں کرتے بلکہ صرف تکبیر ہی جو ظاہر ہے مراد لیتے ہیں جیسے کہ اسحٰق بن راہویہ کا مذہب ہے' امیر عبدالوہاب بن بخت مکی بھی اسی طرف گئے ہیں وہ یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو اسے اپنے نفس میں بھی نہ چھوڑے یعنی نیت کر لے واللہ اعلم۔ (لیکن صرف نیت کے کر لینے یا صرف اللہ اکبر کہہ لینے پر اکتفا کرنے یا صرف ایک ہی سجدہ کر لینے کی کوئی دلیل قرآن وحدیث سے نظر سے نہیں گذری۔ واللہ اعلم۔ مترجم)

بعض علماء نے ایسے خاص اوقات میں نماز کو تاخیر کر کے پڑھنے کی رخصت بھی دی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق میں سورج ڈوب جانے کے بعد ظہر عصر کی نماز پڑھی تھی پھر مغرب عشاء،[1] پھر اس کے بعد بنو قریظہ کی جنگ کے دن ان کی طرف جنہیں بھیجا تھا انہیں تاکید کر دی تھی کہ تم میں سے کوئی بھی بنو قریظہ تک پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھے یہ جماعت ابھی راستے میں ہی تھی تو عصر کا وقت آ گیا بعض نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس فرمان سے صرف یہی تھا کہ ہم جلدی بنو قریظہ پہنچیں نہ یہ کہ نماز کا وقت ہو جائے تو بھی نماز نہ پڑھیں چنانچہ ان لوگوں نے تو راستے میں ہی بر وقت نماز ادا کر لی اوروں نے بنو قریظہ پہنچ کر نماز پڑھی جبکہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ جب اس بات کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو آپ نے دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک کو بھی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی[2] ہم نے اس پر تفصیلی بحث اپنی کتاب السیرۃ میں کی ہے اور اسے ثابت کیا ہے کہ صحیح بات کے قریب وہ جماعت تھی جنہوں نے وقت پر نماز ادا کر لی گو دوسری جماعت بھی معذور تھی' مقصود یہ ہے کہ اس جماعت نے جہاد کے موقعہ پر دشمنوں پر تاخت کرتے ہوئے ان کے قلعے کی طرف یورش جاری رکھتے ہوئے نماز کو موخر کر دیا' دشمنوں کا یہ گروہ ملعون یہودیوں کا تھا جنہوں نے عہد توڑ دیا تھا اور صلح کے خلاف کیا تھا۔ لیکن جمہور کہتے ہیں صلوٰۃ خوف کے نازل ہونے سے یہ سب منسوخ ہو گیا یہ واقعات اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کے ہیں

---

[1] [حسن: ترمذی: کتاب الصلاۃ: باب ماجآء فی الرجل (۱۷۹) نسائی: کتاب المواقیت: باب کیف یقضی الفائت من الصلاۃ (۶۲۳)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی، ارواء الغلیل (۱/ ۲۵۷)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب مرجع النبی من الاحزاب (۴۱۱۹) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب المبادرۃ بالغزو (۱۷۷۰)]

صلوٰۃ خوف کے حکم کے بعد اب جہاد کے وقت نماز کو وقت سے ٹالنا جائز نہیں رہا' ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی یہی ظاہر ہے جسے شافعی رحمہ اللہ نے مروی کیا ہے' لیکن صحیح بخاری کے باب ((اَلصَّلٰوۃُ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ الْحُصُوْنِ)) الخ' میں ہے کہ اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر فتح کی تیاری ہو اور نماز باجماعت کا امکان نہ ہو تو ہر شخص الگ الگ اپنی اپنی نماز اشارے سے ادا کر لے اگر یہ بھی نہ ہو سکتا ہو تو نماز میں تاخیر کر لیں یہاں تک کہ جنگ ختم ہو یا امن ہو جائے اس وقت دو رکعتیں پڑھ لیں اور اگر امن نہ ملے تو ایک رکعت ادا کر لیں صرف تکبیر کا کہہ لینا کافی نہیں۔ ایسا ہو تو نماز کو دیر کر کے پڑھیں جبکہ اطمینان نصیب ہو جائے حضرت مکحول رحمہ اللہ کا فرمان بھی یہی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تستر کے قلعہ کے محاصرے میں میں موجود تھا صبح صادق کے وقت دست بدست جنگ شروع ہوئی اور سخت گھمسان کا رن پڑا ہم لوگ نماز نہ پڑھ سکے اور برابر جہاد میں مشغول رہے جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں قلعہ پر قابض کر دیا اس وقت ہم نے دن چڑھے نماز پڑھی اس جنگ میں ہمارے امام حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس نماز کے متبادل ساری دنیا کی تمام چیزیں بھی مجھے خوش نہیں کر سکتیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ اس کے بعد جنگ خندق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمازوں کو تاخیر کرنے کا ذکر کرتے ہیں پھر بنو قریظہ والا واقعہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ تم بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھنا وارد کرتے ہیں گویا امام ہمام حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اسی سے اتفاق کرتے ہیں کہ ایسی اشد لڑائی اور پورے خطرے اور قرب فتح کے موقع پر اگر نماز موخر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ والا فتح تستر کا واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے کا ہے اور یہ منقول نہیں کہ خلیفۃ المسلمین نے یا کسی اور صحابی رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتراض کیا ہو اور یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ خندق کے موقع پر بھی صلوٰۃ خوف کی آیتیں موجود تھیں اس لیے کہ یہ آیتیں غزوہ ذات الرقاع میں نازل ہوئی ہیں اور یہ غزوہ غزوہ خندق سے پہلے کا ہے اور اس پر جمہور علماء سیر ومغازی کا اتفاق ہے' محمد بن اسحٰق' موسیٰ بن عقبہ واقدی' محمد بن سعد کاتب واقدی' اور خلیفہ بن خیاط وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں' ہاں امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے کہ غزوہ ذات الرقاع خندق کے بعد ہوا تھا بہ سبب بحوالہ حدیث ابو موسیٰ کے اور یہ خود خیبر میں ہی آئے تھے واللہ اعلم' لیکن سب سے زیادہ تعجب تو اس امر پر ہے کہ قاضی ابو یوسف مزنی ابراہیم بن اسماعیل بن علیہ کہتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف منسوخ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ خندق میں دیر کر کے نماز پڑھنے سے۔ یہ قول بالکل ہی غریب ہے اس لیے کہ غزوہ خندق کے بعد کی صلوٰۃ خوف کی حدیثیں ثابت ہیں' اس دن کی نماز کی تاخیر کو مکحول اور اوزاعی رحمہما اللہ کے قول پر ہی محمول کرنا زیادہ قوی اور زیادہ درست ہے یعنی ان کا وہ قول جو بحوالہ بخاری بیان ہوا کہ قرب فتح اور عدم امکان صلوٰۃ خوف کے باوجود تاخیر جائز ہے واللہ اعلم۔ آیت میں حکم ہوتا ہے کہ جب تو انہیں باجماعت نماز پڑھائے۔ یہ حالت پہلی حالت کے سوا ہے اس وقت یعنی انتہائی خوف کے وقت تو ایک ہی رکعت جائز ہے اور وہ بھی الگ' الگ' پیدل' سوار قبلہ کی طرف منہ کر کے یا نہ کر کے' جس طرح ممکن ہو' جیسے کہ حدیث گذر چکی ہے۔ یہ امامت اور جماعت کا حال

بیان ہورہا ہے جماعت کے واجب ہونے پر یہ آیت بہترین اور مضبوط دلیل ہے کہ جماعت کی وجہ سے بہت کمی کر دی گئی۔ اگر جماعت واجب نہ ہوتی تو صرف ایک رکعت جائز نہ کی جاتی۔ بعض نے اس سے ایک اور استدلال بھی کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس میں چونکہ یہ لفظ ہیں کہ جب تو ان میں ہو اور یہ خطاب نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم سے ہے تو معلوم ہوا کہ صلوٰۃ خوف کا حکم آپ کے بعد منسوخ ہے، یہ استدلال بالکل ضعیف ہے۔

یہ استدلال تو ایسا ہی ہے جیسا استدلال ان لوگوں کا تھا جو زکوٰۃ خلفائے راشدین سے روک بیٹھے تھے اور کہتے تھے کہ قرآن میں ہے ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ [1] الخ، یعنی تو ان کے مالوں سے زکوٰۃ لے جس سے تو انہیں پاک صاف کرے اور تو ان کے لیے رحمت کی دعا کر تیری دعا ان کے لیے باعث تسکین ہے۔ تو ہم آپ کے بعد کسی کو زکوٰۃ نہ دیں گے بلکہ ہم آپ اپنے ہاتھ سے خود جسے چاہیں دیں گے اور صرف اسی کو دیں گے جس کی دعا ہمارے لیے سبب سکون بنے۔ لیکن یہ استدلال ان کا بے معنی تھا اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے رد کر دیا اور انہیں مجبور کیا کہ یہ زکوٰۃ ادا کریں بلکہ ان میں سے جن لوگوں نے اسے روک لیا تھا ان سے جنگ کی۔

آیئے ہم آیت کی صفت بیان کرنے سے پہلے اس کا شان نزول بیان کر دیں ابن جریر میں ہے کہ بنونجار کی ایک قوم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم برابر ادھر ادھر آمد و رفت کیا کرتے ہیں، ہم نماز کس طرح پڑھیں تو اللہ عزوجل نے اپنا یہ قول نازل فرمایا ﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ [2] اس کے بعد سال بھر تک کوئی حکم نہ آیا پھر جبکہ آپ ایک غزوے میں ظہر کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو مشرکین کہنے لگے افسوس کیا ہی اچھا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا کاش کہ نماز کی حالت میں ہم یکبارگی ان پر حملہ کر دیتے، اس پر بعض مشرکین نے کہا یہ موقعہ تو تمہیں پھر بھی ملے گا اس کے تھوڑی دیر بعد ہی یہ دوسری نماز (یعنی نماز عصر) کے لیے کھڑے ہوں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے عصر کی نماز سے پہلے اور ظہر کی نماز کے بعد ﴿اِنْ خِفْتُمْ﴾ والی پوری دو آیتوں تک نازل فرما دیں اور کافر ناکام رہے خود اللہ تعالیٰ وقدوس نے صلوٰۃ خوف کی تعلیم دی۔ [3] گو یہ سیاق نہایت ہی غریب ہے لیکن اسے مضبوط کرنے والی اور روایتیں بھی ہیں۔

حضرت ابوعیاش زرقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عسفان میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے خالد بن ولید اس وقت اسلام نہیں لائے تھے اور مشرکین کے لشکر کے سردار تھے یہ لوگ ہمارے سامنے پڑاؤ ڈالے تھے تب ہم نے قبلہ رخ ظہر کی نماز جب ہم نے ادا کی تو مشرکوں کے منہ میں پانی بھر آیا اور وہ کہنے لگے افسوس ہم نے موقعہ ہاتھ سے کھو دیا وقت تھا کہ یہ نماز میں مشغول تھے ادھر ہم ان پر دفعتاً دھاوا بول دیتے پھر ان میں کے بعض جاننے والوں نے کہا خیر کوئی بات نہیں اس کے بعد ان کی ایک اور نماز کا وقت آ رہا ہے اور وہ نماز تو انہیں اپنے بال بچوں سے بلکہ اپنی

---

[1] [سورۃ التوبۃ : آیت ۱۰۳] [2] [سورۃ النسآء: آیت ۱۰۱]

[3] [**ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰۳۱۹) الدر المنثور للسیوطی (۹۲۷۳/۲)] اس کی سند میں عبداللہ بن ہاشم راوی مجہول ہے۔]

جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہے اس وقت سہی۔ پس ظہر عصر کے درمیان اللہ عزوجل نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نازل فرمایا اور آیت ﴿اِذْ كُنْتَ فِيْهِمْ﴾ اتاری چنانچہ عصر کی نماز کے وقت ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہم نے ہتھیار سجا لیے اور اپنی دو صفیں کر کے حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے قیام میں رکوع میں قومہ میں سب کے سب ساتھ رہے جب آپ سجدے میں گئے تو دو صفوں میں سے پہلی صف آپ کے ساتھ سجدے میں گئی اور دوسری صف کھڑی کی کھڑی ان کی نگہبانی کرتی رہی جب سجدوں سے فارغ ہو کر یہ لوگ کھڑے ہو گئے تو اب دوسری صف والے سجدے میں گئے جب یہ دونوں سجدے کر چکے تو اب پہلی صف والے دوسری صف کی جگہ چلے گئے اور دوسری صف والے پہلی صف والوں کی جگہ آ گئے' پھر قیام رکوع اور قومہ سب نے حضور ﷺ کے ساتھ ہی ساتھ ادا کیا اور جب آپ سجدے میں گئے تو صف اول آپ کے ساتھ سجدے میں گئی اور دوسری صف والے کھڑے ہوئے پہرہ دیتے رہے جب یہ سجدوں سے فارغ ہو گئے اور التحیات میں بیٹھے تب دوسری صف کے لوگوں نے سجدے کیے اور التحیات میں سب کے سب ساتھ مل گئے اور سلام بھی حضور ﷺ کے ساتھ سب نے ایک ساتھ پھیرا۔ صلوٰۃ خوف ایک بار تو آپ نے یہاں عسفان میں پڑھی اور دوسری مرتبہ بنو سلیم کی زمین میں۔ یہ حدیث مسند احمد ابوداؤد اور نسائی میں بھی ہے [1] اس کی اسناد صحیح ہے اور شاہد بھی بکثرت ہیں۔ بخاری میں بھی یہ روایت اختصار کے ساتھ ہے اور اس میں ہے باوجودیکہ سب لوگ نماز میں تھے لیکن ایک دوسرے کی چوکیداری کر رہے تھے۔ [2] ابن جریر میں ہے کہ سلیمان بن قیس یشکری رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا نماز کے قصر کرنے کا حکم کب نازل ہوا؟ تو آپ نے فرمایا قریشیوں کا ایک قافلہ شام سے آ رہا تھا ہم اس کی طرف چلے۔ وادی نخل میں پہنچے تو ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور کہنے لگا کیا آپ مجھ سے ڈرتے نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا آپ کو مجھ سے اس وقت کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ مجھے تجھ سے بچا لے گا پھر تلوار کھینچ لی اور ڈرایا دھمکایا' پھر کوچ کی منادی ہوئی اور آپ ہتھیار سجا کر چلے۔ پھر اذان ہوئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ایک حصہ آپ کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا اور دوسرا حصہ پہرہ دے رہا تھا جو آپ کے متصل تھے وہ دو رکعت آپ کے ساتھ پڑھ کر پیچھے والوں کی جگہ چلے گئے اور پیچھے والے اب آگے بڑھ آئے اور ان اگلوں کی جگہ کھڑے ہو گئے انہیں بھی حضور ﷺ نے دو رکعت پڑھا دیں پھر سلام پھیر دیا پس حضور ﷺ کی چار رکعت ہوئیں اور سب کی دو دو ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے نماز کی کمی کا اور ہتھیار لیے رہنے کا حکم نازل فرمایا۔ [3] مسند احمد میں ہے کہ جو شخص تلوار تانے رسول

---

[1] [صحیح: مسند احمد (٤/٥٩) ابوداؤد: کتاب صلاة السفر: باب صلاة الخوف (١٢٣٦) نسائی: کتاب صلاة الخوف (١٥٥١) شرح معانی الآثار (١/٣١٨)] امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ [الاصابة (٤/١٤٣)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب صلاة الخوف: باب یحرس بعضهم بعضا (٩٤٤)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٠٣٣٠)]

اللہ ﷺ پر حملہ آور ہوا تھا یہ دشمن کے قبیلے میں سے تھا اس کا نام غورث بن حارث تھا جب آپ نے اللہ کا نام لیا تو اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی آپ نے تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس سے کہا اب تو بتا کہ تجھے کون بچائے گا تو وہ معافی مانگنے لگا کہ مجھ پر آپ رحم کیجیے آپ نے فرمایا کیا تو اللہ کے ایک ہونے کی اور میرے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہے؟ اس نے کہا یہ تو نہیں ہاں میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ سے لڑوں گا نہیں اور ان لوگوں کا ساتھ نہ دوں گا جو آپ سے برسر پیکار ہوں آپ نے اسے معافی دے دی۔ جب یہ اپنے والوں میں آیا تو کہنے لگا روئے زمین پر حضور ﷺ سے بہتر کوئی شخص نہیں۔ [1] اور روایت میں ہے کہ یزید فقیر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سفر میں جو دو رکعت ہیں کیا یہ قصر کہلاتی ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ پوری نماز ہے قصر تو بوقت جہاد ایک رکعت ہے پھر صلوٰۃ خوف کا اسی طرح ذکر کیا اس میں یہ بھی ہے کہ آپ کے سلام کے ساتھ آپ کے پیچھے والوں نے اور ان لوگوں نے سلام پھیرا اور اس میں دونوں حصہ فوج کے ساتھ ایک ایک رکعت پڑھنے کا بیان ہے پس سب کی ایک ایک رکعت ہوئی اور حضور ﷺ کی دو رکعتیں۔ [2]

اور روایت میں ہے کہ ایک جماعت آپ کے پیچھے صف بستہ نماز میں تھی اور ایک جماعت دشمن کے مقابل تھی پھر ایک رکعت کے بعد آپ کے پیچھے والے اگلوں کی جگہ آ گئے اور یہ پیچھے آ گئے۔ یہ حدیث بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ [3] ایک اور حدیث جو بہ روایت سالم عن ابیہ مروی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ پھر کھڑے ہو کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک ایک رکعت اپنی اپنی ادا کر لی۔ [4] اس حدیث کی بھی بہت سی سندیں اور بہت سے الفاظ ہیں حافظ ابوبکر بن مردویہ نے ان سب کو جمع کر دیا' اور اسی طرح ابن جریر نے بھی' ہم اسے کتاب احکام کبیر میں لکھنا چاہتے ہیں ان شاء اللہ۔ خوف کی نماز میں ہتھیار لیے رہنے کا حکم بعض کے نزدیک تو بطور وجوب کے ہے کیونکہ آیت کے ظاہری الفاظ ہیں امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور اسی کی تائید اس آیت کے پچھلے فقرے سے بھی ہوتی ہے کہ بارش یا بیماری کی وجہ سے ہتھیار اتار رکھنے میں تم پر گناہ نہیں اپنا بچاؤ ساتھ لیے رہو یعنی ایسے تیار رہو کہ وقت آتے ہی بے تکلف و بے تکلیف ہتھیار سے آراستہ ہو جاؤ۔ اللہ نے کافروں کے لیے اہانت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٣/٣٩٠) مسند ابویعلی (١٧٧٨) شرح معانی الآثار (١٠٩٦)] شیخ شعیب ارناؤوط اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔[الموسوعة الحدیثیة (١٥١٩٠)]

[2] [حسن : تفسیر ابن ابی حاتم (٥٨٩٨/٤) نسائی (١٥٤) طحاوی (١/٣١٠)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

[3] [صحیح : مسند احمد (٣/٢٩٨) ابن ابی شیبہ (٢/٤٦٢) صحیح ابن حبان (٢٨٦٩)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شیخین کی شرط پر صحیح کہتے ہی۔[الموسوعة الحدیثیة (١٤١٨٠)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب غزوة ذات الرقاع (٤١٣٣) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب صلاة الخوف (٨٣٩) ترمذی : کتاب الصلاة (٥٦٤) نسائی : کتاب صلاة الخوف (١٥٣٩) ابوداؤد : کتاب صلاة السفر (١٢٤٣) مسند احمد (١٤٧/٢)]

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝١٠٣ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝١٠٤

ع ۱۵/۱۲

پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے اللہ کا ذکر کرتے رہو اور جب اطمینان پاؤ تو نماز قائم کرو یقیناً نماز تو مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے ○ ان لوگوں کا پیچھا کرنے سے ہارے دل ہو کر بیٹھ نہ رہو' اگر تمہیں بے آرامی ہوتی ہے تو انہیں بھی تو تمہاری طرح بے آرامی ہوتی ہے' اور تم اللہ سے وہ آرزوئیں رکھتے ہو جو آرزوئیں انہیں نہیں' اللہ تعالیٰ دانا اور حکیم ہے ○

نماز خوف کے بعد ذکر: جناب باری عزاسمہ اس آیت میں حکم دیتا ہے کہ نماز خوف کے بعد اللہ کا ذکر بکثرت کیا کرو' گو ذکر اللہ کا حکم اور اس کی ترغیب وتاکید اور نمازوں کے بعد بلکہ ہر وقت ہی ہے' لیکن یہاں خصوصیت سے اس لیے بیان فرمایا ہے کہ یہاں بہت بڑی رخصت عنایت فرمائی ہے نماز میں تخفیف کر دی' پھر حالت نماز میں ادھر ادھر ہٹنا جانا اور آنا مصلحت کے مطابق جائز رکھا' جیسے حرمت والے مہینوں کے متعلق فرمایا ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو' جب کہ اور اوقات میں بھی ظلم ممنوع ہے لیکن ان پاک مہینوں میں اس سے بچاؤ کی مزید تاکید کی' تو فرمان ہوتا ہے کہ اپنی ہر حالت میں اللہ عز وجل کا ذکر کرتے رہو' اور جب اطمینان حاصل ہو جائے ڈر خوف نہ رہے تو باقاعدہ خشوع وخضوع سے ارکان نماز کو پابندی کے مطابق بجالاؤ' نماز پڑھنا وقت مقررہ پر منجانب اللہ فرض عین ہے' جس طرح حج کا وقت معین ہے اسی طرح نماز کا وقت بھی مقرر ہے' ایک وقت کے بعد دوسرا پھر دوسرے کے بعد تیسرا۔

پھر فرماتا ہے دشمنوں کی تلاش میں کم ہمتی نہ کرو چستی اور چالاکی سے گھات کی جگہ بیٹھ کر ان کی خبر لو' اگر قتل وزخم ونقصان تمہیں پہنچتا ہے تو کیا انہیں نہیں پہنچتا ؟ اسی مضمون کو ان الفاظ میں بھی ادا کیا گیا ہے ﴿اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ﴾ [1] الخ' پس مصیبت اور تکلیف کے پہنچنے میں تم اور وہ برابر ہیں' لیکن بہت بڑا فرق یہ ہے کہ تمہیں ذات عزاسمہ سے وہ امیدیں اور وہ آسرے ہیں جو انہیں نہیں' تمہیں اجر وثواب بھی ملے گا تمہاری نصرت وتائید بھی ہو گی' جیسے کہ خود باری تعالیٰ نے خبر دی ہے اور وعدہ کیا ہے' نہ اس کی خبر جھوٹی نہ اس کے وعدے ٹلنے والے' پس تمہیں بہ نسبت ان کے بہت تگ ودو چاہیے تمہارے دلوں میں جہاد کا ولولہ ہونا چاہیے' تمہیں اس کی رغبت کامل ہونی چاہیے' تمہارے دلوں میں اللہ کے کلمے کو مستحکم کرنے' توانا کرنے' پھیلانے اور بلند کرنے کی تڑپ ہر وقت موجود رہنی چاہیے اللہ تعالیٰ جو کچھ مقرر کرتا ہے' جو فیصلہ کرتا ہے' جو جاری کرتا ہے' جو شرع مقرر کرتا ہے' جو کام کرتا ہے سب میں پوری خبر کا مالک صحیح اور سچے علم والا ساتھ ہی حکمت والا بھی ہے' ہر حال میں ہر وقت سزاوار تعریف وحمد وہی ہے۔

---

[1] [سورۃ ال عمران: آیت ۱۴۰]

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ أَرٰىكَ اللّٰهُ ۚ وَلَا تَكُن
لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا
تُجٰدِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿١٠٧﴾
يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا
يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿١٠٨﴾ هٰٓأَنتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ
عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَن يُجٰدِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَمْ مَّن يَكُونُ
عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿١٠٩﴾

یقیناً ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تو لوگوں میں اس چیز کے ساتھ انصاف کرے جس سے اللہ نے تجھے شناسا کیا ہے' خیانت کرنے والوں کا حمایتی نہ بن ○ اللہ سے بخشش مانگتا رہ بیشک اللہ بخشش کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے ○ اور ان کی طرف سے جھگڑا نہ کر جو خود اپنی ہی خیانت کرتے ہیں۔ دغا باز گنہگار اللہ کو اچھا نہیں لگتا ○ لوگوں سے تو چھپ جاتے ہیں (لیکن) اللہ سے نہیں چھپ سکتے' وہ راتوں کے وقت جبکہ اللہ کی ناپسندیدہ باتوں کے خفیہ مشورے کرتے ہیں اس وقت بھی اللہ ان کے پاس ہوتا ہے' ان کے تمام اعمال کو وہ گھیرے ہوئے ہے ○ خبردار تم ہو وہ لوگ کہ دنیا میں تم ان کی حمایت کرتے ہو لیکن اللہ کے سامنے قیامت کے دن ان کی حمایت کون کرے گا؟ وہ کون ہے جو ان کا وکیل بن کر کھڑا ہو سکے گا؟ ○

حقیقت نہیں چھپتی: اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ قرآن کریم جو آپ پر اللہ نے اتارا ہے وہ مکمل طور پر اور ابتداء تا انتہا حق ہے' اس کی خبریں بھی حق' اس کے فرمان بھی برحق۔ پھر فرماتا ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان وہ انصاف کرو جو اللہ تعالیٰ تمہیں سمجھائے' بعض علمائے اصول نے اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ کو اجتہاد سے حکم کرنے کا اختیار دیا گیا تھا' اس کی دلیل بخاری و مسلم کی حدیث بھی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دروازے پر دو جھگڑنے والوں کی آواز سنی تو آپ باہر آئے اور فرمانے لگے میں ایک انسان ہوں جو سنتا ہوں اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں بہت ممکن ہے کہ ایک شخص زیادہ حجت باز اور چرب زبان ہو اور میں اس کی باتوں کو صحیح جان کر اس کے حق میں فیصلہ دے دوں اور جس کے حق میں فیصلہ کر دوں فی الواقع وہ حقدار نہ ہو تو وہ سمجھ لے کہ وہ اس کے لیے جہنم کا ٹکڑا ہے اب اسے اختیار ہے کہ لے لے یا چھوڑ دے۔[1] مسند احمد میں ہے کہ دو انصاری ایک ورثے کے بارے میں حضور ﷺ کے پاس اپنا قضیہ لائے واقعہ کو زمانہ گذر چکا تھا دونوں کے پاس گواہ کوئی نہ تھا تو

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الشہادات (۲۶۸۰) و کتاب الاحکام (۷۱۸۱) صحیح مسلم: کتاب الاقضیة (۱۷۱۳) ابن ماجه: کتاب الاحکام (۲۳۱۷) ترمذی: کتاب الاحکام (۱۳۳۹) مسند احمد (۶/۳۰۲)]

اس وقت آپ نے وہی حدیث بیان فرمائی اور فرمایا کہ میرے فیصلے کی بنا پر اپنے بھائی کا حق نہ لے لے اگر ایسا کرے گا تو قیامت کے دن اپنی گردن میں جہنم کی آگ لٹکا کر آئے گا اب تو وہ دونوں بزرگ رونے لگے اور ہر ایک کہنے لگا میں اپنا حق بھی اپنے بھائی کو دے رہا ہوں' حضور ﷺ نے فرمایا اب تم جاؤ اپنے طور پر جہاں تک تم سے ہو سکے ٹھیک ٹھیک حصے تقسیم کرو پھر قرعہ ڈال کر حصہ لے لو اور ہر ایک دوسرے کو اپنا رہا سہا غلطی کا حق معاف کر دو۔ ابوداؤد میں بھی یہ حدیث ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ میں تمہارے درمیان اپنی سمجھ سے ان امور میں فیصلہ کرتا ہوں جن میں کوئی وحی مجھ پر نازل شدہ نہیں ہوتی۔ (1)

ابن مردویہ میں ہے کہ انصار کا ایک گروہ ایک جہاد میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا وہاں ایک شخص کی ایک چادر کسی نے چرا لی اور اس چوری کا گمان طعمہ بن ابیرق کی طرف تھا حضور ﷺ کی خدمت میں یہ قصہ پیش ہوا چور نے اس چادر کو ایک شخص کے گھر میں اس کی بے خبری میں ڈال دیا اور اپنے کنبہ قبیلے والوں سے کہا میں نے چادر فلاں کے گھر میں ڈال دی ہے تم رات کو حضور ﷺ کے پاس جاؤ اور آپ سے ذکر کرو کہ ہمارا ساتھی تو چور نہیں چور فلاں ہے اور ہم نے پتہ لگا لیا ہے کہ چادر بھی اس کے گھر میں موجود ہے اس طرح آپ ہمارے ساتھی کی تمام لوگوں کے روبرو بریت کر دیجئے اور اس کی حمایت کیجیے ورنہ ڈر ہے کہ کہیں وہ ہلاک نہ ہو جائے آپ نے ایسا ہی کیا اس پر یہ آیتیں اتریں اور جو لوگ اپنے جھوٹ کو پوشیدہ کر کے حضور ﷺ کے پاس آئے تھے ان کے بارے میں ﴿يَسْتَخْفُوْنَ﴾ سے دو آیتیں نازل ہوئیں۔

پھر اللہ عزوجل نے فرمایا جو برائی اور بدی کا کام کرے اس سے مراد بھی یہی لوگ ہیں اور چور کے اور اس کے حمایتوں کے بارے میں فرمان اترا کہ جو گناہ اور خطا کرے اور نا کردہ گناہ کے ذمہ الزام لگائے وہ بہتان باز اور کھلا گنہگار ہے' (2) لیکن یہ سیاق غریب ہے بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ یہ آیت بنو ابیرق کے چور کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

یہ قصہ مطول ترمذی کتاب التفسیر میں بزبانی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس طرح مروی ہے کہ ہماری گھرانے کے بنو ابیرق قبیلے کا ایک گھر تھا جس میں بشر' بشیر اور مبشر تھے' بشیر ایک منافق شخص تھا اشعار میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہجو کرتا پھر ان کو کسی اور کی طرف منسوب کر کے خوب مزے لے کر پڑھا کرتا تھا' اصحاب رسول ﷺ جانتے تھے کہ یہی خبیث ان اشعار کا کہنے والا ہے' یہ لوگ جاہلیت کے زمانے سے ہی فاقہ مست چلے آتے تھے مدینے کے لوگوں کا اکثر کھانا جو اور کھجوریں تھیں' ہاں تونگر لوگ شام کے آئے ہوئے قافلے والوں سے میدہ خرید لیتے جسے وہ خود اپنے لئے مخصوص کر لیتے' باقی گھر والے عموماً جو اور کھجوریں ہی کھاتے میرے چچا رفاعہ بن زید نے

---

(1) [صحیح : مسند احمد (٦/٣٠٨) ابوداؤد : کتاب القضاۃ : باب فی قضاء القاضی اذا اخطاء (٣٥٨٣) مستدرك حاکم (٤/٩٥)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

(2) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٩/١٠٤١٣) تفسیر ابن ابی حاتم (٤/٥٩٥٣) الدر المنثور للسیوطی (٢/٣٨٤)] اس کی سند میں عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔]

بھی شام کے آئے ہوئے قافلے سے ایک بورا میدہ کا خریدا اور اپنے بالا خانے میں اسے محفوظ کر دیا جہاں ہتھیار زرہیں تلواریں وغیرہ بھی رکھی ہوئی تھیں رات کو چوروں نے نیچے سے نقب لگا کر اناج بھی نکال لیا اور ہتھیار بھی چرا لئے۔ صبح میرے چچا میرے پاس آئے اور سارا واقعہ بیان کیا' اب ہم تجسس کرنے لگے تو پتا چلا کہ آج رات کو بنو بیرق کے گھر میں آگ جل رہی تھی اور کچھ کھا پکا رہے تھے غالباً وہ تمہارے ہاں سے چوری کر گئے ہیں' اس سے پہلے جب اپنے گھرانے والوں سے پوچھ گچھ کر رہے تھے تو اس قبیلے کے لوگوں نے ہم سے کہا تھا کہ تمہارا چور لبید بن سہل ہے ہم جانتے تھے کہ لبید رضی اللہ عنہ کا یہ کام نہیں وہ ایک دیانت دار سچا مسلمان تھا۔ حضرت لبید رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی تو وہ آپے سے باہر ہو گئے تلوار تانے بنو ابیرق کے پاس آئے اور کہنے لگے یا تو تم میری چوری ثابت کرو ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا ان لوگوں نے ان کی برات کی اور معافی چاہ لی وہ چلے گئے۔ ہم سب کے سب پوری تحقیقات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ چوری بنو ابیرق نے کی ہے۔ میرے چچا نے مجھے کہا کہ تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دو میں نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا واقعہ بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ آپ ہمارے ہتھیار دلوا دیجئے غلہ کی ضرورت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اطمینان دلایا کہ اچھا میں اس کی تحقیق کروں گا۔ جب یہ خبر بنو ابیرق کو ہوئی تو انہوں نے اپنا ایک آدمی آپ کے پاس بھیجا جن کا نام اسیر بن عمرو تھا انہوں نے آ کر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ظلم ہو رہا ہے' بنو ابیرق تو صلاحیت اور اسلام والے لوگ ہیں انہیں قتادہ بن نعمان اور ان کے چچا چور کہتے ہیں اور بغیر کسی ثبوت اور دلیل کے چوری کا بدنما الزام ان پر رکھتے ہیں وغیرہ۔ پھر جب میں خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا تو آپ نے مجھ سے فرمایا یہ تو تم بہت برا کرتے ہو کہ دیندار اور بھلے لوگوں کے ذمے چوری چپکاتے ہو جب کہ تمہارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ میں چپ چاپ واپس چلا آیا اور دل میں سخت پشیمان ہوا اور پریشان تھا خیال آتا تھا کہ کاش کہ میں اس مال سے چپ چاپ دست بردار ہو جاتا اور آپ سے اس کا ذکر نہ ہی کرتا تو اچھا تھا۔ اتنے میں میرے چچا آئے اور مجھ سے پوچھا تم نے کیا کیا؟ میں نے سارا واقعہ ان سے بیان کیا جسے سن کر انہوں نے کہا ((وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ)) اللہ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔ ان کا جانا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی میں یہ آیتیں اتریں پس ﴿ خَآئِنِيْنَ ﴾ سے مراد بنو ابیرق ہیں' آپ کو استغفار کا حکم ہوا یہی آپ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا پھر ساتھ ہی فرما دیا گیا کہ اگر یہ لوگ استغفار کریں تو اللہ انہیں بخش دے گا۔ [1]

پھر فرمایا نا کردہ گناہ کے ذمہ اپنا گناہ تھوپنا بدترین جرم ہے۔ ﴿ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ تک۔ یعنی انہوں نے جو حضرت لبید رضی اللہ عنہ کی نسبت کہا کہ چور یہ ہیں جب یہ آیتیں اتریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ابیرق سے ہمارے ہتھیار دلوائے میں نے انہیں لے کر اپنے چچا کے پاس آیا یہ بیچارے بوڑھے تھے آنکھوں سے بھی کم نظر آتا تھا مجھ سے فرمانے لگے بیٹا جاؤ یہ سب ہتھیار اللہ کے نام خیرات کر دو' میں آج تک اپنے چچا کی نسبت قدرے بدگمان تھا کہ یہ

---

[1] [حسن: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ النسآء (۳۰۳۶) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰۴۱۱/۹) الدر المنثور للسیوطی (۳۸۲/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

دل سے اسلام میں پورے طور پر داخل نہیں ہوئے لیکن اس واقعہ نے یہ بدگمانی میرے دل سے دور کر دی اور میں ان کے سچے اسلام کا قائل ہو گیا۔ بشیر یہ آیتیں سن کر مشرکین میں جا ملا اور سلافہ بنت سعد بن سمیہ کے ہاں جا کر اپنا قیام کیا' اس کے بارے میں اس کے بعد کی آیتیں ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ﴾ سے ﴿بَعِيْدًا﴾ تک نازل ہوئیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کے اس فعل کی مذمت اور اس کی ہجو اپنے شعروں میں کی' ان اشعار کو سن کر ایک عورت کو بڑی غیرت آئی اور بشیر کا سب اسباب اپنے سر پر رکھ کر ابطح میدان میں پھینک آئی اور کہا تو کوئی بھلائی لے کر میرے پاس نہیں آیا بلکہ حسان کی ہجو کے اشعار لے کر آیا ہے میں تجھے اپنے ہاں نہیں ٹھہراؤں گی' [1] یہ روایت بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں سے مطول اور مختصر مروی ہے۔

ان منافقوں کی کم عقلی کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ جو اپنی سیاہ کاریوں کو لوگوں سے چھپاتے پھرتے ہیں بھلا ان سے کیا نتیجہ؟ اللہ تعالیٰ سے تو پوشیدہ نہیں رکھ سکتے' پھر انہیں خبردار کیا جا رہا ہے کہ تمہارے پوشیدہ راز بھی اللہ سے چھپ نہیں سکتے پھر فرماتا ہے مانا کہ دنیوی حاکموں کے ہاں جو ظاہرداری پر فیصلے کرتے ہیں تم نے غلبہ حاصل کر لیا۔ لیکن قیامت کے دن اللہ کے سامنے جو ظاہر و باطن کا عالم ہے تم کیا کر سکو گے؟ وہاں کسے وکیل بنا کر پیش کرو گے جو تمہارے جھوٹے دعوے کی تائید کرے' مطلب یہ ہے کہ اس دن تمہاری کچھ نہیں چلے گی۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰي نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗـــــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ ع ۱۴

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْھُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا مہربانی کرنے والا پائے گا ○ جو گناہ کرتا ہے اس کا بوجھ اسی پر ہے' اللہ بخوبی جاننے والا اور پوری حکمت والا ہے ○ جو شخص کوئی خطا یا گناہ کر کے کسی ناکردہ گناہ کے ذمہ تھوپ دے اس نے بڑا بہتان اٹھایا اور کھلا گناہ کیا ○ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحم تجھ پر نہ ہوتا تو ان کی ایک جماعت نے تجھے بہکانے کا قصد کر لیا تھا دراصل یہ اپنے آپ کو ہی گمراہ کرتے ہیں یہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب و حکمت اتاری ہے اور تجھے وہ سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا تھا' اللہ تعالیٰ کا تجھ پر بڑا بھاری فضل ہے ○

گناہگاروں کے لیے توبہ کا دروازہ: اللہ تعالیٰ اپنا کرم اور اپنی مہربانی کو بیان فرماتا ہے کہ جس گناہ سے جو کوئی توبہ کرے اللہ اس کی طرف مہربانی سے رجوع کرتا ہے' ہر وہ شخص جو رب کی طرف جھکے رب اپنی مہربانی سے اور اپنی وسعت رحمت سے اسے ڈھانپ لیتا ہے اور اس کے صغیرہ و کبیرہ گناہ کو بخش دیتا ہے چاہے وہ گناہ آسمان و زمین

اور پہاڑوں سے بھی بڑے ہوں' بنو اسرائیل میں جب کوئی گناہ کرتا تو اس کے دروازے پر قدرتی حروف میں کفارہ لکھا ہوا نظر آ جاتا تھا جو اسے ادا کرنا پڑتا اور انہیں یہ بھی حکم تھا کہ ان کے کپڑے پر اگر پیشاب لگ جائے تو اتنا کپڑا کتر واڈالیں اللہ نے اس امت پر آسانی کر دی پانی سے دھو لینا ہی کپڑے کی پاکی رکھی اور توبہ کر لینا ہی گناہ کی معافی' ایک عورت نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ عورت نے بدکاری کی پھر جب بچہ ہوا تو اسے مار ڈالا آپ نے فرمایا اس کی سزا جہنم ہے وہ روتی ہوئی واپس چلی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بلایا اور آیت ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ﴾ الخ' پڑھ کر سنائی تو نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور واپس لوٹ گئی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے پھر وہ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کر کے اللہ سے استغفار کرے تو اللہ اس کے اس گناہ کو بخش دیتا ہے پھر آپ نے یہ آیت اور آیت ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً﴾ [1] الخ' کی تلاوت کی۔اس حدیث کا پورا بیان ہم نے مسند ابوبکر رضی اللہ عنہ میں کر دیا ہے اور کچھ بیان سورہ آل عمران کی تفسیر میں بھی گذرا ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ مجلس میں سے اٹھ کر اپنے کسی کام کے لیے کبھی جاتے اور واپس تشریف لانے کا ارادہ بھی ہوتا تو جوتی یا کپڑا کچھ نہ کچھ چھوڑ جاتے' ایک مرتبہ آپ اپنی جوتی چھوڑے ہوئے اٹھے ڈولچی پانی کی ساتھ لے کر چلے میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا آپ کچھ دور جا کر بغیر حاجت پوری کئے واپس آئے اور فرمانے لگے میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور مجھے یہ پیغام دے گیا' پھر آپ نے آیت ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ﴾ الخ' پڑھی اور فرمایا میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ خوشخبری سنانے کے لیے راستے میں سے ہی لوٹ آیا ہوں۔

اس سے پہلے چونکہ آیت ﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ یعنی ہر برائی کرنے والے کو اس کی برائی کا بدلہ ملے گا اتر چکی تھی اس لیے صحابہ رضی اللہ عنہم بہت پریشان تھے' میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی نے زنا کیا ہو؟ چوری کی ہو؟ پھر وہ استغفار کرے تو اسے بھی اللہ بخش دے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں' میں نے دوبارہ پوچھا آپ نے کہا ہاں میں نے سہ بارہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ہاں گو ابو درداء کی ناک خاک آلود ہو۔پس حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث بیان کرتے اپنی ناک پر مار کر بتاتے۔اس کی اسناد ضعیف ہیں اور یہ حدیث غریب ہے۔

پھر فرمایا گناہ کرنے والا اپنا ہی برا کرتا ہے جیسے اور جگہ ہے کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا' ایک دوسرے کو نفع نہ پہنچا سکے گا' ہر شخص اپنے کرتوت کا ذمہ دار ہے' کوئی نہ ہوگا جو بوجھ اٹھائے' اللہ کا علم' اللہ کی حکمت اور الٰہی عدل ورحمت کے خلاف ہے کہ ایک گناہ کرے اور دوسرا پکڑا جائے۔پھر فرماتا ہے جو خود برا کام کر کے کسی بے گناہ کے سر تھوپ دے جیسے بنو ابیرق نے لبید رضی اللہ عنہ کا نام لے دیا جو واقعہ تفصیل وار اس سے اگلی آیت کی تفسیر میں بیان ہو چکا ہے' یا مراد زید بن سمین یہودی ہے جیسے بعض اور مفسرین کا خیال ہے کہ اس چوری کی تہمت اس قبیلے نے اس بے گناہ شخص کے ذمہ لگائی تھی اور خود ہی خائن اور ظالم تھے' آیت گو شان نزول کے اعتبار سے خاص ہے لیکن حکم

---

[1] [سورة ال عمران: آيت ۱۳۵]

کے اعتبار سے عام ہے جو بھی ایسا کرے وہ اللہ کی سزا کا مستحق ہے۔ اس کے بعد کی آیت ﴿ ولـولا ﴾ الخ‘ کا تعلق بھی اسی واقعہ سے ہے یعنی لبید بن عروہ اور ان کے ساتھیوں نے بنوابیرق کے چوروں کی حضور ﷺ کے سامنے برات اور ان کی پاکدامنی کا اظہار کر کے حضور ﷺ کو اصلیت سے دور رکھنے کا سارا کام پورا کر لیا تھا‘ لیکن اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی عصمت کا حقیقی نگہبان ہے آپ کو اس خطرناک موقعہ پر خائنوں کی طرف داری سے بچالیا اور اصلی واقعہ صاف کر دیا۔ کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت ہے۔ نزول وحی سے پہلے آپ جو نہ جانتے تھے ان کا علم پروردگار نے آپ کو بذریعہ وحی کر دیا جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ﴾ [1] سے پوری سورت تک اور آیت میں ہے ﴿ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ ﴾ [2] الخ اسی لیے یہاں بھی فرمایا یہ سب باتیں اللہ کا فضل ہیں جو آپ کے شامل حال ہے۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ
بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا
عَظِيْمًا ۝۱۱۴ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ
سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝۱۱۵

ع ۱۷ / ۱۴

ان کے اکثر مصلحتی مشورے بے خیر ہیں۔ ہاں بھلائی اس کے مشورے میں ہے جو خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم کرے‘ جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے ارادے سے یہ کام کرے اسے ہم یقیناً بہت بڑا ثواب دیں گے ○ جو شخص باوجود راہ ہدایت کی وضاحت ہو جانے کے بھی رسول (ﷺ) کا خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوا ہے اور اسے دوزخ میں ڈال دیں گے‘ وہ بہت بری جگہ ہے پہنچنے کی ○

پیغمبر اور مومنوں کے راستے کی مخالفت ہلاکت کا سبب: لوگوں کے اکثر کلام بے معنی ہوتے ہیں سوائے ان کے جن کی باتوں کا مقصد دوسروں کی بھلائی اور لوگوں میں میل ملاپ کرانا ہو‘ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کی عیادت کے لیے لوگ جاتے ہیں ان میں سعید بن حسان رحمہ اللہ بھی ہیں تو آپ فرماتے ہیں سعید رحمہ اللہ تم نے ام صالح کی روایت سے جو حدیث بیان کی تھی آج اسے پھر سناؤ‘ آپ سند بیان کر کے فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا انسان کی تمام باتیں قابل مواخذہ ہیں بجز اللہ کے ذکر اور اچھے کاموں کے بتانے اور برے کاموں سے روکنے کے‘ [3] حضرت سفیان نے کہا یہی مضمون اس آیت میں ہے‘ یہی مضمون آیت ﴿ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ ﴾ [4] الخ‘

---

[1] [سورة الشورى: آیت ٥٢] [2] [سورة القصص : آیت ٨٦]

[3] [ضعیف : مستدرك حاكم (٢/٥١٢) ترمذي : كتاب الذهد (٢٤١٢) ابن ماجه : كتاب الفتن (٣٩٧٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، التعلیق الرغیب (٤/١٠)]

[4] [سورة نبا : آیت ٣٨]

میں ہے، یہی مضمون سورۂ ﴿وَالْعَصْرِ﴾ [1] میں ہے۔ مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ لوگوں کی آپس میں محبت بڑھانے اور صلح صفائی کے لیے جو بھی بات کہے ادھر سے ادھر کہے یا قسم اٹھائے وہ جھوٹوں میں داخل نہیں، حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے آپ کو ادھر کی بات ادھر کہنے کی تین صورتوں میں اجازت دیتے ہوئے سنا ہے ”جہاد کی ترغیب میں، لوگوں میں صلح کرانے اور میاں بیوی کو ملانے کی صورت میں“۔ یہ ہجرت کرنے والیوں اور بیعت کرنے والیوں میں سے ہیں۔ [2]

ایک اور حدیث میں ہے کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاؤں؟ جو روزہ نماز اور صدقہ سے بھی افضل ہے لوگوں نے خواہش کی تو آپ نے فرمایا وہ آپس میں اصلاح کرانا ہے فرماتے ہیں اور آپس کا فساد نیکیوں کو ختم کر دیتا ہے (ابوداؤد وغیرہ) [3] بزار میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے فرمایا آ میں تجھے ایک تجارت بتاؤں لوگ جب لڑ جھگڑ رہے ہوں تو ان میں مصالحت کرا دے جب ایک دوسرے سے رنجیدہ ہوں تو انہیں ملا دے۔ [4] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی بھلی باتیں رب کی رضا مندی خلوص اور نیک نیتی سے جو کرے وہ اجر عظیم پائے گا۔

جو شخص غیر شرعی طریق پر چلے یعنی شرع ایک طرف ہو اور اس کی راہ ایک طرف ہو۔ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ہو اور اس کا مقصد عمل اور ہو۔ حالانکہ اس پر حق واضح ہو چکا ہو دلیل دیکھ چکا ہو پھر بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر کے مسلمانوں کی صاف راہ سے ہٹ جائے تو ہم بھی اسے ٹیڑھی اور بری راہ پر ہی لگا دیتے ہیں اسے وہی غلط راہ اچھی اور بھلی معلوم ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ بیچوں بیچ جہنم میں جا پہنچتا ہے۔ مومنوں کی راہ کے علاوہ راہ اختیار کرنا دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی کے مترادف ہے جو کبھی تو شارع علیہ السلام کی صاف بات کے خلاف اور کبھی اس چیز کے خلاف ہوتا ہے جس پر ساری امت محمدیہ متفق ہے جس خطا سے انہیں اللہ نے بوجہ ان کی شرافت وکرامت کے محفوظ کر رکھا ہے۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں بھی ہیں اور ہم نے بھی احادیث اصول میں ان کا بڑا حصہ بیان کر دیا ہے، بعض علماء تو اس کے تواتر معنی کے قائل ہیں، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے غور وفکر کے بعد اس آیت سے امت کے اتفاق کی دلیل ہونے پر استدلال کیا ہے حقیقتاً یہی موقف بہترین اور قوی تر ہے، بعض دیگر ائمہ نے اس دلالت کو مشکل اور دور از آیت بھی بتایا ہے۔

---

[1] [سورة العصر: آيت ١، ٢]

[2] [صحيح : صحيح بخاري : كتاب الصلح : باب ليس الكاذب يصلح بين الناس (٢٦٩٢) صحيح مسلم : كتاب البرو الصلة : باب تحريم الكذب وبيان ما يباح منه (٢٦٠٥) ترمذي : كتاب البروالصلة : باب ماجاء في اصلاح ذات البين (١٩٣٨) ابوداؤد : كتاب الادب : باب في اصلاح ذات البين (٤٩٢٠) مسند احمد (٦/٤٠٣)]

[3] [صحيح : مسند احمد (٦/٤٤٤) ابوداؤد: كتاب الادب : باب في اصلاح ذات البين (٤٩١٩)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابوداود]

[4] [ضعيف : بزار في كشف الاستار (٢٠٦٠) الدر المنثور للسيوطي (٢/٣٩٢)] اس کی سند میں عبدالرحمن بن عبداللہ راوی متروک ہے۔

غرض ایسا کرنے والے کی رسی اللہ میاں بھی ڈھیلی چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ﴾ [1] اور ﴿فَلَمَّا زَاغُوا﴾ [2] اور ﴿وَنَذَرُهُمْ﴾ [3] یعنی ہم ان کی بے خبری میں آہستہ آہستہ مہلت بڑھاتے رہتے ہیں' ان کے بہکتے ہی ہم بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیتے ہیں' ہم انہیں ان کی سرکشی میں گم چھوڑ دیتے ہیں' بالآخر ان کی جائے بازگشت جہنم بن جاتی ہے' جیسے فرمان ہے ظالموں کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ قبروں سے اٹھائیں گے' اور جیسے فرمایا ظالم آگ کو دیکھ کر جان لے گا کہ اس میں کودنا پڑے گا لیکن کوئی صورت چھٹکارے کی نہ پائے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ
بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿116﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ
اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿117﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿118﴾
وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ
خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا
مُّبِيْنًا ﴿119﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿120﴾ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىھُمْ
جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿121﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
سَنُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ
حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿122﴾

وقف لازم

اسے تو اللہ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے ہاں شرک کے سوا کے گناہ جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے' اللہ کے ساتھ شریک کرنا والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا ○ یہ تو اللہ کو چھوڑ صرف عورتوں کو پکارتے ہیں اور در اصل یہ صرف سرکش شیطان کو پوجتے ہیں ○ جسے اللہ نے لعنت کی ہے اور اس نے بیڑا اٹھایا ہے کہ تیرے بندوں میں سے ازل میں مقرر شدہ حصہ میں لے کر رہوں گا ○ اور انہیں راہ سے بہکاتا رہوں گا اور باطل امیدیں دلاتا رہوں گا اور انہیں سکھاؤں گا کہ جانوروں کے کان چیر دیں اور ان سے کہوں گا کہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں' سنو جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنائے گا وہ صریح نقصان میں ڈوبے گا ○ وہ ان سے زبانی وعدے کرتا رہے گا اور سبز باغ دکھاتا رہے گا شیطان کے جو وعدے ان سے ہیں وہ سراسر فریب کاریاں ہیں ○ یہ لوگ ہیں جن کی جگہ جہنم ہے جہاں سے انہیں نہ بھاگنا ملے گا نہ چھٹکارا ○ اور جو ایمان لائیں اور بھلے کام کریں ہم انہیں ان جنتوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے چشمے جاری ہیں جہاں یہ ابدالآباد رہیں گے یہ ہے اللہ کا وعدہ جو سراسر سچا ہے۔ کون ہے جو اپنی بات میں اللہ سے زیادہ سچا ہو؟ ○

شرک کی حقیقت اور نقصان: اس سورت کے شروع میں پہلی آیت کے متعلق ہم پوری تفسیر کر چکے ہیں اور وہیں

---

[1] [سورة القلم: آیت 44] [2] [سورة الصف: آیت 5] [3] [سورة الانعام: آیت 110]

اس آیت سے تعلق رکھنے والی حدیثیں بھی بیان کر دی ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے قرآن کی کوئی آیت مجھے اس آیت سے زیادہ محبوب نہیں (1) (ترمذی) مشرکین سے دنیا اور آخرت کی بھلائی دور ہو جاتی ہے اور وہ راہ حق سے دور ہو جاتے ہیں وہ اپنے آپ کو اور اپنے دونوں جہانوں کو برباد کر لیتے ہیں' یہ مشرکین عورتوں کے پرستار ہیں' حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر صنم کے ساتھ ایک جنی عورت ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ﴿اِنَاثًا﴾ سے مراد بت ہیں' یہ قول اور بھی مفسرین کا ہے' ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مشرک فرشتوں کو پوجتے تھے اور انہیں اللہ کی لڑکیاں مانتے تھے (2) اور کہتے تھے کہ ان کی عبادت سے ہے ہماری اصل غرض اللہ عزوجل کی نزدیکی حاصل کرنا ہے اور ان کی تصویریں عورتوں کی شکل پر بناتے تھے پھر حکم کرتے تھے اور تقلید کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ صورتیں فرشتوں کی ہیں جو اللہ کی لڑکیاں ہیں۔ یہ تفسیر آیت ﴿اَفَرَاَيْتُمُ اللّٰتَ﴾ (3) الخ' کے مضمون سے خوب ملتی ہے جہاں ان کے بتوں کے نام لے کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ خوب انصاف ہے کہ لڑکے تو تمہارے اور لڑکیاں میری؟ اور آیت میں ہے ﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا﴾ (4) الخ' ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے غلام فرشتوں کو مونث سمجھ رکھا' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مراد مردے ہیں' حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر بے روح چیز اناث ہے خواہ خشک لکڑی ہو خواہ پتھر ہو' لیکن یہ قول غریب ہے۔

پھر ارشاد ہے کہ دراصل یہ شیطان کے پجاری ہیں کیونکہ وہی انہیں یہ راہ سجھاتا ہے اور یہ فی الحقیقت اسی کی مانتے ہیں' جیسے فرمان ہے ﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ﴾ (5) الخ' اے بنی آدم کیا میں نے تم سے شیطان کی عبادت نہ کرنے کا وعدہ نہیں لیا تھا؟ اسی وجہ سے فرشتے قیامت کے روز صاف کہہ دیں گے کہ ہماری عبادت کے دعویدار دراصل شیطانی پوجا کے پھندے میں تھے' شیطان کو رب نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور اپنی بارگاہ سے نکال باہر کیا ہے' اس نے بھی بیڑا اٹھا رکھا ہے کہ اللہ کے بندوں کو معقول تعداد میں بہکائے' مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے کو جہنم میں اپنے ساتھ لے جائے گا' ایک بچ رہے گا جو جنت کا مستحق ہوگا' شیطان نے کہا ہے کہ میں انہیں حق سے بہکاؤں گا اور انہیں امید دلاتا رہوں گا یہ توبہ ترک کر بیٹھیں گے' خواہشوں کے پیچھے پڑ جائیں گے موت کو بھول بیٹھیں گے نفس پروری اور آخرت سے غافل ہو جائیں گے' جانوروں کے کان کاٹ کر یا سوراخ دار کر کے اللہ کے سوا دوسروں کے نام کرنے کی انہیں تلقین کروں گا' اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بگاڑنا سکھاؤں گا جیسے جانوروں کو خصی کرنا۔

ایک حدیث میں اس سے بھی ممانعت آئی ہے (شاید مراد اس سے نسل منقطع کرنے کی غرض سے ایسا کرنا

---

(1) [ضعیف : ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة النسآء (۳۰۳۷)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف الاسناد کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] اس کی سند میں ثویر بن ابی فاختہ راوی ہے، اسے اہل علم ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [تفسیر ابن جریر الطبری (۹/۲۰۹)]　(3) [سورة النجم : آیت ۱۹]

(4) [سورة الزخرف : آیت ۱۹]　(5) [سورة یسین : آیت ۶۰]

ہے) ایک معنی یہ بھی کیے گئے ہیں کہ چہرے پر گودنا گدوانا' جو صحیح مسلم کی حدیث میں ممنوع ہے [1] اور جس کے کرنے والے پر اللہ کی لعنت وارد ہوئی ہے' [2] ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے مروی ہے کہ گودنے والیوں اور گدوانے والیوں' پیشانی کے بال نوچنے والیوں اور نچوانے والیوں اور دانتوں میں کشادگی کرنے والیوں پر جو حسن وخوبصورتی کے لیے اللہ کی بناوٹ کو بگاڑتی ہیں اللہ کی لعنت ہے میں ان پر لعنت کیوں نہ بھیجوں؟ جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جو کتاب اللہ میں موجود ہے پھر آپ نے آیت ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ﴾ الخ پڑھی [3] بعض اور مفسرین کرام رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ مراد اللہ کے دین کو بدل دینا ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾ [4] یعنی اپنا چہرہ قائم رکھ کر اللہ کے یکطرفہ دین کا رخ اختیار کرنا یہ اللہ کی وہ فطرت ہے جس پر تمام انسانوں کو اس نے پیدا کیا ہے اللہ کی خلق میں کوئی تبدیلی نہیں' اس سے پچھلے (آخری) جملے کو اگر امر کے معنی میں لیا جائے تو یہ تفسیر ٹھیک ہو جاتی ہے یعنی اللہ کی فطرت کو نہ بدلو لوگوں کو میں نے جس فطرت پر پیدا کیا ہے اسی پر رہنے دو' بخاری و مسلم میں ہے ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ پھر اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں جیسے بکری کا صحیح سالم بچہ بے عیب ہوتا ہے لیکن پھر لوگ اس کے کان وغیرہ کاٹ دیتے ہیں اور اسے عیب دار کر دیتے ہیں۔ [5] صحیح مسلم میں ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو یکسوئی والے دین پر پیدا کیا لیکن شیطان نے آکر انہیں بہکا دیا پھر میں نے اپنے حلال کو ان پر حرام کر دیا۔ [6]

شیطان کو دوست بنانے والا اپنا نقصان کرنے والا ہے جس نقصان کی کبھی تلافی نہ ہو سکے۔ کیونکہ شیطان انہیں سبز باغ دکھاتا رہتا ہے' غلط راہوں میں ان کی فلاح و بہبود کا یقین دلاتا ہے در اصل وہ بڑا فریب اور صاف دھوکا ہوتا ہے' چنانچہ شیطان قیامت کے دن صاف کہے گا اللہ کے وعدے سچے تھے اور میں تو وعدہ خلاف ہوں ہی میرا کوئی زور تم پر تھا ہی نہیں میری پکار کو سنتے ہی کیوں تم مست و بے عقل بن گئے؟ اب مجھے کیوں کوستے ہو؟ اپنے آپ کو برا کہو۔ شیطانی وعدوں کو صحیح جاننے والے اس کی دلائی ہوئی امیدوں کو پورا ہونے والی سمجھنے والے آخر جہنم

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب اللباس والزینة: باب النھی عن ضرب الحیوان (۲۱۱۶) ترمذی: کتاب الجہاد (۱۷۱۰) مسند احمد (۳/۳۱۸)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم (۲۱۱۷) صحیح ابن حبان (۵۶۲۶)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب المتفلجات للحسن (۵۹۳۱) صحیح مسلم: کتاب اللباس: باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة (۲۱۲۴)]

[4] [سورة الروم: آیت ۳۰]

[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب لا تبدیل لخلق الله (۴۷۷۵) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة (۲۶۵۸)]

[6] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب الصفات التی یعرف بھا فی الدنیا (۲۸۶۵)]

واصل ہوں گے جہاں سے چھٹکارا محال ہوگا۔

ان بدبختوں کے ذکر کے بعد اب نیک لوگوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جو دل سے میرے ماننے والے ہیں اور جسم سے میری تابعداری کرنے والے ہیں میرے احکام پر عمل کرتے ہیں میری منع کردہ چیزوں سے باز رہتے ہیں میں انہیں اپنی نعمتیں دوں گا انہیں جنتوں میں لے جاؤں گا جن کی نہریں جہاں یہ چاہیں خود بخود بہنے لگیں جن میں زوال، کمی یا نقصان بھی نہیں ہے، اللہ کا وعدہ اٹل اور بالکل سچا ہے اور یقیناً ہونے والا ہے اللہ سے زیادہ سچی بات اور کس کی ہوگی؟ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں نہ ہی کوئی اس کے سوا مربی ہے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے سب سے زیادہ سچی بات اللہ کا کلام ہے اور سب سے بہتر ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور تمام کاموں میں سب سے برا کام دین میں نئی بات نکالنا ہے اور ہر ایسی نئی بات کا نام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔ [1]

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَھُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع ۱۸ / ۱۵

حقیقت حال نہ تو تمہاری آرزو کے مطابق ہے اور نہ اہل کتاب کی امیدوں پر موقوف ہے جو برا کرے گا اس کی سزا پائے گا اور کسی کو نہ پائے گا جو اس کی حمایت و مدد اللہ کے پاس کر سکے۔ جو ایماندار ہو مرد ہو یا عورت اور وہ نیک اعمال کرے یقیناً ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور کھجور کے شگاف برابر بھی ان کا حق نہ مارا جائے گا ○ باعتبار دین کے اس سے اچھا کون ہے؟ جو اپنا منہ اللہ کے احکام پر دھر دے اور ہو بھی نیک کار ساتھ ہی یکسوئی والے ابراہیم (علیہ السلام) کے دین کی پیروی کر رہا ہو ابراہیم (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنا لیا ہے ○ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہر چیز کو گھیرے رکھنے والا ہے ○

آزمائش کفارۂ ذنوب: حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ اہل کتاب اور مسلمانوں میں چرچہ ہونے لگا اہل کتاب تو یہ کہہ کر اپنی فضیلت جتا رہے تھے کہ ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے کے ہیں اور

[1] [صحیح : صحيح مسلم : كتاب الجمعة : باب تخفيف الصلاة والخطبة (٨٦٧) ابن ماجه : مقدمه : باب اجتناب البدع والجدل (٤٥) نسائي : كتاب العيدين : باب كيف الخطبة (١٥٧٩) مسند احمد (٣/٣١٠)]

ہماری کتاب بھی تمہاری کتاب سے پہلے کی ہے اور مسلمان کہہ رہے تھے کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور ہماری کتاب تمام اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اس پر یہ آیتیں اتریں اور مسلمانوں کی سابقہ دین والوں پر فضیلت بیان ہوئی' مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ عرب نے کہا نہ تو ہم مرنے کے بعد جئیں گے نہ ہمیں عذاب ہوگا یہودیوں نے کہا صرف ہم ہی جنتی ہیں' یہی قول نصرانیوں کا بھی تھا اور کہتے تھے آگ ہمیں صرف چند دن ستائے گی' آیت کا مضمون یہ ہے کہ صرف اظہار کرنے اور دعویٰ کرنے سے صداقت وحقانیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ ایماندار وہ ہے جس کا دل صاف ہو اور عمل شاہد ہوں اور اللہ تعالیٰ کی دلیل اس کے ہاتھوں میں ہو' تمہاری خواہشیں اور زبانی دعوے کوئی وقعت نہیں رکھتے نہ اہل کتاب کی تمنائیں اور بلند باتیں نجات کا مدار ہیں بلکہ وقار ونجات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی فرماں برداری اور رسولوں کی تابعداری میں ہے' برائی کرنے والے کسی نسبت کی وجہ سے کہ اس برائی کے خمیازے سے چھوٹ جائیں ناممکن ہے بلکہ رتی رتی بھلائی اور برائی قیامت کے دن اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھ لیں گے۔

یہ آیت صحابہ رضی اللہ عنہم پر بہت گراں گذری تھی اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب نجات کیسے ہوگی؟ جبکہ ایک ایک عمل کا بدلہ ضروری ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے بخشے ابوبکر یہ سزا وہی ہے جو کبھی تیری بیماری کی صورت میں ہوتی ہے کبھی تکلیف کی صورت میں کبھی صدمے اور غم ورنج کی صورت میں اور کبھی بلا ومصیبت کی شکل میں۔ [1] (مسند احمد) اور روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر برائی کرنے والا دنیا میں بدلہ پالے گا۔ [2] ابن مردویہ میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام سے فرمایا دیکھو جس جگہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو سولی دی گئی ہے وہاں تم نہ چلنا۔ غلام بھول گیا' اب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نظر ابن زبیر رضی اللہ عنہما پر پڑی تو فرمانے لگے واللہ جہاں تک میری معلومات ہیں میری گواہی ہے کہ تو روزے دار اور نمازی اور رشتے ناتے جوڑنے والا تھا مجھے اللہ سے امید ہے کہ جو لغزشیں تجھ سے ہوگئیں ان کا بدلہ دنیا میں ہی مکمل ہوا اب تجھے اللہ کوئی عذاب نہیں دے گا پھر حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا جو شخص برائی کرتا ہے اس کا بدلہ دنیا میں ہی پا لیتا ہے' [3] دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو سولی پر دیکھ کر فرمایا اے ابوحبیب اللہ تجھ پر رحم کرے میں نے تیرے والد کی زبان سے یہ حدیث سنی ہے۔ [4]

---

[1] [صحیح بالشواهد : مسند احمد (۱/۱۱) بیهقی فی السنن الکبری (۳۷۳/۳) مسند ابویعلی (۹۸)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو شواہد کی بنا پر صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۶۸)]

[2] [صحیح بالشواهد : مسند احمد (۶/۱)] شیخ شعیب ارناؤوط نے شواہد کی بنا پر اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۳)]

[3] [صحیح بالشواهد : مسند ابو یعلی (۱۸) الدر المنثور للسیوطی (۴۰۰/۲) مسند بزار (۲۱)]

[4] [ضعیف : مسند بزار (۲۲۰۴) ابن عساکر فی تاریخ دمشق (۲۸۷/۹)] اس کی سند میں عبدالرحمن بن سلیم راوی ہے، اسے امام دارقطنیؒ نے ضعیف کہا ہے اور امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ میں اسے نہیں جانتا اور اسی طرح دیگر متعدد اہل علم نے اس کے متعلق لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔]

ابن مردویہ میں ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں یہ آیت اتری' جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پڑھ کر سنایا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ غم ناک ہو گئے انہیں یہ معلوم ہونے لگا کہ گویا ہر ہر عمل کا بدلہ ہی ملنا جب ٹھہرا تو تو نجات مشکل ہو جائے گا آپ نے فرمایا سنو صدیق تم اور تمہارے ساتھی یعنی مومن تو دنیا میں ہی بدلہ دے دیئے جاؤ گے اور ان مصیبتوں کے باعث تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے قیامت کے دن پاک صاف اٹھو گے ہاں اور لوگ جو ہیں ان کی برائیاں جمع ہوتی جاتی ہیں اور قیامت کے دن انہیں سزا دی جائے گی' یہ حدیث ترمذی نے بھی روایت کی ہے [1] اور کہا ہے کہ اس کا راوی موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے اور دوسرا راوی مولی بن سباع مجہول ہے اور بھی بہت سے طریق سے اس روایت کا ماحصل مروی ہے۔ایک اور حدیث میں ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت سب سے زیادہ ہم پر بھاری پڑتی ہے تو آپ نے فرمایا مومن کا یہ بدلہ وہی ہے جو مختلف قسم کی پریشانیوں اور تکلیفوں کی صورت میں اسے دنیا میں ہی مل جاتا ہے [2] اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہاں تک کہ مومن اپنی نقدی جیب میں رکھ لے پھر ضرورت کے وقت تلاش کرے تھوڑی دیر نہ ملے پھر جیب میں ہاتھ ڈالنے سے نکل آئے تو اتنی دیر میں جو اسے صدمہ ہوا اس سے بھی اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ بھی اس کی برائیوں کا بدلہ ہو جاتا ہے یونہی مصائب دنیا اسے کندن بنا دیتے ہیں کہ قیامت کا کوئی بوجھ اس پر نہیں رہتا جس طرح سونا بھٹی میں تپا کر نکال لیا جائے اس طرح دنیا میں پاک صاف ہو کر اللہ کے پاس جاتا ہے' [3] ابن مردویہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا مومن کو ہر چیز میں اجر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ موت کی سختی کا بھی' [4] مسند احمد میں ہے جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور انہیں دور کرنے والے بکثرت نیک اعمال نہیں ہوتے' تو اللہ اس پر کوئی غم ڈال دیتا ہے جس سے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں' [5] سعید بن منصور لائے ہیں کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم پر اس آیت کا مضمون گراں گذرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ٹھیک ٹھاک رہو اور ملے جلے رہو مسلمان کی ہر تکلیف اس کے گناہ کا کفارہ ہے یہاں تک کہ کانٹے کا لگنا

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ النسآء (۳۰۳۹) عبد بن حمید (۷) مسند بزار (۲۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی]

[2] [ضعیف و منقطع : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰۵۳۷) ابوداؤد : کتاب الجنائز : باب عیادۃ النسآء (۳۰۹۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف الاسناد کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] اس کی سند میں عطاء اور ابوبکرؓ کے درمیان انقطاع ہے۔]

[3] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰۵۳۶) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ البقرۃ (۲۹۹۱) مسند احمد (۲۱۸/۶) طیالسی (۱۵۸٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی]

[4] [ضعیف : مسند طیالسی (۱۵۸٤) بیہقی فی شعب الایمان (۹۸۰۹/۷) تفسیر ابن ابی حاتم (۳۰٦۲/۲)] اس کی سند میں محمد بن زید اور عائشہؓ کے درمیان انقطاع ہے۔]

[5] [ضعیف : مسند احمد (۱۵۷/٦)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند لیث بن ابی سلیم راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

بھی اور اس سے کم تکلیف بھی[1] اور روایت میں ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم رو رہے تھے اور رنج میں تھے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا' ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہماری ان بیماریوں میں ہمیں کیا ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں' اسے سن کر حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی کہ یا اللہ مرتے دم تک مجھ سے بخار جدا نہ ہو لیکن حج وعمرہ جہاد اور نماز باجماعت سے محروم نہ ہوں ان کی یہ دعا قبول ہوئی جب ان کے جسم پر ہاتھ لگایا جاتا تو بخار چڑھا رہتا' رضی اللہ عنہ[2] (مسند احمد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ کیا ہر برائی کا بدلہ دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں' اسی جیسا اور اسی جتنا لیکن ہر بھلائی کا بدلہ دس گنا کر کے دیا جائے گا پس اس پر افسوس ہے جس کی اکائیاں دہائیوں سے بڑھ جائیں۔[3] (ابن مردویہ)

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد کافر ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَهَلْ نُجَازِىْ اِلَّا الْكَفُوْرَ﴾[4] ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں برائی سے مراد شرک ہے۔ یہ شخص اللہ کے سوا اپنا کوئی ولی اور مددگار نہ پائے گا' ہاں یہ اور بات ہے کہ توبہ کر لے' امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ٹھیک بات یہی ہے کہ ہر برائی کو یہ آیت شامل ہے جیسے کہ احادیث گذر چکیں واللہ اعلم۔

بدعملیوں کی سزا کا ذکر کر کے اب نیک اعمال کی جزا کا بیان فرما رہا ہے بدی کی سزا یا تو دنیا میں ہی ہو جاتی ہے اور بندے کے لیے یہی اچھا ہے یا آخرت میں ہوتی ہے اللہ اس سے محفوظ رکھے' ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دونوں جہان کی عافیت عطا فرمائے اور مہربانی اور درگذر کرے اور اپنی پکڑ اور ناراضگی سے بچائے اعمال صالحہ کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور اپنے احسان وکرم ورحم سے انہیں قبول کرتا ہے کسی مرد عورت کے کسی نیک عمل کو وہ ضائع نہیں کرتا ہاں یہ شرط ہے کہ وہ ایماندار ہو' ان نیک لوگوں کو وہ اپنی جنت میں داخل کرے گا اور ان کی حسنات میں کوئی کمی نہیں آنے دے گا' فتیل کہتے ہیں اس گٹھلی کے درمیان جو ہلکا سا چھلکا ہوتا ہے اس کو مگر یہ دونوں تو کھجور کے بیج میں ہوتے ہیں اور قطمیر کہتے ہیں اس بیج کے اوپر کے لفافے کو اور یہ تینوں لفظ اس موقعہ پر قرآن میں آئے ہیں۔

پھر فرمایا اس سے اچھے دین والا کون ہے؟ جو اپنے اعمال خالص اسی کے لیے کرے ایمانداری اور نیک نیتی کے ساتھ اس کے فرمان کے مطابق اس کے احکام بجالائے اور ہو بھی وہ محسن یعنی شریعت کا پابند دین حق اور ہدایت پر چلنے والا رسول کی حدیث پر عمل کرنے والا ہر نیک عمل کی قبولیت کے لیے یہ دونوں باتیں شرط ہیں یعنی خلوص اور وحی کے مطابق ہونا' خلوص سے یہ مطلب کہ فقط اللہ کی رضا مندی مطلوب ہو اور ٹھیک ہونا یہ ہے کہ شریعت کی ماتحتی

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض (۲۵۷٤) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة النسآء (۳۰۳۸)]

[2] [صحیح : مسند احمد (۲۳/۳) نسائی فی السنن الکبری (۷٤۸۹/٤) مسند ابویعلی (۹۹۵)] حافظ عراقی ؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔[تخریج الاحیاء (۳۷۱٤/٦)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔]

[3] [ضعیف : اس کی سند میں محمد بن سائب کلبی راوی ضعیف ہے۔] [4] [سورۃ سبا: آیت ۱۷]

میں ہو پس ظاہر تو قرآن وحدیث کے موافق ہونے سے ٹھیک ہو جاتا ہے اور باطن نیک نیتی سے سنور جاتا ہے اگر ان دو باتوں میں سے ایک بھی نہ ہو تو وہ عمل فاسد ہوتا ہے' اخلاص نہ ہونے سے منافقت آ جاتی ہے لوگوں کی رضا جوئی اور انہیں دکھانا مقصود ہو جاتا ہے اور عمل قابل قبول نہیں رہتا سنت کے موافق نہ ہونے سے ضلالت و جہالت کا مجموعہ ہو جاتا ہے اور اس سے بھی عمل پایہ قبولیت سے گر جاتا ہے اور چونکہ مومن کا عمل ریاکاری اور شریعت کی مخالفت سے بچا ہوا ہوتا ہے اس لیے اس کا عمل سب سے اچھا عمل ہو جاتا ہے جو اللہ کو پسند آتا ہے اور اس کی جزا کا بلکہ اور گناہوں کی بخشش کا سبب بن جاتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کا اعزاز: اسی لیے اس کے بعد ہی فرمایا ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کرو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے قدم بہ قدم چلنے والوں کی جو بھی قیامت تک ہوں' جیسے اور آیت میں ہے ﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ﴾ [1] الخ' یعنی ابراہیم علیہ السلام سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو ان کے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہے اور نبی ہوئے۔ دوسری آیت میں فرمایا ﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ﴾ [2] الخ' پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کر جو مشرک نہ تھے' حنیف کہتے ہیں قصداً شرک سے بیزار اور پوری طرح حق کی طرف متوجہ ہونے والا جسے کوئی روکنے والا روک نہ سکے اور کوئی ہٹانے والا ہٹا نہ سکے۔

پھر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی اتباع کی تاکید اور ترغیب کے لیے ان کا وصف بیان کیا کہ وہ اللہ کے دوست ہیں' یعنی بندہ ترقی کر کے جس اعلیٰ سے اعلیٰ درجے تک پہنچ سکتا ہے اس تک وہ پہنچ گئے خلت کے درجے سے کوئی بڑا درجہ نہیں محبت کا یہ اعلیٰ تر مقام ہے اور یہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام عروج کر گئے ہیں اس کی وجہ ان کی کامل اطاعت ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى﴾ [3] یعنی ابراہیم کو جو حکم ملا وہ اسے بخوشی بجا لائے' کبھی اللہ تعالیٰ کی مرضی سے منہ نہ موڑا' کبھی عبادت سے نہ اکتائے کوئی چیز انہیں عبادت الٰہیہ سے مانع نہ ہوئی اور آیت میں ہے ﴿وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ﴾ [4] الخ' جب جب جس جس طرح اللہ عزاسمہ نے ان کی آزمائش لی وہ پورے اترے جو جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا انہوں نے کر دکھایا۔ فرمان ہے کہ ابراہیم مکمل یکسوئی سے توحید کے رنگ میں شرک سے بچتا ہوا ہمارا تابع فرمان بنا رہا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن میں صبح کی نماز میں جب یہ آیت پڑھی تو ایک شخص نے کہا ((لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ)) ابراہیم کی ماں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ [5]

بعض لوگ کہتے ہیں کہ خلیل اللہ لقب کی یہ وجہ ہوئی کہ ایک مرتبہ قحط سالی کے موقعہ پر آپ اپنے ایک دوست کے پاس مصر میں یا موصل میں گئے تاکہ وہاں سے کچھ اناج غلہ لے آئیں یہاں کچھ نہ ملا خالی ہاتھ لوٹے جب اپنی بستی کے قریب پہنچے تو خیال آیا آؤ اس ریت کے تودے میں سے اپنی بوریاں بھر کر لے چلو تاکہ گھر والوں کو قدرے تسکین ہو جائے چنانچہ بھر لیں اور جانوروں پر لاد کے لے چلے' اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ ریت سچ مچ آٹا

---

[1] [سورۃ ال عمران: آیت ٦٨]

[2] [النحل: ١٢٣] [3] [النجم: ٣٧] [4] [البقرہ: ١٢٤]

[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب بعث ابی موسی و معاذ الی الیمن (٤٣٤٨)]

بن گئی آپ تو گھر پہنچ کر لیٹ رہے تھکے ہارے تو تھے ہی آنکھ لگ گئی گھر والوں نے بوریاں کھولیں اور انہیں بہترین آٹے سے بھرا ہوا پایا آٹا گوندھا روٹیاں پکائیں جب یہ جاگے اور گھر میں سب کو خوش خوش پایا اور روٹیاں بھی تیار دیکھیں تو تعجب سے پوچھنے لگے آٹا کہاں سے آیا؟ جو تو تم نے روٹیاں پکائیں؟ انہوں نے کہا آپ ہی تو اپنے دوست کے ہاں سے لائے ہیں اب آپ سمجھ گئے اور فرمایا ہاں یہ میں اپنے دوست اللہ عزوجل سے لایا ہوں پس اللہ نے بھی آپ کو اپنا دوست بنا لیا اور خلیل اللہ نام رکھ دیا' لیکن اس کی صحت اور اس واقعہ میں ذرا تامل ہے' زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ یہ بنی اسرائیل کی روایت ہو جسے ہم سچا نہیں کہہ سکتے گو جھٹلا بھی نہیں سکتے حقیقت یہ ہے کہ آپ کو یہ لقب اس لیے ملا کہ آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت حد درجہ کی تھی کامل اطاعت شعاری اور فرمانبرداری تھی اپنی عبادتوں سے اللہ تعالیٰ کو خوش کر لیا تھا' نبی ﷺ نے بھی اپنے آخری خطبہ میں فرمایا تھا' لوگو اگر میں زمین والوں میں سے کسی کو خلیل اور دلی دوست بنانے والا ہوتا تو ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کو بناتا بلکہ تمہارے ساتھی محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ [1] (بخاری و مسلم) اور روایت میں ہے اللہ اعلیٰ واکرم نے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنا لیا تھا اسی طرح مجھے بھی اپنا خلیل کر لیا ہے۔ [2]

ایک مرتبہ اصحاب رسول ﷺ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے آپس میں ذکر تذکرے کر رہے تھے ایک کہہ رہا تھا تعجب ہے کہ اللہ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا دوسرے نے کہا اس سے بھی بڑھ کر مہربانی یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خود باتیں کیں اور انہیں کلیم اللہ بنایا' ایک نے کہا اور عیسیٰ علیہ السلام تو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں' ایک نے کہا آدم علیہ السلام صفی اللہ اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں' حضور ﷺ جب باہر تشریف لائے سلام کیا اور یہ باتیں سنیں تو فرمایا بیشک تمہارا قول صحیح ہے' ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں اور موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ہیں اور عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں علیہ السلام اور آدم صفی اللہ علیہ السلام ہیں اور اسی طرح محمد ﷺ ہیں' مگر میں حقیقت بیان کرتا ہوں کچھ فخر کے طور پر نہیں کہتا کہ میں حبیب اللہ ہوں' میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے شفاعت قبول کیا جانے والا ہوں اور سب سے پہلے جنت کے دروازے پر دستک دینے والا ہوں اللہ میرے لیے جنت کو کھول دے گا اور مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ مومن فقراء ہوں گے قیامت کے دن تمام اگلوں پچھلوں سے زیادہ اکرام و عزت والا میں ہوں یہ بطور فخر کے نہیں بلکہ بطور سچائی کو معلوم کرانے کے لیے میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ [3]

یہ حدیث اس سند سے تو غریب ہے لیکن اس کے بعض کے شاہد موجود ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کیا تم اس سے تعجب کرتے ہو کہ خلت صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے تھی اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھا اور دیدار حضرت محمد ﷺ کے لیے۔ (مستدرک حاکم)

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل ابی بکر (۲۳۸۳)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب النهی عن بناء المسجد علی القبور (۵۳۲)]

[3] [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (۲/۴۰۷) ترمذی (۳۶۱۶) دارمی (۴۸)] اس کی سند میں زمعہ بن صالح راوی ہے، اسے امام ابن معین، امام نسائی، امام احمد، امام ابو حاتم اور دیگر اہل علم نے ضعیف کہا ہے۔]

اسی طرح کی روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور سلف وخلف سے مروی ہے، ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ مہمانوں کے ساتھ کھائیں۔ ایک دن آپ مہمان کی جستجو میں نکلے لیکن کوئی نہ ملا واپس آئے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے پوچھا اے اللہ کے بندے تجھے میرے گھر میں آنے کی اجازت کس نے دی؟ اس نے کہا اس مکان کے حقیقی مالک نے، پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں اسے یہ بشارت سنادوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا خلیل بنالیا ہے، یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا پھر تو مجھے ضرور بتایئے کہ وہ بزرگ کون ہیں؟ اللہ عزوجل کی قسم اگر وہ زمین کے کسی دور کے گوشے میں بھی ہوں گے میں ضرور جاکر ان سے ملاقات کروں گا پھر اپنی باقی زندگی ان کے قدموں میں ہی گذاروں گا' یہ سن کر حضرت ملک الموت نے کہا وہ شخص خود آپ ہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کیا سچ مچ میں ہوں؟ فرشتے نے کہا ہاں آپ ہی ہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ آپ مجھے یہ بھی بتائیں کہ کس بنا پر کن کاموں پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا؟ فرشتے نے فرمایا اس لیے کہ تم ہر ایک کو دیتے رہتے ہو اور خود کسی سے کچھ طلب نہیں کرتے اور روایت میں ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کے ممتاز اور مبارک لقب سے اللہ نے ملقب کیا تب سے تو ان کے دل میں اس قدر خوف رب اور ہیبت رب سما گئی کہ ان کے دل کا اچھلنا دور سے اس طرح سنا جاتا تھا جس طرح فضا میں پرندکے پرواز کی آواز۔ صحیح حدیث میں جناب رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی وارد ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کا خوف آپ پر غالب آجاتا تھا تو آپ کے رونے کی آواز جسے آپ ضبط کرتے جاتے تھے اس طرح دور و نزدیک والوں کو سنائی دیتی تھی جیسے کسی ہنڈیا کے کھولنے کی آواز ہو۔ (1)

پھر فرماتا ہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اللہ کی ملکیت میں اور اس کی غلامی میں اور اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جس طرح جب جو تصرف ان میں وہ کرنا چاہتا ہے بغیر کسی روک ٹوک کے بلا مشورہ غیرے اور بغیر کسی کی شراکت اور مدد کے کر گذرتا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کے ارادے سے اسے باز رکھ سکے کوئی نہیں جو اس کے حکم میں حائل ہو سکے کوئی نہیں جو اس کی مرضی کو بدل سکے وہ عظمتوں اور قدرتوں والا وہ عدل وحکمت والا وہ لطف ورحم والا واحد وصمد اللہ ہے۔ اس کا علم ہر چھوٹی بڑی چیز کو گھیرے ہوئے ہے، مخفی سے مخفی اور چھوٹی سے چھوٹی اور دور سے دور والی چیز بھی اس پر پوشیدہ نہیں، ہماری نگاہوں سے جو پوشیدہ ہیں اس کے علم میں سب ظاہر ہیں۔

وَ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

---

(1) [صحیح : مسند احمد (۴/۲۵) ابوداؤد : کتاب الصلاۃ : باب البکاء فی الصلاۃ (۹۰۴) نسائی (۱۲۱۵) ترمذی (۳۲۲) صحیح ابن خزیمة (۹۰۰)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۶۳۱۲)] شیخ البانی نے صحیح کہا ہے۔ [صحیح الترغیب (۵۴۴)]

تجھ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں' تو کہہ دے کہ خود اللہ ان کے بارے میں حکم دے رہا ہے اور قرآن کی وہ آیتیں جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں پڑھی جاتی ہیں جنہیں ان کا مقرر حق تم نہیں دیتے اور انہیں اپنے نکاح میں لانے کی رغبت رکھتے ہو اور کمزور بچوں کے بارے میں اور اس بارے میں کہ یتیموں کی کارگذاری انصاف کے ساتھ کرو' تم جو نیک کام کرو بے شبہ اللہ اسے پوری طرح جاننے والا ہے ○

یتامی کے مربیوں کے لیے احکام: صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس سے مراد وہ شخص ہے جس کی پرورش میں کوئی یتیم بچی ہو جس کا ولی وارث بھی وہی ہو مال میں شریک ہو گیا ہو اب چاہتا یہ ہو کہ اس یتیمہ سے میں نکاح کرلوں اس بنا پر اور جگہ اس کی شادی روکتا ہو ایسے شخص کے بارے میں یہ آیت اتری ہے' [1] ایک روایت میں ہے کہ اس آیت کے اترنے کے بعد جب پھر لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿ وَيَسْتَفْتُونَكَ ﴾ الخ میں جو یہ فرمایا گیا ہے ﴿ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِى الْكِتَابِ ﴾ اس سے مراد پہلی آیت ﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتَامٰى ﴾ [2] الخ ہے۔ [3]

آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ یتیم لڑکیوں کے ولی وارث جب ان کے پاس مال کم پاتے یا وہ حسین نہ ہوتیں تو ان سے نکاح کرنے سے باز رہتے اور اگر مالدار اور صاحب جمال پاتے تو نکاح کی رغبت کرتے لیکن اس حال میں بھی چونکہ ان لڑکیوں کا اور کوئی محافظ نہیں ہوتا تھا ان کے مہر اور حقوق میں کمی کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں روک دیا کہ بغیر پورا مہر اور پورے حقوق دینے کے نکاح کر لینے کی اجازت نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ایسی یتیم بچی جس سے اس کے ولی کو نکاح حلال ہو تو وہ اس سے نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ جو مہر اس جیسی اس کے کنبے قبیلے کی اور لڑکیوں کو ملا ہے اسے بھی اتنا ہی دے اور اگر ایسا نہ کرے تو اسے چاہیے اس سے نکاح بھی نہ کرے۔ اس سورت کے شروع میں اس مضمون کی پہلی آیت کا بھی یہی مطلب ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس یتیم بچی سے خود اس کا ایسا ولی جسے اس سے نکاح کرنا حلال ہے اسے اپنے نکاح میں لانا نہیں چاہتا خواہ کسی وجہ سے ہو لیکن یہ جان کر کہ جب یہ دوسرے کے نکاح میں چلی جائے گی تو جو مال میرے اور اس لڑکی کے درمیان شراکت میں ہے وہ بھی میرے قبضے سے جاتا رہے گا۔ تو ایسے ناواجبی فعل سے اس آیت میں روک دیا گیا۔ یہ بھی مروی ہے کہ جاہلیت میں دستور تھا کہ یتیم لڑکی کا والی جب لڑکی کو اپنی ولایت میں لیتا تو اس پر ایک کپڑا ڈال دیتا اب کسی کی مجال نہ تھی کہ اس سے نکاح کر سکے خود آپ نکاح کر لیتا اور مال بھی ہضم کر جاتا اور اگر وہ صورت شکل میں اچھی نہ ہوتی اور مالدار ہوتی تو اسے دوسری جگہ نکاح کرنے سے روک دیتا وہ بیچاری یونہی مرجاتی اور یہ اس کا مال قبضہ میں کر لیتا۔ اس سے اللہ تعالیٰ اس آیت میں منع فرما رہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے ساتھ ہی یہ بھی مروی ہے کہ جاہلیت والے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ویستفتونك فی النسآء (٤٦٠٠) صحیح مسلم: کتاب التفسیر: باب فی تفسیر آیات متفرقه (٣٠١٨) ابوداؤد: کتاب النکاح: باب ما یکره ان یجمع بینهن من النسآء (٢٠٦٨)]

[2] [سورة النسآء: آیت ٣] [3] [تفسیر ابن جریر الطبری (٩/٢٥٨)]

چھوٹے لڑکوں کو اور چھوٹی لڑکیوں کو وارث نہیں سمجھتے تھے اس رسم کو بھی قرآن نے ختم کر دیا اور ہر ایک کو حصہ دلوایا اور فرمایا کہ لڑکی اور لڑکے کو خواہ چھوٹے ہوں خواہ بڑے حصہ ضرور دو۔ البتہ لڑکی کو آدھا اور لڑکے کو پورا یعنی دو لڑکیوں کے برابر اور یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف کا حکم دیا کہ جب جمال و مال والی سے خود تم اپنا نکاح کر لیتے ہو تو پھر ان سے بھی کر لیا کرو جو مال و جمال میں کم ہوں پھر فرمایا یقین مانو کہ تمہارے تمام اعمال سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے۔ تمہیں چاہیے کہ خیر کے کام کرو فرماں برداری کرو اور نیک جزا حاصل کرو۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی بد دماغی اور بے پرواہی کا خوف ہو تو دونوں آپس میں جو صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں صلح بہت بہتر چیز ہے طمع ہر ہر نفس میں حاضر کر دی گئی ہے اگر تم اچھا سلوک اور پرہیز گاری کرو تو تم جو کر رہے ہو اس پر اللہ تعالیٰ پوری طرح خبردار ہے ○ تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ اپنی تمام بیویوں میں ہر طرح عدل کرو گو تم اس کی کتنی ہی آرزو کرو پس بالکل ہی ایک کی طرف مائل ہو کر دوسری کو ادھر لٹکتی ہوئی نہ چھوڑو اور اگر تم اصلاح کرو اور احتیاط کرو تو بیشک اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور رحمت والا ہے ○ اور اگر میاں بیوی جدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے نیاز کر دے گا اللہ تعالیٰ وسعت والا حکمت والا ہے ○

میاں بیوی میں مصالحت: اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے حالات اور ان کے احکام بیان فرما رہا ہے کبھی مرد اس سے ناخوش ہو جاتا ہے کبھی چاہنے لگتا ہے اور کبھی الگ کر دیتا ہے۔ پس پہلی حالت میں جبکہ عورت کو اپنے شوہر کی ناراضگی کا خیال ہے اور اسے خوش کرنے کے لیے اپنے تمام حقوق سے یا کسی خاص حق سے وہ دست برداری کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ مثلاً اپنا کھانا کپڑا چھوڑ دے یا شب باشی کا حق معاف کر دے تو دونوں کے لیے جائز ہے۔ پھر اسی کی رغبت دلاتا ہے کہ صلح ہی بہتر ہے۔ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جب بہت بڑی عمر کو ہو جاتی ہیں اور انہیں معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جدا کر دینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو کہتی ہیں کہ میں اپنی باری کا حق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیتی ہوں چنانچہ اسی پر صلح ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرما لیا۔ ابوداود میں ہے کہ اسی پر یہ آیت اتری۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میاں بیوی جس بات پر رضامند ہو جائیں وہ جائز ہے۔[1] آپ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

[1] [صحیح: تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰۶۱۳) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورۃ النساء (۳۰۴۰)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [ارواء الغلیل (۲۰۲۰)]

وصال کے وقت آپ کی نو بیویاں تھیں جن میں سے آپ نے آٹھ کو باریاں تقسیم کر رکھی تھیں۔ [1]

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا دن بھی حضور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیتے تھے۔ [2] حضرت عروہ کا قول ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو بڑی عمر میں جب یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ انہیں چھوڑ دینا چاہتے ہیں تو خیال کیا کہ آپ کو صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوری محبت ہے اگر میں اپنی باری انہیں دے دوں تو کیا عجب کہ حضور ﷺ راضی ہو جائیں اور میں آپ کی بیویوں میں ہی آخر دم تک رہ جاؤں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور ﷺ رات گزارنے میں اپنی تمام بیویوں کو برابر کے درجے پر رکھا کرتے تھے عموماً ہر روز سب بیویوں کے ہاں آتے بیٹھتے بولتے چالتے مگر ہاتھ نہ بڑھاتے پھر آخر میں جن بیوی صاحبہ کی باری ہوتی ان کے ہاں جاتے اور رات وہیں گذارتے۔ پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان فرمایا جو اوپر گذرا۔ [3] (ابوداوٗد) معجم ابو العباس کی ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو طلاق کی خبر بھجوائی یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جا بیٹھیں جب آپ تشریف لائے تو کہنے لگیں آپ کو اس اللہ تعالیٰ کی قسم ہے جس نے آپ پر اپنا کلام نازل فرمایا اور اپنی مخلوق میں سے آپ کو برگزیدہ اور اپنا پسندیدہ بنایا آپ مجھ سے رجوع کر لیجیے میری عمر بڑی ہو گئی ہے مجھے مرد کی خاص خواہش نہیں رہی لیکن یہ چاہت ہے کہ قیامت کے دن آپ کی بیویوں میں اٹھائی جاؤں چنانچہ آپ نے یہ منظور فرما لیا اور رجوع کر لیا پھر یہ کہنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی باری کا دن اور رات آپ کی محبوب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کرتی ہوں۔ بخاری شریف میں ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ایک بڑھیا عورت جو اپنے خاوند کو دیکھتی ہے کہ وہ اس سے محبت نہیں کر سکتا بلکہ اسے الگ کرنا چاہتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ میں اپنے حق چھوڑتی ہوں تو مجھے جدا نہ کر تو آیت دونوں کو رخصت دیتی ہے۔ [4] یہی صورت اس وقت بھی ہے جب کسی کی دو بیویاں ہوں اور ایک سے اس کو بوجہ اس کے بڑھاپے یا بدصورتی کے محبت نہ ہو اور وہ اسے جدا کرنا چاہتا ہو اور یہ بوجہ اپنے لگاؤ یا بعض اور مصالح کے الگ ہونا پسند نہ کرتی ہو تو اسے حق ہے کہ اپنے بعض یا سب حقوق سے الگ ہو جائے اور خاوند اس کی بات کو منظور کر کے اسے جدا نہ کرے۔

ابن جریر میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک سوال کیا (جسے اس کی بیہودگی کی وجہ سے) آپ نے

---

[1] [صحیح : مسند الشافعی (٢/٢٨) صحیح بخاری (٥٠٦٨) صحیح مسلم (١٤٦٥)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب النکاح : باب المرأة تهب یومها (٥٢١٢) صحیح مسلم : کتاب الرضاع : باب جواز هبتها (١٤٦٣)]

[3] [صحیح : مستدرك حاکم (٢/١٨٦) ابوداؤد : کتاب النکاح : باب فی القسم بین النساء (٢١٣٥)] امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المظالم : باب اذا حلله من ظلمه فلا رجوع فیه (٢٤٥٠) صحیح مسلم : کتاب التفسیر : باب فی تفسیر آیات متفرقة (٣٠٢١)]

ناپسند فرمایا اور اسے کوڑا مار دیا پھر ایک اور نے اسی آیت کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہاں یہ باتیں پوچھنے کی ہیں، اس سے ایسی صورت مراد ہے کہ مثلاً ایک شخص کی بیوی ہے لیکن وہ بڑھیا ہوگئی ہے اولاد نہیں ہوتی اس نے اولاد کی خاطر کسی جوان عورت سے اور نکاح کیا پھر یہ دونوں جس چیز پر آپس میں اتفاق کر لیں جائز ہے۔ [1] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کی نسبت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ عورت ہے جو بوجہ اپنے بڑھاپے کے یا بدصورتی کے یا بدخلقی کے یا گندگی کے اپنے خاوند کی نظروں میں گر جائے اور اس کی چاہت یہ ہو کہ خاوند مجھے نہ چھوڑے تو یہ اپنا پورا یا ادھورا مہر معاف کر دے یا اپنی باری معاف کر دے وغیرہ تو اس طرح صلح کر سکتے ہیں۔ [2] سلف اور ائمہ سے اس کی یہی تفسیر مروی ہے بلکہ تقریباً اس پر اتفاق ہے میرے خیال سے تو اس کا کوئی مخالف نہیں واللہ اعلم۔

محمد بن مسلم کی صاحبزادی حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں بوجہ بڑھاپے کے یا کسی اور امر کے یہ انہیں چاہتے نہ تھے یہاں تک کہ طلاق دینے کا ارادہ کر لیا اس پر انہوں نے کہا آپ مجھے طلاق تو نہ دیجیے اور جو آپ چاہیں فیصلہ کریں مجھے منظور ہے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ [3] ان دونوں آیتوں میں ذکر ہے اس عورت کا جس سے اس کا خاوند بگڑا ہوا ہو اسے چاہیے کہ اپنی بیوی سے کہہ دے کہ اگر وہ چاہے تو اسے طلاق دے دے اور اگر وہ چاہے تو اس بات کو پسند کر کے اس کے گھر میں رہے کہ وہ مال کی تقسیم میں اور باری کی تقسیم میں اس پر دوسری بیوی کو ترجیح دے گا اب اسے اختیار ہے اگر یہ دوسری شق کو منظور کر لے تو شرعاً خاوند کو جائز ہے کہ اسے باری نہ دے اور جو مہر وغیرہ اس نے چھوڑا ہے اسے اپنی ملکیت سمجھے۔ حضرت رافع بن خدیج انصاری رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ جب سن رسیدہ ہو گئیں تو انہوں نے ایک نوجوان لڑکی سے نکاح کیا اور پھر اسے زیادہ چاہنے لگے اور اسے پہلی بیوی پر مقدم رکھنے لگے آخر اس سے تنگ آ کر طلاق طلب کی آپ نے دے دی پھر عدت ختم ہونے کے قریب لوٹا لی، لیکن پھر وہی حال ہوا کہ جوان بیوی کو زیادہ چاہنے لگے اور اسکی طرف جھک گئے اس نے پھر طلاق مانگی آپ نے دوبارہ طلاق دے دی پھر لوٹا لیا لیکن پھر وہی نقشہ پیش آیا پھر اس نے قسم دی کہ مجھے طلاق دے دو تو آپ نے فرمایا دیکھو اب یہ تیسری آخری طلاق ہے اگر تم چاہو تو میں دے دوں اور اگر چاہو تو اسی طرح رہنا منظور کر و اس نے سوچ کر جواب دیا کہ اچھا مجھے اسی طرح منظور ہے چنانچہ وہ اپنے حقوق سے دست بردار ہو گئیں اور اسی طرح رہنے سہنے لگیں۔ اس جملے کا کہ صلح خیر ہے۔ ایک معنی تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ خاوند کا اپنی بیوی کو یہ اختیار دینا کہ اگر تو چاہے تو اسی طرح رہ کر دوسری بیوی کے برابر تیرے حقوق نہ ہوں اور اگر تو چاہے تو طلاق لے لے، یہ بہتر ہے اس سے کہ یونہی دوسری کو اس پر ترجیح دیئے ہوئے رہے۔ لیکن اس سے اچھا مطلب یہ ہے کہ بیوی اپنا کچھ چھوڑ دے اور خاوند اسے طلاق نہ دے اور آپس میں مل کر رہیں یہ طلاق دینے اور لینے سے بہتر ہے، جیسے کہ خود نبی اللہ علیہ السلام نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں رکھا اور انہوں نے اپنا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا۔ آپ کے اس فعل میں بھی آپ کی امت کے لیے بہترین نمونہ ہے کہ ناموافقت کی صورت میں بھی طلاق کی نوبت نہ آئے۔

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٠٥٨٤)]
[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٠٥٨٠)]
[3] [مستدرک حاکم (٣٠٨/٢) مسند شافعی (٢٨/٢)]

چونکہ اللہ اعلیٰ واکبر کے نزدیک صلح افتراق سے بہتر ہے اس لیے یہاں فرمادیا کہ صلح خیر ہے۔

بلکہ ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے تمام حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسند چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ [1] پھر فرمایا تمہارا احسان اور تقویٰ کرنا یعنی عورت کی طرف کی ناراضگی سے درگذر کرنا اور اسے باوجود ناپسندیدگی کے اس کا پورا حق دینا باری میں لین دین میں برابری کرنا یہ بہترین فعل ہے جسے اللہ بخوبی جانتا ہے اور جس پر وہ بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ گو تم چاہو کہ اپنی کئی ایک بیویوں کے درمیان ہر طرح بالکل پورا عدل وانصاف اور برابری کرو تو بھی تم کر نہیں سکتے۔ اس لیے کہ گو ایک ایک رات کی باری باندھ لو لیکن محبت چاہت شہوت جماع وغیرہ میں برابری کیسے کر سکتے ہو؟ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہت چاہتے تھے' اسی لیے ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے درمیان صحیح طور پر مساوات رکھتے تھے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے فرماتے تھے الٰہی یہ وہ تقسیم ہے جو میرے بس میں تھی اب جو چیز میرے قبضہ سے باہر ہے یعنی دلی تعلق اس میں تو مجھے ملامت نہ کرنا۔ (ابوداؤد) [2] اس کی اسناد صحیح ہیں لیکن امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں دوسری سند سے یہ مرسلاً مروی ہے اور وہ زیادہ صحیح ہے۔

پھر فرمایا بالکل ہی ایک جانب جھک نہ جاؤ کہ دوسری کو لٹکا دو وہ نہ بے خاوند کی رہے نہ خاوند والی وہ تمہاری زوجیت میں ہو اور تم اس سے بے رخی برتو' نہ تو اسے طلاق ہی دو کہ اپنا دوسرا نکاح کر لے نہ اس کے وہ حقوق ادا کرو جو ہر بیوی کے لیے اس کے میاں پر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کی دو بیویاں ہوں پھر وہ بالکل ہی ایک کی طرف جھک جائے تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس طرح آئے گا کہ اس کا آدھا جسم ساقط ہوگا۔ (احمد وغیرہ) [3]

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث مرفوع طریق سے سوائے ہمام کی حدیث کے پہچانی نہیں جاتی۔ پھر فرماتا ہے اگر تم اپنے کاموں کی اصلاح کر لو اور جہاں تک تمہارے اختیار میں ہو عورتوں کے درمیان عدل وانصاف اور مساوات برتو ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو اس کے باوجود اگر تم کسی وقت کسی ایک کی طرف مائل ہو گئے ہو اسے اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ پھر تیسری حالت بیان فرماتا ہے کہ اگر کوئی صورت بھی نباہ کی نہ ہو اور

---

(1) [ضعیف : ابوداؤد : کتاب الطلاق : باب فی کراھیۃ الطلاق (۲۱۷۸) ابن ماجہ (۲۰۱۸) بیہقی فی السنن الکبری (۷/۳۲۲)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود ، ارواء الغلیل (۲۰۴۰)]

(2) [ضعیف : ابوداؤد : کتاب النکاح : باب فی القسم بین النسآء (۲۱۳٤) نسائی : کتاب عشرۃ النسآء : باب میل الرجل الی بعض نسائہ (۳۳۹۵) ابن ماجہ : کتاب النکاح : باب القسمۃ بین النسآء (۱۹۷۱) ترمذی : کتاب النکاح : باب ماجآء فی التسویۃ بین الضرائر (۱۱٤۰) مسند احمد (٦/۱٤٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود ، ضعیف ترمذی]

(3) [صحیح : ابوداؤد : کتاب النکاح : باب فی القسم بین النسآء (۲۱۳۳) ترمذی : کتاب النکاح : باب ماجآء فی التسویۃ بین الضرائر (۱۱٤۱) ابن ماجہ : کتاب النکاح : باب فی القسمۃ بین النسآء (۱۹٦۹)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، ارواء الغلیل (۲۰۱۷) السلسلۃ الصحیحۃ (۲۰۷۷)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

دونوں الگ ہو جائیں تو اللہ ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا' اسے اس سے اچھا شوہر اور اسے اس سے اچھی بیوی دے دے گا۔ اللہ کا فضل بہت وسیع ہے وہ بڑے احسانوں والا ہے اور ساتھ ہی وہ حکیم ہے تمام افعال ساری تقدیریں اور پوری شریعت حکمت سے سراسر بھرپور ہے۔

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ
قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ
وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى
ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع ۱۹ ع ۸ ۱۶

زمین و آسمان کی ہر ہر چیز اللہ ہی کی ملکیت میں ہے' اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم دیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہا کرو' اور اگر تم کفر کرو تو اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے' اللہ بہت بے حاجت اور تعریف کیا گیا ہے ○ اللہ کے اختیار میں ہیں آسمانوں کی سب چیزیں اور زمین کی بھی اور اللہ کافی کارساز ہے ○ اگر اسے منظور ہو تو اے لوگو وہ تم سب کو فنا کر دے اور دوسروں کو لے آئے' اللہ تعالیٰ اس پر پوری قدرت رکھنے والا ہے ○ جو شخص دنیا کا ثواب چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا اور آخرت کا ثواب موجود ہے' اللہ تعالیٰ بہت سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے ○

حقیقی مالک سے مانگو: اللہ تعالیٰ مطلع کرتا ہے کہ زمین و آسمان کا مالک اور حاکم وہی ہے فرماتا ہے جو احکام تمہیں دیئے جاتے ہیں کہ اللہ سے ڈرو اس کی وحدانیت کو مانو اس کی عبادت کرو۔ کسی اور کی عبادت نہ کرو یہی احکام تم سے پہلے کے اہل کتاب کو بھی دیئے گئے تھے اور اگر تم کفر کرو (تو اللہ کا کیا بگاڑو گے؟) وہ تو زمین و آسمان کا تنہا مالک ہے' جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ اگر تم اور تمام روئے زمین کے انسان کفر کرنے لگو تو بھی اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور لائق ستائش ہے اور جگہ فرمایا ﴿فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ [1] انہوں نے کفر کیا اور منہ موڑ لیا اللہ نے ان سے بے نیازی کی اور اللہ بہت ہی بے نیاز اور تعریف کیا گیا ہے۔ اپنے تمام بندوں سے غنی اور اپنے تمام کاموں میں حمد کیا گیا ہے۔ آسمان و زمین کی ہر چیز کا وہ مالک ہے اور ہر شخص کے تمام افعال پر وہ گواہ ہے اور ہر چیز کا وہ عالم اور شاہد ہے۔ وہ قادر ہے کہ اگر تم اس کی نافرمانیاں کرو تو وہ تمہیں برباد کر دے اور غیروں کو آباد کر دے جیسا کہ دوسری آیت میں ﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ﴾ [2] اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بدل کر تمہارے سوا اور قوم کو لائے گا

---

[1] [سورة التغابن: آیت ٦] [2] [محمد: ٣٨]

جو تم جیسے نہ ہوں گے بعض سلف سے منقول ہے کہ اس آیت پر غور کرو اور سوچو کہ گنہگار بندے اللہ اکبر و اعلیٰ کے نزدیک کس قدر ذلیل اور فرومایہ ہیں؟ اور آیت میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ مقتدر پر یہ کام کچھ مشکل نہیں۔

پھر فرماتا ہے اے وہ شخص جس کا پورا قصد اور جس کی تمام تر کوشش صرف دنیا کے لیے ہے تو جان لے کہ دونوں جہاں دنیا اور آخرت کی بھلائیاں اللہ کے قبضے میں ہیں' تو جب اس سے دونوں ہی طلب کرے گا تو وہ تجھے دے گا اور تجھے بے پرواہ کر دے گا اور آسودہ بنا دے گا۔ اور جگہ فرمایا بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا دے ان کا کوئی حصہ آخرت میں نہیں اور ایسے بھی ہیں جو دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا کی بھلائیاں دے اور آخرت میں بھی بھلائیاں عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے ہمیں نجات عطا فرما۔ یہ ہیں جنہیں ان کے اعمال کا پورا حصہ ملے گا۔ اور جگہ ہے جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھے ہم اس کی کھیتی میں زیادتی کریں گے اور آیت میں ہے ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ﴾ [1] الخ جو شخص دنیا طلب ہو تو ہم جسے چاہیں جتنا چاہیں دنیا میں دے دیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس آیت کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ جن منافقوں نے دنیا کی جستجو میں ایمان قبول کیا تھا انہیں دنیا گو مل گئی یعنی مسلمانوں سے مال غنیمت میں سے حصہ مل گیا' لیکن آخرت میں ان کے لیے اللہ العالمین کے پاس جو تیاری ہے وہ انہیں وہاں ملے گی یعنی جہنم کی آگ اور وہاں کے گونا گوں عذاب۔

تو امام صاحب مذکور رحمہ اللہ کے نزدیک یہ آیت مثل آیت ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا﴾ [2] الخ' کے ہے۔ کوئی شک نہیں کہ اس آیت کے معنی تو بظاہر یہی ہیں لیکن پہلی آیت کو بھی اسی معنی میں لینا ذرا غور طلب امر ہے کیونکہ اس آیت کے الفاظ تو صاف بتا رہے ہیں کہ دنیا اور آخرت کی بھلائی دینا اللہ العالمین کے ہاتھ ہے تو ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی ہمت ایک ہی چیز کی جستجو میں خرچ نہ کر دے بلکہ دونوں چیزوں کے حاصل کرنے کی کوشش کرے جو تمہیں دنیا دیتا ہے وہی آخرت کا مالک بھی ہے۔ یہ بڑی پست ہمتی ہو گی کہ تم اپنی آنکھیں بند کر لو اور بہت دینے والے سے تھوڑا مانگو' نہیں نہیں بلکہ تم دنیا اور آخرت کے بڑے بڑے کاموں اور بہترین مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرو' اپنا نصب العین صرف دنیا کو نہ بناؤ عالی ہمتی اور بلند پروازی سے وسعت نظری کو کام میں لا کر عیش جاودانی کی کوشش وسعی کرو یاد رکھو دونوں جہان کا مالک وہی ہے ہر ہر نفع اسی کے ہاتھ میں ہے کوئی نہیں جسے اس کے ساتھ شراکت ہو یا اس کے کاموں میں دخل ہو سعادت وشقاوت اس نے تقسیم کی ہے خزانوں کی کنجیاں اس نے اپنی مٹھی میں رکھ لی ہیں' وہ ہر ایک مستحق کو جانتا ہے اور جس کا وہ مستحق ہوتا ہے اسے وہی پہچانتا ہے' بھلا تم غور تو کرو کہ تمہیں دیکھنے سننے کی طاقت دینے والے کا اپنا دیکھنا سننا کیسا ہو گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ
اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا
الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

---

[1] [بنی اسرائیل: ۱۸] [2] [ھود: ۱۵]

اے ایمان والو عدل وانصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور خوشنودی اللہ کے لیے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ گو وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے یا رشتے دار عزیزوں کے وہ شخص اگر امیر ہو تو اور فقیر ہو تو دونوں کے ساتھ اللہ کو زیادہ تعلق ہے سو تم خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا' اور اگر تم نے کج بیانی یا پہلوتہی کی تو جان لو کہ جو کچھ تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے ○

سچی گواہی اور عدل وانصاف کی ترغیب: اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو حکم دیتا ہے کہ وہ عدل وانصاف پر مضبوطی سے جمے رہیں اس سے ایک انچ ادھر ادھر نہ سرکیں' ایسا نہ ہو کہ ڈر کی وجہ سے یا کسی لالچ کی بنا پر یا کسی خوشامد میں یا کسی پر رحم کھا کر یا کسی سفارش سے عدل وانصاف چھوڑ بیٹھیں۔ سب مل کر عدل کو قائم و جاری کریں ایک دوسرے کی اس معاملہ میں مدد کریں اور اللہ کی مخلوق میں عدالت کے سکے جما دیں۔ اللہ کے لیے گواہ بن جائیں جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ﴾ [1] الخ' یعنی گواہیاں اللہ کی رضا جوئی کے لیے دو جو بالکل صحیح صاف سچی اور بےلاگ ہوں۔ انہیں بدلو نہیں' چھپاؤ نہیں' چبا کر نہ بولو صاف صاف سچی شہادت دو چاہے وہ تمہارے اپنے خلاف ہو تم حق گوئی سے نہ رکو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرماں بردار غلاموں کی مخلصی کی صورتیں بہت سی نکال دیتا ہے کچھ اسی پر موقوف نہیں کہ جھوٹی شہادت سے ہی اس کا چھٹکارا ہو۔ گو سچی شہادت ماں باپ کے خلاف ہوتی ہو گو اس شہادت سے رشتے داروں کو نقصان پہنچتا ہو' لیکن تم سچ ہاتھ سے نہ جانے دو گواہی سچی دو' اس لیے کہ حق ہر ایک پر غالب ہے' گواہی کے وقت نہ تونگر کا لحاظ کرو نہ غریب پر رحم کرو' ان کی مصلحتوں کو اللہ اعلیٰ و اکبر تم سے بہت بہتر جانتا ہے' تم ہر صورت اور ہر حالت میں سچی شہادت ادا کرو' دیکھو کسی کے برے میں آ کر خود اپنا برا نہ کر لو' کسی کی دشمنی میں عصبیت اور قومیت میں فنا ہو کر عدل وانصاف ہاتھ سے نہ جانے دو بلکہ ہر حال ہر آن عدل وانصاف کا مجسمہ بنے رہو' جیسے اور جگہ فرمان باری ہے ﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ﴾ [2] کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل کرنے پر آمادہ نہ کر دے عدل کرتے رہو یہی تقویٰ کی شان کے قریب تر ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کو جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والوں کی کھیتیوں اور باغوں کا اندازہ کرنے کو بھیجا تو انہوں نے آپ کو رشوت دینا چاہی کہ آپ مقدار کم بتا دیں تو آپ نے فرمایا سنو اللہ کی قسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تمام مخلوق سے زیادہ عزیز ہیں اور تم میرے نزدیک کتوں اور خنزیروں سے بدتر ہو لیکن باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آ کر یا تمہاری عداوت کو سامنے رکھ کر ناممکن ہے کہ میں انصاف سے ہٹ جاؤں اور تم میں عدل نہ کروں۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے بس اسی سے تو زمین و آسمان قائم ہے۔ یہ پوری حدیث سورۂ مائدہ کی تفسیر میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر فرماتا ہے اگر تم نے شہادت میں تحریف کی یعنی بدل دی غلط گوئی سے کام لیا واقعہ کے خلاف گواہی دی دبی زبان سے پیچیدہ الفاظ کہے واقعات غلط پیش کر دیئے یا کچھ چھپا لیا کچھ بیان کیا تو یاد رکھو اللہ جیسے باخبر حاکم کے سامنے یہ چال چل نہیں سکتی وہاں جا کر اس کا بدلہ پاؤ گے اور سزا بھگتو گے' حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

---

[1] سورۃ الطلاق: آیت ۲] [2] [سورۃ المائدۃ: آیت ۸]

بہترین گواہ وہ ہیں جو دریافت کرنے سے پہلے ہی سچی گواہی دے دیں۔ (1)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۱۳۶

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (ﷺ) پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں ایمان لاؤ، جو شخص اللہ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

تکمیل ایمان کے لیے کامل اطاعت: ایمان والوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ ایمان میں پورے پورے داخل ہو جائیں تمام احکام کو کل شریعت کو ایمان کی تمام جزئیات کو مان لیں، یہ خیال نہ ہو کہ اس میں تحصیل حاصل ہے نہیں بلکہ تکمیل کامل ہے۔ ایمان لائے ہو تو اب اسی پر قائم رہو اللہ جل شانہ کو مانا ہے تو جس طرح وہ منوائے مانتے چلے جاؤ۔ یہی مطلب ہر مسلمان کی اس دعا کا ہے کہ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت کر، یعنی ہماری ہدایت کو ثابت رکھ مدام رکھ اس میں ہمیں مضبوط کر اور دن بدن بڑھاتا رہ، اسی طرح یہاں بھی مومنوں کو اپنی ذات پر اور اپنے رسول ﷺ پر ایمان لانے کو فرمایا ہے اور آیت میں ایمانداروں سے خطاب کر کے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ۔ پہلی کتاب سے مراد قرآن ہے اور اس سے پہلے کی کتاب سے مراد تمام نبیوں پر جو جو کتابیں نازل ہوئیں سب ہیں۔

قرآن کے لیے لفظ ﴿نَزَّلَ﴾ بولا گیا اور دیگر کتابوں کے لیے ﴿اَنْزَلَ﴾ اس لیے کہ قرآن بتدریج وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا کر کے اترا اور باقی کتابیں پوری پوری ایک ساتھ نازل ہوئیں، پھر فرمایا جو شخص اللہ جل شانہ کے ساتھ، اس کے فرشتوں کے ساتھ، اس کی کتابوں کے ساتھ، اس کے رسولوں کے ساتھ، آخرت کے دن کے ساتھ، کفر کرے وہ راہ ہدایت سے بہک گیا اور بہت دور کی غلط راہ پڑ گیا گمراہی میں راہ حق سے ہٹ کر راہ باطل پہ چلا گیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۝۱۳۷ۭ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَۨا ۝۱۳۸ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝۱۳۹ۭ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِھَا وَيُسْتَهْزَاُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰي يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ڮ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَۨا ۝۱۴۰ۙ

---

(1) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الاقضیة: باب بیان خیر الشھود (۱۷۱۹:۱۹)]

جن لوگوں نے ایمان قبول کر کے پھر کفر کیا' پھر ایمان لا کر پھر کفر کیا' پھر اپنے کفر میں بڑھ گئے' اللہ تعالیٰ یقیناً انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں راہ ہدایت سجھائے گا ○ منافقوں کو اس امر کی خبر پہنچا دو کہ ان کے لیے دردناک عذاب یقینی ہے ○ جن کی یہ حالت ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے پھرتے ہیں کیا ان کے پاس عزت کی تلاش میں جاتے ہیں؟ پس عزت تو ساری کی ساری اللہ کے قبضہ میں ہے ○ اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے' مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں کرنے نہ لگیں (ورنہ) تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے ○

بری صحبت کا نقصان: ارشاد ہو رہا ہے کہ جو ایمان لا کر پھر مرتد ہو جائے پھر وہ مومن ہو کر کافر بن جائے پھر اپنے کفر پر جم جائے اور اسی حالت میں مر جائے تو نہ اس کی توبہ قبول نہ اس کی بخشش کا امکان اس کا چھٹکارا' نہ فلاح' نہ اللہ اسے بخشے' نہ راہ راست پر لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت کی تلاوت فرما کر فرماتے تھے مرتد سے تین بار کہا جائے کہ توبہ کر لے۔ پھر فرمایا یہ منافقوں کا حال ہے کہ آخر ان کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے پھر وہ مومنوں کو چھوڑ کافروں سے دوستیاں گانٹھتے ہیں' ادھر بظاہر مومنوں سے ملے جلے رہتے ہیں اور کافروں میں بیٹھ کر مومنوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم تو انہیں بیوقوف بنا رہے ہیں دراصل ہم تو تمہارے ساتھ ہیں' پس اللہ تعالیٰ ان کے مقصود اصلی کو ان کے سامنے پیش کر کے اس میں ان کی ناکامی کو بیان فرماتا ہے کہ تم چاہتے ہو ان کے پاس تمہاری عزت ہو مگر یہ تمہیں دھوکا ہوا ہے اور تم غلطی کر رہے ہو بگوش ہوش سنو عزتوں کا مالک تو اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ ہے وہ جسے چاہے عزت دیتا ہے اور آیت میں ہے ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ﴾ [1] الخ' اور فرمایا ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ﴾ [2] الخ' یعنی عزت اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول اور مومنوں کا حق ہے' لیکن منافق بے سمجھ لوگ ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ اگر حقیقی عزت چاہتے ہو تو اللہ کے نیک بندوں کے اعمال اختیار کرو اس کی عبادت کی طرف جھک جاؤ اور اس جناب باری سے عزت کے خواہاں بنو دنیا اور آخرت میں وہ تمہیں وقار بنا دے گا' مسند احمد بن حنبل کی یہ حدیث اس جگہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فخر و غرور کے طور پر اپنی عزت ظاہر کرنے کے لیے اپنا نسب اپنے کفار باپ دادا سے جوڑے اور نو تک پہنچ جائے وہ بھی ان کے ساتھ دسواں جہنمی ہوگا۔ [3]

مجالس کفر سے اجتناب: پھر فرمان ہے جب میں تمہیں منع کر چکا کہ جس مجلس میں اللہ کی آیتوں سے انکار کیا جا رہا ہو اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہو اس میں نہ بیٹھو' پھر بھی اگر تم ایسی مجلسوں میں شریک ہوتے رہو گے تو یاد رکھو

---

[1] [سورۃ فاطر: آیت ۱۰] [2] [سورۃ المنافقون: آیت ۸]

[3] [ضعیف: مسند احمد (۱۳۴/۴) التاریخ الکبیر للبخاری (۳۵۵/۲) مسند ابویعلی (۱۴۳۹) ابو نعیم فی اخبار اصبھان (۲۳۵/۱) بیھقی فی شعب الایمان (۵۱۳۲/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو انقطاع کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۷۲۱۲)] امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ [العلل المتناھیة (۲۷۱۲)] شیخ البانیؒ نے ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعیفة (۲۴۳۱)]

میرے ہاں تم بھی ان کے شریک کار سمجھے جاؤ گے۔ ان کے گناہ میں تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے جیسے ایک حدیث میں ہے کہ جس دستر خوان پر شراب نوشی ہو رہی ہو اس پر کسی ایسے شخص کو نہ بیٹھنا چاہیے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو ① اس آیت میں جس ممانعت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ سورۂ انعام کی جو مکیہ ہے یہ آیت ﴿وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ ② الخ جب تو انہیں دیکھے جو میری آیتوں میں غوطے لگانے بیٹھ جاتے ہیں تو تو ان سے منہ موڑ لے۔ حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت کا یہ حکم ﴿اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَمَا عَلَى الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ﴾ ③ سے منسوخ ہو گیا ہے یعنی متقیوں پر ان کے احسان کا کوئی بوجھ نہیں لیکن نصیحت ہے کیا عجب کہ وہ بچ جائیں۔ پھر فرمان باری ہے اللہ تعالیٰ تمام منافقوں کو اور سارے کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔ یعنی جس طرح یہ منافق ان کافروں کے کفر میں یہاں شریک ہیں قیامت کے دن جہنم میں بھی اور ہمیشہ رہنے والے وہاں کے سخت تر دل ہلا دینے والے عذابوں کے سہنے میں بھی ان کے شریک حال رہیں گے۔ وہاں کی سزاؤں میں وہاں کی قید و بند میں طوق و زنجیر میں گرم پانی کے کڑوے گھونٹ اتارنے میں اور پیپ کے لہو کے زہر مار کرنے میں بھی ان کے ساتھ ہوں گے اور دائمی سزا کا اعلان سب کو ساتھ ہی سنا دیا جائے گا۔

الَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ
وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِیْنَ نَصِیْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَیْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ
فَاللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِیْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا ﴿۱۴۱﴾ ع

یہ لوگ تمہارے انجام کار کا انتظار کرتے رہتے ہیں پھر اگر تمہیں اللہ فتح دے تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھی نہیں؟ اور اگر کافروں کو تھوڑا سا غلبہ مل جائے تو کہنے لگتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے اور کیا ہم نے تمہیں مسلمانوں کے ہاتھوں سے نہ بچایا تھا پس قیامت کے دن خود اللہ تم میں فیصلہ کر دے گا اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں پر ہرگز راہ نہ دے گا ○

منافقوں کی حالت زار: منافقوں کی بدباطنی کا ذکر ہے کہ مسلمانوں کی بربادی ان کی پستی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں ٹوہ لیتے رہتے ہیں اگر کسی جہاد میں مسلمان کامیاب و کامران ہو گئے اللہ کی مدد سے یہ غالب آ گئے تو ان کے پیٹ میں گھسنے کے لیے آ آ کر کہتے ہیں کیوں جی ہم بھی تو تمہارے ساتھی ہیں۔ اور اگر کسی وقت مسلمانوں کی آزمائش کے لیے اللہ جل شانہ نے کافروں کو غلبہ دے دیا جیسے احد میں ہوا تھا گو انجام کار حق ہی غالب رہا تو یہ ان کی طرف لپکتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو پوشیدہ طور پر تو ہم تمہاری تائید ہی کرتے رہے اور انہیں نقصان پہنچاتے رہے یہ ہماری ہی چالاکی تھی جس کی بدولت آج تم نے ان پر فتح پا لی۔ یہ ہیں ان کے کرتوت کہ دو کشتیوں میں پاؤں رکھ

---

① [صحیح: ترمذی: کتاب الادب: باب ماجاء فی دخول الحمام (۲۸۰۱)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، ارواء الغلیل (۱۹۴۹)]

② [سورۃ الانعام: آیت ۶۸]

③ [سورۃ الانعام: آیت ۶۹]

چھوڑتے ہیں ''دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا'' گو یہ اپنی اس مکاری کو اپنے لیے باعث فخر جانتے ہیں لیکن دراصل یہ سراسر ان کی بے ایمانی اور کم یقینی کی دلیل ہے بھلا کچا رنگ کب تک رہتا ہے؟ گاجر کی پونگی کب تک بجے گی؟ کاغذ کی ناؤ کب تک چلے گی؟ وقت آ رہا ہے کہ اپنے کیے پر نادم ہوں گے اپنی بیوقوفی پر ہاتھ ملیں گے اپنے شرمناک کرتوت پر آنسو بہائیں گے اللہ کا سچا فیصلہ سن لیں گے اور تمام بھلائیوں سے ناامید ہو جائیں گے۔ بھرم کھل جائے گا ہر راز فاش ہو جائے گا اندر کا باہر آ جائے گا یہ پالیسی اور حکمت عملی یہ مصلحت وقت اور مقتضائے موقعہ نہایت ڈراؤنی صورت سے سامنے آ جائے گا اور عالم الغیب کے بے پناہ عذابوں کا شکار بن جائیں گے ناممکن ہے کہ کافروں کو اللہ تعالیٰ مومنوں پر غالب کر دے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے اس کا مطلب پوچھا تو آپ نے اول جملے کے ساتھ ملا کر پڑھ دیا۔ مطلب یہ تھا کہ قیامت کے دن ایسا نہ ہوگا' یہ بھی مروی ہے کہ سبیل سے مراد حجت ہے' لیکن تاہم اس کے ظاہری معنی مراد لینے میں بھی کوئی مانع نہیں یعنی یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اب سے لے کر قیامت تک کوئی ایسا وقت لائے کہ کافر اس قدر غلبہ حاصل کر لیں کہ مسلمانوں کا نام مٹا دیں یہ اور بات ہے کہ کسی جگہ کسی وقت دنیاوی طور پر انہیں غلبہ مل جائے لیکن انجام کار مسلمانوں کے حق میں ہی مفید ہوگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

فرمان الٰہی ہے ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ [1] الخ' ہم اپنے رسولوں اور ایماندار بندوں کو مدد دنیا میں بھی ضرور دیں گے اور یہ معنی لینے میں ایک لطافت یہ بھی ہے کہ منافقوں کے دلوں میں مسلمانوں کی ذلت اور بربادی کا شکار دیکھنے کا جو انتظار تھا مایوس کر دیا گیا کہ کفار کو مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ اس طرح غالب نہیں کرے گا کہ تم پھولے نہ سماؤ اور کچھ لوگ جس ڈر سے مسلمانوں کا ساتھ کھلے طور پر نہ دیتے تھے ان کے ڈر کو بھی زائل کر دیا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ کسی وقت بھی مسلمان مٹ جائیں گے۔

اسی مطلب کی وضاحت آیت ﴿فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ [2] الخ' میں کر دی ہے۔ اس آیہ کریمہ سے حضرات علماء کرام نے اس امر پر بھی استدلال کیا ہے کہ مسلمان غلام کو کافر کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں' کیونکہ اس صورت میں ایک کافر کو ایک مسلمان پر غالب کر دینا ہے اور اس میں مسلمان کی ذلت ہے۔

جن بعض ذی علم حضرات نے اس سودے کو جائز رکھا ہے ان کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنی ملک سے اس کو اسی وقت آزاد کر دے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا
كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ
لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾

بیشک منافق اللہ سے چال بازیاں کر رہے ہیں وہ انہیں اس چال بازی کا بدلہ دینے والا ہے' اور جب نماز کو کھڑے ہوتے

[1] [سورة غافر آيت ۵۱] [2] [سورة المائدة آيت ۵۲]

ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں' اور یاد اللہ تو یونہی سی برائے نام کرتے ہیں ○ بیچ میں ہی معلق ڈگمگا رہے ہیں' نہ پورے ان کی طرف نہ صحیح طور پر ان کی طرف' جسے اللہ گمراہی میں ڈال دے تو تو اس کے لیے کوئی راہ نہ پائے گا ○

نماز میں سستی منافقین کا رویہ: سورۂ بقرہ کے شروع میں بھی آیت ۹ ﴿يُخَادِعُونَ اللّٰهَ﴾ الخ' اسی مضمون کی گذر چکی ہے' یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ یہ کم سمجھ منافق اس اللہ تعالیٰ کے سامنے چالیں چلتے ہیں جو سینوں میں چھپی ہوئی باتوں اور دل کے پوشیدہ رازوں سے آگاہ ہے۔ کم فہمی سے یہ خیال کیے بیٹھے ہیں کہ جس طرح ان کی منافقت اس دنیا میں چل گئی' اور مسلمانوں میں ملے جلے رہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پاس بھی یہ مکاری چل جائے گی۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ قیامت کے دن بھی یہ لوگ اللہ خبیر و علیم کے سامنے اپنی یک رنگی کی قسمیں کھائیں گے جیسے یہاں کھاتے ہیں لیکن اس عالم الغیب کے سامنے یہ ناکارہ قسمیں ہرگز کارآمد نہیں ہو سکتیں۔ اللہ بھی انہیں دھوکے میں رکھ رہا ہے وہ ڈھیل دیتا ہے حوصلہ افزائی کرتا ہے یہ پھولے نہیں سماتے خوش ہوتے ہیں اور اپنے لیے اسے اچھائی سمجھتے ہیں' قیامت میں بھی ان کا یہی حال ہوگا مسلمانوں کے نور کے سہارے میں ہوں گے وہ آگے نکل جائیں گے یہ آوازیں دیں گے کہ ٹھہرو ہم بھی تمہاری روشنی میں چلیں جواب ملے گا کہ پیچھے مڑ جاؤ اور روشنی تلاش کر لاؤ یہ مڑیں گے ادھر حجاب حائل ہو جائے گا۔

مسلمانوں کی جانب رحمت اور ان کے لیے زحمت' حدیث شریف میں ہے جو سنائے گا اللہ بھی اسے سنائے گا اور جو ریاکاری کرے گا اللہ بھی اسے ویسا ہی دکھائے گا۔ [1] ایک اور حدیث میں ہے ان منافقوں میں وہ بھی ہوں گے کہ لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ ان کی نسبت فرمائے گا کہ انہیں جنت میں لے جاؤ فرشتے لے جا کر دوزخ میں ڈال دیں گے اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

پھر ان منافقوں کی بدذوقی کا حال بیان ہو رہا ہے کہ انہیں نماز جیسی بہترین عبادت میں بھی یکسوئی اور خشوع وخضوع نصیب نہیں ہوتا کیونکہ نیک نیتی حسن عمل' حقیقی ایمان' سچا یقین' ان میں ہے ہی نہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تھکے ماندے بدن سے کسمسا کر نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے اور فرماتے تھے نمازی کو چاہیے کہ ذوق وشوق سے راضی خوشی پوری رغبت اور انتہائی توجہ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو اور یقین مانے کہ اس کی آواز پر اللہ تعالیٰ کے کان ہیں' اس کی طلب پوری کرنے کو اللہ تعالیٰ تیار ہے' یہ تو ہوئی ان منافقوں کی ظاہری حالت کہ تھکے ہارے تنگ دلی کے ساتھ بطور بیگار ٹالنے کے نماز کے لیے آئے پھر اندرونی حالت یہ ہے کہ اخلاص سے کوسوں دور ہیں رب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے نمازی مشہور ہونے کے لیے لوگوں میں اپنے ایمان کو ظاہر کرنے کے لیے نماز پڑھ رہے ہیں' بھلا ان صنم آشنا دل والوں کو نماز میں کیا ملے گا؟ یہی وجہ ہے کہ ان نمازوں میں جن میں لوگ ایک دوسرے کو کم دیکھ سکیں یہ غیر حاضر رہتے ہیں مثلاً

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب الریاء والسمعة (٦٤٩٩) صحیح مسلم: کتاب الزھد: باب تحریم الریاء (٢٩٨٧) ابن ماجه (٤٢٠٧) مسند احمد (٣١٣/٤)]

عشاء کی نماز اور فجر کی نماز' بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے زیادہ بوجھل نماز منافقوں پر عشاء اور فجر کی ہے' اگر دراصل یہ ان نمازوں کے فضائل کے دل سے قائل ہوتے تو ان کو گھٹنوں کے بل بھی چل کر آنا پڑتا تو یہ ضرور آ جاتے میں تو ارادہ کر رہا ہوں کہ تکبیر کہلوا کر کسی کو اپنی امامت کی جگہ کھڑا کر کے نماز شروع کرا کر کچھ لوگوں سے لکڑیاں اٹھوا کر ان کے گھروں میں جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور لکڑیاں ان کے گھروں کے اردگرد لگا کر حکم دوں کہ آگ لگا دو اور ان کے گھروں کو جلا دو' [1] ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کی قسم اگر انہیں ایک چرب ہڈی یا دو اچھے اچھے کھر ملنے کی امید ہو تو دوڑے چلے آئیں لیکن آخرت کی اور اللہ کے ثوابوں کی انہیں اتنی بھی قدر نہیں۔ اگر بال بچوں اور عورتوں کا جو گھروں میں رہتی ہیں مجھے خیال نہ ہوتا تو قطعاً میں ان کے گھر جلا دیتا۔ [2]

ابو یعلی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص لوگوں کی موجودگی میں نماز کو سنوار کر ٹھہر ٹھہر کر ادا کرے لیکن جب کوئی نہ ہو تو بری طرح نماز پڑھ لے یہ وہ ہے جس نے اپنے رب کی اہانت کی۔ [3] پھر فرمایا یہ لوگ ذکر اللہ بھی بہت ہی کم کرتے ہیں یعنی نماز میں ان کا دل نہیں لگتا' یہ اپنی کہی ہوئی بات سمجھتے بھی نہیں' بلکہ غافل دل اور بے پرواہ نفس سے نماز پڑھ لیتے ہیں' آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کی طرف دیکھ رہا ہے یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے لگا اور شیطان نے اپنے دونوں سینگ اس کے اردگرد لگا دیئے تو یہ کھڑا ہوا اور جلدی جلدی چار رکعت پڑھ لیں جن میں اللہ کا ذکر برائے نام ہی کیا۔ (مسلم وغیرہ) [4]

یہ منافق متحیر اور ششدر و پریشان حال ہیں ایمان اور کفر کے درمیان ان کا دل ڈانواڈول ہو رہا ہے نہ تو صاف طور سے مسلمانوں کے ساتھی ہیں نہ بالکل کفار کے ساتھ کبھی نور ایمان چمک اٹھا تو اسلام کی صداقت کرنے لگے کبھی کفر کی اندھیریاں غالب آ گئیں تو ایمان سے الگ تھلگ ہو گئے نہ تو حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف ہیں نہ یہودیوں کی جانب۔ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے کہ منافق کی مثال ایسی ہے جیسی دو ریوڑ کے درمیان کی ایک بکری کہ کبھی تو وہ میں میں کرتی اس ریوڑ کی طرف دوڑتی ہے کبھی اس طرف اس کے نزدیک ابھی طے نہیں ہوا

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب فضل صلاة العشاء فی الجماعة (٦٥٧) صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب فضل صلاة الجماعة (٦٥١) ابن ماجه: کتاب المساجد والجماعات: باب التغلیظ فی التخلف عن الجماعة (٧٩١) ابوداؤد (٥٤٨) مسند احمد (٢٤/٢)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب وجوب صلاة الجماعة (٦٤٤)]

[3] [ضعیف: مسند ابو یعلی (٥١١٧) مصنف عبد الرزاق (٣٧٣٨) بیهقی فی السنن الکبری (٢٩٠/٢)] اس کی سند میں ابراہیم بن مسلم ہجری راوی ہے، اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (٢٢٤/١٠)] امام سیوطیؒ نے بھی اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ [الجامع الصغیر (٨٣٣٧)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الجامع الصغیر (٥٣٥٥) ضعیف الترغیب (١٨)]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب استحباب التبکیر بالعصر (٦٢٢) ابوداؤد: کتاب الصلاة: باب وقت العصر (٤١٣) نسائی: کتاب المواقیت: باب التشدید فی تاخیر العصر (٥١٢) ترمذی: کتاب الصلاة: باب ما جاء فی تعجیل العصر (١٦٠) مسند احمد (١٤٩/٣)]

کہ ان میں جائے یا اس کے پیچھے لگے۔ (۱) ایک روایت میں ہے کہ اسی معنی کی حدیث حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں کچھ الفاظ کے ہیر پھیر سے بیان کی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے سنے ہوئے الفاظ دوہرا کر کہا یوں نہیں بلکہ دراصل حدیث یوں ہے جس پر حضرت عبید رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے (۲) (ممکن ہے ایک بزرگ نے ایک طرح کے الفاظ سنے ہوں دوسرے نے دوسری قسم کے)۔

ابن ابی حاتم میں ہے مومن کافر اور منافق کی مثال ان تین شخصوں جیسی ہے، جو ایک دریا پر گئے ایک تو کنارے ہی کھڑا رہ گیا دوسرا پار کر کے منزل مقصود کو پہنچ گیا تیسرا اتر چلا مگر جب بیچوں بیچ پہنچا تو ادھر والے نے پکارنا شروع کیا کہ کہاں ہلاک ہونے جا رہا ہے ادھر آ واپس چلا آ' ادھر والے نے آواز دی جاؤ نجات کے ساتھ منزل مقصود پر میری طرف پہنچ جاؤ آدھا راستہ طے کر چکے ہو اب یہ حیران ہو کر کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر نظر ڈالتا ہے تذبذب ہے کہ کدھر جاؤں کدھر نہ جاؤں؟ اتنے میں ایک زبردست موج آئی اور بہا کر لے گئی اور وہ غوطے کھا کھا کر مر گیا' پس پار جانے والا مسلمان ہے کنارے کھڑا بلانے والا کافر ہے اور موج میں ڈوب مرنے والا منافق ہے' اور حدیث میں ہے کہ منافق کی مثال اس بکری جیسی ہے جو ہرے بھرے ٹیلے پر بکریوں کو دیکھ کر آئی اور سونگھ کر چل دی' پھر دوسرے ٹیلے پر چڑھی اور سونگھ کر آ گئی۔ (۳)

پھر فرمایا جسے اللہ ہی راہ حق سے پھیر دے اس کا ولی و مرشد کون ہے؟ اس کے گمراہ کردہ کو کون راہ دکھا سکے؟ اللہ نے منافقوں کو ان کی بدترین بدعملی کے باعث راستے سے دھکیل دیا ہے اب نہ کوئی انہیں راہ راست پر لا سکے نہ چھٹکارا دلا سکے' اللہ کی مرضی کے خلاف کون کر سکتا ہے وہ سب پر حاکم ہے اس پر کسی کی حکومت نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ
اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝١٤٤ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ
الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَھُمْ نَصِيْرًا ۝١٤٥ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا
وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَھُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ
اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝١٤٦ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ
وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِــيْمًا ۝١٤٧

(۱) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین: باب صلاۃ المنافقین (۲۷۸٤) مسند احمد (۱۰۲/۲)]

(۲) [حسن لغیرہ: مسند احمد (۳۲/۲) مسند طیالسی (۱۸۰۲) حمیدی (٦۸۸) دارمی (۳۲٤) صحیح ابن حبان (۲٦٤) بیهقی فی شعب الایمان (۸٤۳۷/٦)] شیخ شعیب ارناؤوط نے مجموع الطرق کے اعتبار سے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۵۰۷۹)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

(۳) [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۰۷۳۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ قتادہ تک اس کی سند صحیح ہے۔ شیخ عبدالرزاق مہدی فرماتے ہیں کہ یہ مرسل قتادہ سے ہے اور قتادہ کی مراسیل کمزور وضعیف ہیں۔]

اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی صاف حجت قائم کر لو؟ ○ منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے، ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مددگار پالے ○ ہاں جو توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھیں اور خالص اللہ ہی کے لیے دینداری کریں تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں، اللہ تعالیٰ مومنوں کو بہت بڑا اجر دے گا ○ اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم شکر گذاری کرتے رہو اور با ایمان رہو، اللہ تعالیٰ بہت قدر کرنے والا اور پورا علم رکھنے والا ہے۔

کفار سے دوستی کی ممانعت اور منافقین کا انجام: کافروں سے دوستیاں کرنے سے ان سے دلی محبت رکھنے سے ان کے ساتھ ہر وقت اٹھنے بیٹھنے سے مسلمانوں کے بھید ان کو دینے سے اور پوشیدہ تعلقات ان سے قائم رکھنے سے اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو روک رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [1] الخ، مومنوں کو چاہیے کہ بجز مومنوں کے کفار سے دوستی نہ کریں ایسا کرنے والا اللہ کے ہاں کسی بھلائی کا مستحق نہیں ہاں اگر صرف بچاؤ کے طور پر ظاہرداری ہو تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آپ سے ڈرا رہا ہے یعنی اگر تم اس کی نافرمانیاں کرو گے تو تمہیں اس کے عذابوں کو یاد رکھنا چاہیے، ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان مروی ہے کہ آپ نے فرمایا قرآن میں جہاں کہیں ایسی عبارتوں میں سلطان کا لفظ ہے وہاں اس سے مراد حجت ہے یعنی تم نے اگر مومنوں کو چھوڑ کر کفار سے دلی دوستی کے تعلقات پیدا کیے تو تمہارا یہ فعل کافی ثبوت ہوگا اور پوری دلیل ہوگی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے، کئی ایک سلف مفسرین رحمہ اللہ علیہم نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

پھر منافقوں کا انجام بیان فرماتا ہے کہ یہ اپنے اس سخت کفر کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں داخل کیے جائیں گے ﴿دَرْكَ﴾ درجہ کے مقابل کا مظہر ہے، بہشت میں درجے ہیں ایک سے ایک بلند اور دوزخ میں ﴿درك﴾ ہیں ایک سے ایک پست۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انہیں آگ کے صندوقوں میں بند کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا اور یہ جلتے بھنتے رہیں گے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ صندوق لوہے کے ہوں گے جو آگ لگتے ہی آگ کے ہو جائیں گے اور چاروں طرف سے بالکل بند ہوں گے اور کوئی نہ ہوگا جو ان کی کسی طرح کی مدد کرے۔ جہنم سے نکال سکے یا عذابوں میں ہی کچھ کمی کروا سکے۔ ہاں ان میں سے جو توبہ کر لیں نادم ہو جائیں اور سچے دل سے منافقت چھوڑ دیں اور رب سے اپنے اس گناہ کی معافی چاہیں۔ پھر اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کریں صرف خوشنودی اللہ اور مرضی مولیٰ کے لیے نیک اعمال پر کمر کس لیں۔ ریاکاری کو اخلاص سے بدل دیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے تھام لیں، ابن ابی حاتم میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اپنے دین

---

[1] [سورۃ ال عمران: آیت ۲۸]

کو خالص کر لو تو تھوڑا عمل بھی تمہیں کافی ہو جائے گا۔ (1)

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ غنی ہے، بے نیاز ہے بندوں کو سزا کرنی وہ نہیں چاہتا، ہاں جب گناہوں پر دلیر ہو جائیں تو گوشمالی ضروری ہے، پس فرمایا اگر تم اپنے اعمال کو سنوار لو اور اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر سچے دل سے ایمان لے آؤ تو کوئی وجہ نہیں جو اللہ تمہیں عذاب دے۔ وہ تو چھوٹی چھوٹی نیکیوں کی بھی قدر دانی کرنے والا ہے، جو اس کا شکر کرے وہ اس کی عزت افزائی کرتا ہے وہ پورے اور صحیح علم والا ہے۔ جانتا ہے کہ کس کا عمل اخلاص والا اور قبولیت اور قدر کے لائق ہے۔ اسے معلوم ہے کہ کس دل میں قوی ایمان ہے، اور کون سا دل ایمان سے خالی ہے، جو اخلاص اور ایمان والے ہیں انہیں بھرپور اور کامل بدلے اللہ تعالیٰ عنایت فرمائے گا (اللہ ہمیں ایمان واخلاص کی دولت سے مالا مال کرے اور پھر اجر وثواب سے نہال کرے۔ (آمین)

الحمد للہ تفسیر محمدی ابن کثیر کا پانچواں پارہ ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہمیں اپنے کلام کے سمجھنے سمجھانے کی اور اس پر عامل بن جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! الٰہ تو اس پاک تفسیر کو میرے ہاتھوں ختم کرا اور پوری کتاب چھپی ہوئی مجھے دکھا۔ میرے نامہ اعمال سے گناہوں کو مٹا کر نیکیاں تحریر فرما اور اپنے نیک بندوں میں شمار کر۔ (آمین)



(1) [**ضعیف**: تفسیر ابن ابی حاتم (٦١٦٢/٤) مستدرك حاكم (٣٠٦/٤) بیهقی فی شعب الایمان (٣٤٢/٥) ابو نعیم فی الحلیة (٢٤٤/١)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف الجامع الصغیر (٢٤٠) السلسلة الضعیفة (٢١٦٠)] اس کی سند میں عبید اللہ بن زحر راوی ضعیف ہے۔ امام ابن معینؒ نے اسے ضعیف کہا ہے اور امام ابن مدینیؒ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ [ملاحظہ فرمائیے: میزان الاعتدال (٥٣٠٩)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]